مقالاتِ مفکرِ ملت

اول

افادات

مفکرِ ملت حضرت اقدس مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ

سابق رئیس دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات

ترتیب، تخریج و تعلیق

اسماعیل بن یوسف کوثر کوساڑی

خادم حدیث و افتاء دارالعلوم مرکزِ اسلامی انکلیشور، بھروچ، گجرات

ناشر

شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی

مقالاتِ مفکرِ ملت

(جلد اول)

افادات

مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ

سابق رئیس دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر، گجرات

ترتیب، تعلیق وتخریج

اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی کوساڑی عفااللہ عنہ

خادم حدیث وتفسیر ومعتمد تعلیم دارالعلوم مرکز اسلامی انکلیشور

ناشر

شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نام کتاب : مقالاتِ مفکرِ ملت (جلد اول)

افادات : مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نور اللہ مرقدہٗ

ترتیب، تعلیق وتخریج : اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی کوساڑی عفا اللہ عنہ

باہتمام : حضرت مولانا اسماعیل صاحب پٹیل مدظلہ

صفحات : ۴۴۰

ناشر : شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی

سنہ اشاعت : ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ - اگست ۲۰۲۰ء

کمپوزنگ : محمد مہر علی قاسمی (دھنباد، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا

قیمت :

کتاب ملنے کے پتے

حضرت مولانا اسماعیل صاحب پٹیل، مسجد عائشہ، کاپودرا، تحصیل انکلیشور، ضلع بھروچ، گجرات 393001

موبائل: 9727073092

شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی، جامعہ قاسمیہ عربیہ، کھروڈ، تحصیل انکلیشور، ضلع بھروچ، گجرات 394115

Hafez Ibrahim Patel

27 Tudor Rd., Eastham, London, E6 1DP (UK)

Tel. 00447973473392 / 07878266307

غلطی سے مبرا کوئی انسان نہیں ہے

امام مزنیؒ فرماتے ہیں:

میں نے ”کتاب الرسالة“ کو حضرت سیدنا امام شافعیؒ کی خدمت میں اَسّی سے زائد بار پڑھا، اِس دوران آپ ہر بار کسی نہ کسی غلطی پر مطلع ہوتے رہے، بالآخر تھک کر فرمانے لگے:

هيه أبى الله أن يكون كتابًا صحيحًا غير كتابه.

(ردالمحتار: ۱/ ۱۰۵، ط. زکریا دیوبند)

جناب ذوق دہلوی فرماتے ہیں ؎

غلطی سے مبرا کوئی انسان نہیں ہے

یہ ذوق کا دیوان ہے، قرآن نہیں ہے

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

باب اول: مقالات و مضامین (اردو)

فہرست رجالِ حواشی

بسم الله الرحمن الرحيم

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ کو قسامِ ازل نے متنوع اوصاف وکمالات وافر مقدار میں عطا فرمائے تھے، جن سے ایک عالم مسحور ومستفید ہوا، اُنہی میں سے ایک نمایاں اور بیش بہا کمال تحریر وانشا کا ملکہ ہے۔

آپ کو اردو، عربی اور گجراتی تینوں زبانوں پر یکساں قدرت حاصل تھی؛ اِن تینوں زبانوں میں اتنی مشق بہم پہنچائی تھی کہ بے تکلف لکھ بول لیتے۔ گجراتی تو آپ کی مادری زبان تھی، اسکول میں اُسے نہ صرف پڑھا بلکہ حضرت منشی محمود قاسم پانڈور صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر اُسے برتنا بھی سیکھا تھا۔ گجراتی زبان میں آپ نے جو تراجم فرمائے ہیں یا کتابیں لکھی ہیں، اُن سے آپ کی مہارت کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عربی زبان خود صاحبِ زبان یعنی شیخ محمود عبدالوہاب محمود طنطاوی مصریؒ مبعوث جامع از ہر مصر دَرْ دارالعلوم دیوبند سے سیکھنے کا موقع ملا، پھر مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید علی میاں صاحب ندویؒ کی مؤلفات سے عشق کے درجے کا تعلق، نیز والہانہ اشتغال اور عربی ادب کی تدریس نے عربی زبان وادب کے نشیب وفراز سے واقفیت بخشی۔ آپ کی عربی تعبیرات اتنی سبک اور سلیس ہوتی تھیں کہ شیخ محمد المجذوبؒ سابق

پروفیسر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور دیگر علمائے عرب نے دل کھول کر آپ کی عربی زبان کی تعریف فرمائی ہے، آپ کی تالیفِ لطیف "أضواء على تاريخ الحركة العلمية و المدارس الإسلامية و العربية في غجرات" اس کا بیّن ثبوت ہے۔

جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے آپ اپنے استاذِ گرامی حضرت مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحبؒ کی برکت سے کم عمری ہی میں اُس کے اسیر ہو چکے تھے۔ علامہ شبلیؒ جیسے کہنہ مشق مصنف کے قلم نے وہ جادو جگایا کہ اردو کے نام وَر اُدبا کی تحریروں سے آپ کی راتوں کا سکون اور دن کا اُجالا قائم تھا، اِس حوالے سے آپ اپنے معاصرین میں قابلِ رشک مقام پر نظر آتے ہیں۔

یوں تو آپ نے تینوں زبانوں میں تحریر و انشا کے اَن مِٹ نقوش چھوڑے ہیں، لیکن عربی و گجراتی کے بہ نسبت اردو زبان میں آپ کے قلم نے خوب گل کاری کی ہے۔ نصف صدی سے زائد علمی و مطالعتی زندگی میں آپ کے قلم سے جو شاہ کار نمونے مقالات و مضامین کی شکل میں وجود میں آئے اُنھیں زیرِ نظر کتاب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ مشمولات میں ادبی چاشنی، زبان کی سلاست، لہجے کی متانت، اسلوب کی دل کشی، جذبات کی فراوانی، لیلائے علم کو پانے کی سچی لگن، کتاب اللہ سے والہانہ تعلق، تاریخ کا صاف ستھرا ذوق اور مے خانۂ تصوف کی دریوزہ گری صاف جھلکتی ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب سے ہر طبقے کے قارئین یکساں طور پر مستفید ہو سکیں گے۔

مضامین کا ایک حصہ حضرت مفکرِ ملتؒ کی حینِ حیات ''افکارِ پریشاں'' کے نام سے شائع ہو کر اربابِ بصیرت سے خراجِ تحسین وصول کر چکا تھا؛ لیکن بہ چند وجوہ

از سرِ نو ترتیب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، نیز مقالات و مضامین کا ایک بہت بڑا حصہ ابھی تک غیر مطبوعہ شکل میں موجود تھا، اِس لیے حضرتؒ کی ایما پر مقالات و مضامین کی از سرِ نو ترتیب کا کام شروع کیا گیا، اِسی دوران حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دیگر کام بھی جاری ہونے کی وجہ سے درمیان میں طویل فترات واقع ہوتے گئے، اب بہ فضل ایزدی یہ کام تین جلدوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچ کر قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

زیرِ نظر کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے:

بابِ اول: مقالات و مضامین (اردو)، بابِ دوم: مقالات و مضامین (عربی)، بابِ سوم: تجوید وقراءت، بابِ چہارم: وفیات وتذکرے، بابِ پنجم: تاریخ، بابِ ششم: مدارس کا نصاب و نظام، بابِ ہفتم: سفرنامے اور بابِ ہشتم میں متفرق مضامین کو ذکر کیا گیا ہے۔

جلد اول میں آپ کے اردو، عربی مقالات ومضامین کو جگہ دی گئی ہے۔ یہ جلد اپنے مشمولات کی ندرت اور افادیت کے اعتبار سے کافی اہمیت کی حامل ہے۔ بہت سے مقالات ومضامین حضرت کے قلمِ فیض رقم کا شاہ کار ہیں، تو ایک بڑی تعداد اُن مضامین کی ہے جس میں آپ نے کسی کتاب کا مقدمہ یا مضمون کی تلخیص پیش فرمائی ہے، جیسے غریب القرآن کے مصنّفین، علامہ قطب الدین نہروالیؒ وغیرہ۔

احقر نے کتاب کے ظاہر و باطن کو سنوارنے کے لیے مقدور بھر سعی صرف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا ہے۔ اصل مصادر سے مراجعت، اردو و عربی اشعار کا ترجمہ، تخریج وتحقیق اور تبییض وترتیب میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔

کتاب کی ترتیب کے دوران جن احباب و اکابر نے اپنا قیمتی علمی تعاون پیش فرمایا، اُن کی ایک طویل فہرست ہے، اُن میں استاذِ گرامی قدر حضرت مولانا رشید احمد صاحب خان پوری دامت برکاتہم، مخدوم زادۂ گرامی جناب حافظ ابراہیم پٹیل صاحب مدظلہ اور دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے مؤقر استاذِ تجوید وقراءت اور احقر کے ہم وطن حضرت قاری اسماعیل صاحب زید مجدہم نے قدم قدم پر اپنے تعاون سے نہال فرمایا۔ فجزاهم الله خيرًا في الدارين!

نیز بہت ہی شکر گزار ہوں دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے نائب مہتمم اور ہر دل عزیز شخصیت استاذی الشفوق حضرت مولانا محمد نذیر صاحب خان پوری ادام اللہ فیوضہم کا، کہ دورانِ ترتیب کتب خانۂ فلاحِ دارین سے استفادہ اور ضروری معلومات پہنچانے میں خندہ پیشانی سے کام لیا۔ اسی طرح فارسی زبان کے مشہور شناوَر اور بہت ہی متواضع شخصیت استاذِ گرامی قدر حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہتھوڑوی دامت برکاتہم کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ حضرت والا نے چند فارسی اشعار کا ترجمہ فرما کر کرم فرمایا۔ فالله يجزيهم خيرًا!

دعا ہے اللہ تعالیٰ اِس ناچیز کاوش کو احقر کے والدین، اساتذہ اور تمام بہی خواہ حضرات کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، دارین کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنائے اور اپنی بارگاہ میں حسنِ قبول بخشے اور مزید علمی ودینی خدمات کے لیے موفق فرمائے۔ آمین!

احقر اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی عفا اللہ عنہ

خادمِ حدیث وتفسیر ومعتمد تعلیم دارالعلوم مرکزِ اسلامی انکلیشور

۲۲ر محرم الحرام ۱۴۴۲ھ - ۱۱ر ستمبر ۲۰۲۰ء (جمعہ)

عرض مرتب

(بہ وقت طبع اول)

مخدوم العلما والصلحا حضرت مفکر ملت دام ظلہٗ کی ذاتِ گرامی آسمانِ علم و فضل کا وہ آفتابِ عالم تاب ہے، جس کی ضیا پاش کرنوں سے ملک و بیرون ملک اور خصوصاً گجرات کا چپہ چپہ درخشاں و تاباں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات عالی کو جن اوصاف وکمالات، اخلاق واقتدار اور علمی بلندیوں سے سرفراز فرمایا ہے، وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا وجودِ گرامی دورِ حاضر میں امت کا وہ قیمتی سرمایہ ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ کا وجود باعثِ خیر و برکت، آپ کا سایہ ابرِ رحمت، آپ کا سراپا دعوتِ فکر وعمل اور آپ کی شخصیت مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

صوبۂ گجرات میں ضلع ''بھروچ'' کا چھوٹا سا گاؤں ''کاپودرا'' آپ کا وطن عزیز ہے۔ آخر کون خیال کرسکتا تھا کہ ایک چھوٹے سے گاؤں سے اٹھنے والا یہ ''رجلِ رشید''، علم و فضل، زہد وتقویٰ، سوز وساز، دعوت وفکر، تعلیم وتربیت، نظم ونسق، ادب وصحافت اور مجاہدہ وقربانی کے ریگزاروں میں وہ اَنمٹ نقوش چھوڑے گا جن کی رہبری میں صدہا وجود نشانِ منزل کا سراغ لگائیں گے، اور سیکڑوں نفوس اس قندیلِ رحمانی سے فیضیاب ہوں گے۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء !

مبدأ فیاض نے آپ کے وجود کو جن گونا گوں اوصاف سے نوازا ہے وہ بیک وقت کسی ایک شخصیت میں خال خال ہی جمع ہوتے ہیں۔ آپ جیسی جامع و مسلم شخصیات برسوں میں کہیں جا کر پیدا ہوتی ہیں ؎

سالہا باید تا یک سنگِ سرخ ز آفتاب
لعل باشد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

اور کسی نے کتنی پیاری بات کہی ہے ؎

مدت کے بعد پیدا ہوتے ہیں کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

اور یہ صرف ایک دلِ ناداں کی آواز نہیں؛ بل کہ سیکڑوں علما اور اکابر کے دل کی صدا ہے۔ ذیل کی سطور میں انہی میں سے چند بین الاقوامی شخصیات اور اکابر علما کے دل کی آواز صدائے بازگشت کی صورت میں سنی جاسکتی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی ہشت پہلو شخصیت اپنے معاصر علما و اکابر کے درمیان کس عظمت و تقدس سے دیکھی جاتی ہے۔ اور آپ کی شخصیت گرامی نے اسلام و انسانیت کے حوالے سے کیا لازوال خدمات انجام دی ہیں، جن کے اعتراف میں یہ زبان و قلم رطب اللسان اور نغمہ سنج ہیں۔

برصغیر کی مایۂ ناز شخصیت، محدثِ جلیل، شیخ الحدیث ازہرِ ہند حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم (۱) تحریر فرماتے ہیں:

(۱) افسوس! گجرات کا یہ مایۂ ناز سپوت اور ملک وملت کا بے مثال وگراں مایہ خزانہ ۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۹ر مئی ۲۰۲۰ء بروز منگل بمبئی کے قبرستان میں ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً واعلی اللہ مراتبہ!

''آپ مفکر، عالی ظرف اور سیر چشم، سراپا زہد وعمل اور دوسروں کی ترقی کے خواہشمند رہتے ہیں۔ عربی اور اردو زبانوں کی مہارت، قوم وملت کی فکرمندی اور نظم و انتظام کی مہارت ایسے جوہر ہیں جن میں ان کا کوئی شریک ومماثل نہیں''۔

جانشینِ فقیہ الامت، مفتیِ اعظم گجرات و رکنِ شوریٰ ''دارالعلوم دیوبند'' حضرت مفتی احمد صاحب خان پوری دام ظلہٗ یوں رقم طراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک حساس اور دینی وایمانی غیرت اور حمیت سے بھرپور دل عطا فرمایا ہے۔ ماضی قریب کے بہت سے اکابر اور بزرگوں سے استفادے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو موقع عنایت فرمایا، ان کی توجہات اور خصوصی عنایات سے بہرہ ور فرمایا۔ مختلف النوع دینی لٹریچر کے وسیع مطالعے سے نوازا۔ تعلیم و تربیت کے میدان میں طویل خدمات کی انجام دہی اور نظم وانتظام اور دنیا کے مختلف ممالک کے علمی وتبلیغی اسفار کے نتیجے میں وسیع تجربات سے مالا مال فرمایا۔ اس وقت آپ کا وجود تمام مسلمانوں کے لیے اور بالخصوص اہلِ علم واہلِ مدارس کے لیے بسا غنیمت اور بڑا قابل قدر ہے''۔

حضرت مولانا سید زاہد الراشدی دام ظلہٗ شیخ الحدیث 'دارالعلوم گوجرانوالہ'، جنرل سیکریٹری پاکستان شریعت کونسل لکھتے ہیں:

''اللہ رب العزت نے آپ کو دینی علوم پر مہارت کے ساتھ وقت کی ضروریات اور ملی مسائل ومعاملات کے حوالے سے بھی گہری بصیرت سے نوازا ہے، اور امتِ مسلمہ کی بہبودی اور فلاح کے لیے آپ مسلسل مصروفِ عمل ہیں''۔

ماہنامہ ''حرا کا پیغام'' میں تبصرہ نگار کا قلم یوں گل افشانی کرتا ہے:

''آپ قدیم و جدید کا سنگم ہیں، ہر مکتبۂ فکر کی اچھائیوں کا عالی ظرفی سے استقبال کرتے ہیں۔ انہوں نے قدیم سرمایہ کو بھی کھنگالا ہے، جدید تحقیق کو بھی قریب سے دیکھا ہے، مغربی تمدن سے بھی انہیں واسطہ پڑا ہے اور مشرقی ثقافت تو ان کے گھر کی اصیل ہے۔ آپ نے جدید نظریات اور نئے کتب خانوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ علم و تحقیق کے میدان میں بھی اُنہوں نے نئے افق تلاش کیے ہیں اور زبان و بیان کی وسعت و رعنائی میں بھی منفرد مقام رکھتے ہیں۔

آپ کا اسلوب سادہ و پُرکشش، جس میں دعوتی میٹھاس، دردانگیزی، فکری شعور اور الفاظ کی آمد آمد ہے۔ مضامین چشم کشا، بصیرت افروز اور ان میں دعوت کا درد بھی پنہاں ہے۔ اور علمی موشگافیوں و تحقیقی نکتہ سنجیوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بہت سی زبانوں پر اُنہیں دسترس ہے۔ فارسی زبان - جس میں ملت کا بیشتر علمی و ادبی سرمایہ ہے- اس سے بھی آپ کو حظِ وافر ملا ہے''۔

مشہور محدث، صاحبِ طرز خطیب و قلم کار حضرت رئیس الجامعہ کے ۴۳ رسالہ رفیق حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحبؒ - جو آپ کے معاصر ہیں اور ایک معاصر ''المعاصرة أصل المنافرة'' کے تحت بہت کم کسی کی ذاتی خوبیوں کا قائل ہوتا ہے؛ مگر حضرتؒ کی تحریروں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی دل رُبا شخصیت سے وہ بھی مسحور تھے، سطور ذیل کو ملاحظہ فرماویں کہ یہ صاحب البيت أدرى بما فيه کی شہادت ہے۔

''موصوف اردو، عربی زبان کے بہترین اسکالر ہیں، عربی اور اردو میں ان کی کئی مؤلفات ہیں۔ موصوف دوربیں، صائب الرائے اور موجودہ زمانے کے حالات سے بڑی قریبی واقفیت رکھتے ہیں، اللہ رب العزت نے موصوف کے سینے میں امت کی فکر، مسلم نوجوانوں کی اصلاح اور ان کی ترقی کے لیے بڑا درد رکھا ہے''۔

مولانا مختار احمد فاروقی صاحب صدر جمعیۃ علمائے احمد آباد تحریر فرماتے ہیں:

''گجرات میں جب بھی علما اور اہلِ مدارس رئیس الجامعہ کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے مراد حضرت والا کی ذاتِ گرامی ہوتی ہے۔ آپ اپنی گوناگوں علمی صلاحیتوں کی وجہ سے یہاں کے علما میں ممتاز اور عبقری شخصیت کے حامل ہیں۔ گجرات میں ہر علمی مجلس اور ہر اجلاس کے وہ صدر ہوتے ہیں۔ یہاں کا ہر ذی علم ان کے کمالاتِ علمیہ کا معترف اور مداح نظر آتا ہے۔ سب کے دلوں میں ان کا حد درجہ احترام اور ان کے تئیں محبت وعقیدت پائی جاتی ہے۔ علمی جاہ وجلال، عربی، اردو ادب کا صاف ستھرا ذوق، تاریخی عبور، مثالی تفکر وتدبر، اعلیٰ درجے کا حسنِ انتظام، حسنِ اخلاق، جوہر شناسی، معاملہ فہمی، مستقبل کا ادراک، مثالی تربیت، خوابیدہ صلاحیتوں کا ادراک، اصابتِ رائے ودیگر صلاحیتوں اور اوصاف نے حضرت مولانا کو ایسی جامعیت اور مرکزیت عطا کی ہے جس کی مثال گجرات کے ماضی قریب میں ملنی مشکل ہے۔ بالخصوص گجرات کے جنوبی خطے میں علمی بہار اور علمی وقار تو آپ کے فیض یافتہ تلامذہ سے ہی قائم ہے۔ ''جامعہ فلاحِ دارین ترکیسر'' کا آپ کا دورِ اہتمام اس کا زریں عہد ہے۔ آپ نے اس کو شہرت کے آسمانِ ہفتم تک پہنچایا۔ ہر سطح پر اس کو علمی وقار بخشا اور اس کے نصابِ

تعلیم و نظامِ تربیت کو متحرک و زندۂ جاوید بنایا۔ علما کی قدر دانی، عزت افزائی کی وجہ سے آپ کے زمانے میں جامعہ بین الاقوامی' اساتذہ وفضلا کا مرکز بن گیا تھا۔ فنِ تفسیر، فنِ حدیث، فنِ تجوید، فنِ ادب کے شعبوں میں ہر متعلقہ استاذ یکتائے زمانہ ہوتا تھا۔ اور جس کی مقناطیسیت کی وجہ سے ہر جگہ کا طالب علم یہاں کھینچا چلا آتا تھا''۔

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم بڑے درد بھرے انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ رب العالمین نے موصوف کو جن ظاہری و باطنی خوبیوں سے نوازا ہے، وہ اپنے بزرگوں سے گہرے تعلق کا ثمرہ ہے، ماشاء اللہ موصوف نے بزرگوں سے خوب خوب استفادہ کیا ہے؛ مگر تعجب بھی ہوتا ہے اور افسوس بھی کہ اس عظیم شخصیت سے اتنا استفادہ نہیں کیا گیا جتنا کیا جانا چاہیے تھا''۔

یہ مشتے نمونہ از خروارے اکابر اہلِ علم کے چند تاثرات ہیں؛ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ایک جہاں آپ کے علمی و عملی کمالات کا معترف ہے۔

آپ کے اوصاف و کمالات اور خوبیوں کو کوئی کہاں تک ذکر کرے، کس کس پہلو کو اجاگر کرے، سچ یہ ہے کہ ؎

دامانِ نگاہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار

آپ کا بچپن، کہولت اور بوڑھاپا سب قابلِ عبرت اور قابلِ اقتدا ہے۔ راتوں کو جاگ کر بند کمروں میں چوری چھپکے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے اعمال کا جائزہ لینے والے اس نوجوان میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کی جھلک

دکھائی دیتی ہے، تو کہیں دعائے تھانویؒ آپ کی پشت پناہی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔استاذ کی خدمت کے بہانے کتابوں سے پینگیں بڑھانے والے اس طالب علم کی زندگی میں کتابوں سے بے پناہ محبت و وارفتگی کا مشاہدہ ہوتا ہے، جس نے پھر ہزاروں کو کتاب آشنا کردیا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار و رحلات میں رفاقت جہاں بزرگوں سے سچی محبت وعقیدت کا پتہ دیتی ہے وہیں آپ کی فکرِ آخرت اور اصلاحِ نفس کی مساعیٔ جمیلہ کا اندازہ ہوتا ہے۔غرض! گلشن گلشن، روش روش، آپ نے علم وعمل کے وہ دیپ جلائے ہیں جن سے مدتِ مدید تک لوگ روشنی پاتے رہیں گے ؎

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

زیرِ نظر کتاب حضرت والا کے علمی وادبی مقالات ومضامین کا دلآویز مجموعہ ہے، جن میں سے بعض مضامین گرچہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہوکر خراجِ تحسین وصول کرچکے ہیں؛ مگر اکثر تحریریں وہ ہیں جو مدت تک گوشۂ خمول میں پڑی رہیں، خدا بھلا کرے حضرت کے حفید محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب زیدمجدہم کا کہ موصوف نے ان گنج ہائے گراں مایہ کی نہ صرف رونمائی کی؛ بل کہ ان کے پیچھے اپنی ہر طرح کی قربانی پیش کرنا سرمایۂ سعادت سمجھا۔اسی طرح صاحب زادۂ محترم حضرت مولانا اسماعیل صاحب زیدت معالیہ خادم خاص حضرت والا دام ظلہٗ، موقع بہ موقع اپنی قیمتی آرا اور مفید مشوروں سے نوازتے رہے؛ بل کہ ان کی قدردانی اور حوصلہ افزائی ہی

کے نتیجے میں یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کو دارین کی خوشیاں نصیب فرمائے اوران کے فیض کو جاری وساری فرمائے۔ آمین!

نیز اس مبارک موقع پر کیسے فراموش ہو سکتے ہیں مخدوم زادۂ محترم حضرت حافظ ابراہیم صاحب زید مجدہم جو غریب الوطنی کی حالت میں بھی دینی فکروں سے سرشار رہتے ہیں، اور حضرت کی جملہ تصنیفات وتالیفات کی نشر واشاعت کے لیے اپنی عظیم قربانیاں پیش کرنے میں دریغ نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ آں محترم کی جملہ مساعی کو حسنِ قبول سے نوازے، اورآپ کے فیض کو عام وتام فرمائے۔ آمین!

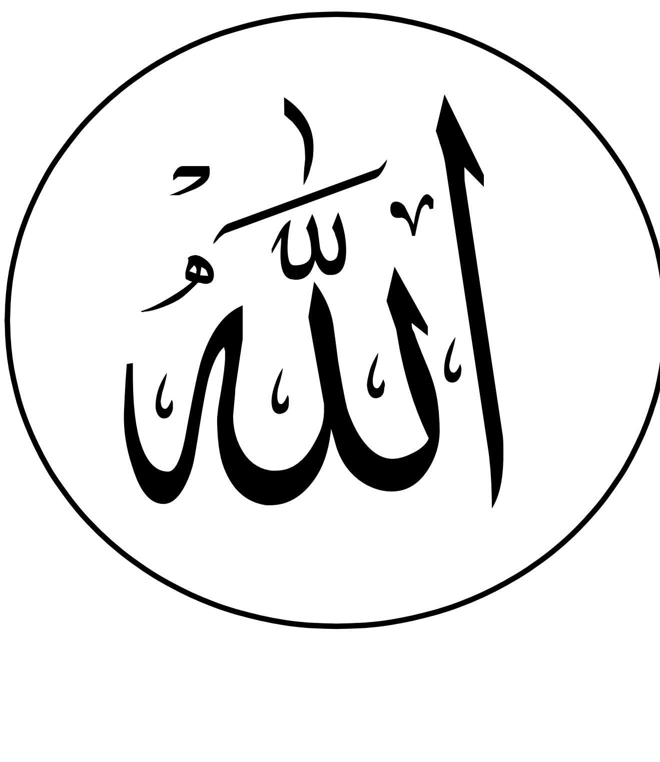
بڑی ہی ناسپاسی ہوگی اگر میں شکریہ ادا نہ کروں جناب مولانا مہرعلی صاحب قاسمی دھنبادی زید مجدہٗ کا، جنھوں نے بڑی دیدہ ریزی سے شکستہ تحریروں کو کمپوز کر کے قابلِ اشاعت بنایا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اورعلم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

جہاں تک اس کتاب کا تعلق ہے تو اس کو سیکڑوں کاغذات سے چھان پھٹک، مراجع ومصادر کی طرف مراجعت، تحقیق وتخریج اور ضروری حواشی سے مزین کرنے کے بعد پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ حواشی میں مشہور ومعروف شخصیات کے تذکرے سے تعرض نہیں کیا گیا، اگرچہ کہیں کہیں قلم چل بھی گیا ہے؛ لیکن زیادہ تر اُنہیں حضرات کے تعارف کی سعی کی گئی ہے جن کا تذکرہ عموماً کتابوں میں نہیں ملتا۔

بہرحال اپنی تمام تر علمی وعملی کوتاہیوں کے باوجود یہ جواہر پارے امت کے سامنے پیش کرتے ہوئے اپنے دل کو جذباتِ مسرت سے لبریز پا رہا ہوں۔ تمام

معاونین اور بہی خواہ حضرات کے شکریے کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو حسنِ قبول سے نوازے اور ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، اور حضرت صاحبِ افادات دامت برکاتہم کی عمر میں باعافیت برکت عطا فرما کر ہم خردوں پر آپ کے ظلِ عاطفت کو تادیر سایہ فگن رکھے۔

می توانی کہ دہی اشک مراحسنِ قبول
اے کہ در ساختہ ای قطرۂ بارانی را



اعتذار و گزارش

اکابر علما و مشائخ کی تحریروں کی ترتیب و تحقیق مجھ جیسے بے علم شخص کے بس کا روگ نہیں ہے، اس کے باوصف حتی الامکان اس کتاب کے ظاہر و باطن کو سنوارنے کی کوشش کی ہے، پھر بھی نہ معلوم کس قدر اغلاط راہ پا گئے ہوں گے۔ قارئین کرام کی خدمت میں باادب گزارش ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے اِس سیہ کار کی جانب منسوب فرما کر اصلاح کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔ ہم آپ کی اِس عنایت پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں گے۔ اور آپ کا یہ تعاون علمی امانتوں کی صحیح نشر و اشاعت کا ذریعہ ہوگا۔

(مرتب عفا اللہ عنہ)

کلماتِ بابرکت

(بہ وقت طبع اول)

از داعیٔ سنت، حضرت مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم
خلیفۂ اجل، مرشد امت حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جون پوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمِ ربانی، امت وملت کا خلوص بھرا درد رکھنے والے، جامع صفات گرامی قدر، حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم -جن کی ذات گرامی کو رئیس الجامعہ فلاحِ دارین ترکیسر کے بڑے محترم اور معزز لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے- اس وقت امت اور ملت کے ان خواص میں شمار کیے جاتے ہیں جو یادگارِ زمانہ اور ایک بڑی تاریخ کے مالک ہیں۔ ایسی شخصیات کی فکریں، ارشادات و ہدایات، نصائح اور تجربات، مقالات وتحریرات ان کے قلب وجگر کی تڑپ، باطن کی پاکیزگی، ظاہر کی سلامتی، شریعت وسنت سے مناسبت اور ان سب کے ساتھ ان کی جامعیت ایک عہد ساز شخصیت کی لازمی خصوصیات ہوتی ہیں، جو ان کو ان کے اقران و

معاصرین میں نمایاں وعیاں کرتی ہیں؛ اس لیے تاریخ کے سنہرے صفحات پر انہیں رقم کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا کے یہ نقوشِ علمیہ اور آثارِ باقیہ، ہدایتِ عالیہ اس امر کی کھلی دلیل اور صاف آئینہ ہے جس میں دیکھنے والا ہر شخص اس امر کا ثبوت پا سکتا ہے۔

''افکارِ پریشاں'' جلد دوم حضرت مولانا زیدت معالیہ و مدت فیوضہ کی تازہ ترین اہم کتاب ہے، جو مختلف اور متنوع متاعِ گراں قدر پر مشتمل ہے، اور واقعتاً مسمیٰ اپنے مسمیٰ بہ کی کھلی تصویر ہے۔ کتاب میں کل چار ابواب ہیں، پہلے باب میں حضرت مولانا دامت برکاتہم کے بہت قیمتی اور بے حد مفید مقالات اور علمی تحقیقات کو پیش کیا گیا ہے جو علم و تحقیق کی لائن سے خدمتِ دین میں مشغول اربابِ علم و فضل کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہے۔ ''قرآن کریم سرچشمۂ ہدایت'' کے عنوان پر بہت وقیع اور مؤثر مقالے سے جہاں قرآنِ کریم کی شانِ اعجاز کا ظہور ہوتا ہے وہیں ''محدث کبیر علامہ یوسف بنوریؒ اور خدماتِ حدیث'' اور ''علامہ قطب الدین نہروالی رحمہ اللہ'' جیسے عنوان پر لکھے گئے علمی و تحقیقی مقالات سے خدمتِ حدیث کے اسلوب اور طریقۂ کار کا ایک روشن باب سامنے آتا ہے۔

''یورپ اور امریکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی مشکلات اور ان کا حل'' جیسے اہم عنوان پر مشتمل مقالے سے آپ کی فکری اور گہری بصیرت بھی عیاں ہوتی ہے جو ایک داعی اور مدبر و مفکر کا اصلی سرمایہ ہے۔ اسی طرح دوسرے باب کو ''غبارِ کارواں'' کے عنوان سے خاص کر کے وفیات اور سوانحِ اکابر کے تذکرے سے مزین کیا گیا ہے، جسے پڑھ کر اکابر کی شخصیات سے محبت و تعلق اور استفادے کا ذوق وشوق ملتا ہے۔

تیسرے باب کو سفر ناموں کے بیان سے خاص کیا گیا ہے، جس میں ''آتش فشاں کے ملک 'ری یونین' میں'' اور ''امریکہ میں چندروز''، ''متحدہ عرب امارات میں چند دن'' قابل دید اور مفید ہے۔

آخری اور چوتھا باب خصوصاً عربی مضامین پر مشتمل ہے، جس کا مرکزی عنوان "نبضات القلب الواعي" ہے۔ حضرت مولانا مدظلہٗ کو عربی زبان کا خاص ذوق اور اس سے گہرا تعلق ہے، یہ ذوق گویا آپ کے نزدیک ایک طبعی اور فطری ذوق کے درجے میں ہے۔ اس باب کے عنوان اور "ما في الباب و العنوان" کو جب دیکھا جائے تو یقیناً اس میں محسوس ہوگا کہ آپ کے قلب بیدار اور دلِ دردمند کی آہیں پڑھنے والے کے دلوں کو چھوتی ہیں۔

بندہ اس موقع پر جب کہ یہ چند سطریں سپرد قرطاس کر رہا ہے، حضرت مولانا کی عمر مبارک میں بعافیت برکت کی دعا کے ساتھ دل سے دعا کرتا ہے کہ حضرت مولانا کی یہ گراں قدر افاداتی و اشاعتی پیش کش بارگاہِ رب کریم میں مقبول ومحبوب ہو، اور امت و انسانیت کے لیے قابل و نافع اور انفع ہو۔ پڑھنے والے اور پڑھانے والے، اشاعت کرنے والے، ترتیب دینے والے، تعاون کرنے والے سبھی مقبول و محبوب ہوں، اور اللہ پاک ہم سب کو اپنے خواص بندوں کے زمرے میں شامل فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

(حضرت مولانا) منیر احمد (صاحب مدظلہٗ)

مؤرخہ: ۳۰رجُمادی الثانیہ بروز منگل ۱۴۳۶ھ

تبصرہ از

حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب

حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب جامعہ ابو ہریرہؓ کے بانی اور شیخ الحدیث ہیں۔ صوبہ سرحد ہی نہیں بل کہ پاکستان کی مشہور شخصیتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ قلم و لسان سے بھی برابر خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں۔ اب تک موصوف کے قلم سے تقریباً سو سے زائد ایمان افروز کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں، علمائے دیوبند کے عاشق و ترجمان ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت والا کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

گجرات کے علاقہ میں کاپودرا نام کی ایک بستی ہے، جس کو ہمیشہ اہل علم وفضل اور اصحاب رشد و ہدایت سے تعلق رہا ہے، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مفتی مہدی حسنؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، علامہ محمد یوسف بنوریؒ، مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ، مسیح الامت مولانا مسیح اللہ جلال آبادیؒ اور حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ جیسے اکابرین امت کے قدوم میمنت لزوم سے اس قریہ کو استفادہ کا موقع ملا ہے۔

مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی کاتعلق اسی بستی سے ہے جو دارالعلوم فلاح دارین کے رئیس الجامعہ بھی ہیں اور اپنے مواعظ وبیانات کے ذریعہ امت کوصراطِ مستقیم پر گام زن رہنے کی مسلسل تلقین فرماتے رہتے ہیں، مواعظِ حسنہ پر مشتمل مجموعہ ''صدائے دل'' کے نام سے چھپ کر امت سے خراج تحسین پاچکا ہے، اور پہلا ایڈیشن ختم ہوکر دوسرا ایڈیشن چھپ چکا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''افکارِ پریشاں(۱)'' آپ کے مختلف مواقع پر ماہانہ یا ہفتہ واری رسائل میں لکھے گئے مضامین کا نادر مجموعہ ہے۔ صدہا کتب کا نچوڑ، افکار پریشاں کا ہجوم ہوتو یکسوئی سے ''افکارِ پریشاں'' پڑھیے، یکسوئی بھی حاصل ہوگی اور قلب کی تسکین بھی۔ ابوالفتح علی بن محمد کا قصیدہ ''افکارِ پریشاں'' کا ابتدائیہ ہے، جسے شروع کرتے ہی آدمی گردوپیش سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ ۶۳/اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ فصاحت وبلاغت اور اندازشیریں کے عروج پر ہے، چوتھی صدی ہجری کا نایاب تحفہ ہے۔ اس کے بعد چودہویں صدی کے مجدد اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فارسی ادب سے گل عذاری کی گئی ہے۔ تیسرا مضمون بھی حکیم الامتؒ کے ادبی خطوط پر مشتمل ہے جن کو پڑھنے کے بعد آپ کی مشہور خشک مزاجی کا تاثر زائل ہونے لگتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے پہلے گجرات میں علم حدیث کے موضوع

(۱) زیرِ نظر کتاب کا کچھ حصہ پہلے ''افکارِ پریشاں'' کے نام سے شائع ہوا تھا، اب غیر معمولی اضافہ، حک وفک اور ترمیم و تنسیخ کے بعد یہ کتاب ''مقالاتِ مفکرِ ملت'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہونے جارہی ہے۔ درجِ بالا تقاریظ افکارِ پریشاں کی طباعت کے وقت لکھی گئی ہیں جنہیں اُن کی افادیت کے پیشِ نظر اِس ایڈیشن میں باقی رکھا گیا ہے۔

کو سمیٹنے کے بعد امام اہلِ سنت احمد بن حنبلؒ اور ان کی کتاب ''المسند'' کا دل نشیں تعارف ہے۔ امام اہلِ سنت کے بعد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور ان کی علمی وادبی خدمات کا تذکرہ ہے۔ علامۃ الشام جمال الدین قاسمیؒ کے حالات ملک شام کی دریوزہ گری کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔

مصنف اکثر سفر پر رہتے ہیں، ہزاروں بندگانِ خدا نے ان سے فیض حاصل کیا۔ رفیق محترم والے مضمون میں مولانا وحید الزماں کے تذکرے سے سرشار فرماتے ہیں، اس میں مولانا وحید الزماںؒ رقم طراز ہیں:

''آپ کی تالیف لطیف کے ایک حصہ کا مطالعہ کیا، جب مؤلف ہی ثقہ اور قابل تعریف واطمینان ہے تو بلاشبہ تالیف بھی ایسی ہی ہوگی۔''

اندازہ لگائیے جن کی تالیف کے خود مولانا وحید الزماںؒ حامد ہوں، ان کے افادات کو ''افکارِ پریشاں'' کے نام سے چھاپنے والے مجلس معارف کاپودرا کے احباب مبارک باد کے مستحق کیوں نہ ٹھہریں۔ کتابت کی اغلاط ہماری کوتاہ نظری کی نذر ہوگئیں۔ پہلے ہمارے ''افکارِ پریشاں'' تھے، افکارِ پریشاں پڑھنے کے بعد ''پری شان'' ہوگئے ہیں، قبل اس کے کہ صدائے دل پڑھنے والے افکار پریشاں بھی سمیٹ لیں، مجلس معارف کاپودرا، وایا انکلیشور، ضلع بھروچ گجرات انڈیا سے رجوع کریں یا پھر مکتبہ سعیدیہ ترکیسر ضلع سورت گجرات، انڈیا کو خط لکھ کر منگوالیں۔

☆☆☆☆☆

تبصرہ درماہنامہ ''حرا کا پیغام''

''افکار پریشاں'' رئیس الجامعہ دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم کے مختلف علمی، ادبی، اصلاحی اور تحقیقاتی مضامین کا مجموعہ ہے، جو ۳۸۴صفحات وخوب صورت ٹائٹل مجلداور پچیس متفرق ومتنوع علمی،فکری،دعوتی،فنی،تاریخی،ادبی وثقافتی عناوین پر مشتمل ہے۔

ایسے مضامین کی تے اسی شخص کاقلم کرسکتا ہے جسے عربی زبان کاذوق ہو، عربی ادباوشعرااوران کے کلام کےحسن وقبح پر گہری نظرہو،فارسی زبان اوراس کی نکتہ آفرینوں کاواقف کارہو،فکری وتحریکی شخصیات کی خدمات کابصیرت مندانہ جائزہ لیاہو،قدیم وجدید نصاب تعلیم ونظام تعلیم اورمشرقی علوم ومغربی علوم کوقریب سے دیکھاہو،قرآن وحدیث کاسرسری مطالعہ نہیں بل کہ اس میں عمربسر کی ہو،جس کا تحقیقی ذوق ہو،نشیمن پرنشیمن تعمیرکرنے کی دھن ہواوردعوت فکروعمل کے لیے اسے آشیانہ بنانے کی فکرنہ ہواوراسے دلِ دردمندوزبانِ ہوش منددونوں سےنوازا گیاہو۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کوحق تعالیٰ شانہ نے ایسی ہی گوناگوں صفات سےنوازاہے۔وہ قدیم وجدید کاسنگم ہیں، ہرمکتبۂ فکرکی اچھائیوں کاعالی ظرفی سے استقبال کرتے ہیں،انہوں نے قدیم سرمایہ کوبھی کھنگالا ہے، جدید تہذیب کوبھی

قریب سے دیکھا ہے، مغربی تمدن سے بھی انہیں واسطہ پڑا ہے اور مشرقی ثقافت تو ان کے گھر کی اصیل ہے۔ آپ نے جدید نظریات اور نئے کتب خانوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ علم وتحقیق کے میدان میں بھی انہوں نے نئے افق تلاش کیے ہیں اور زبان وبیان کی وسعت ورعنائی میں بھی منفرد مقام رکھتے ہیں۔

آپ کا اسلوب سادہ وپُرکشش، جس میں دعوتی مٹھاس، دردانگیزی، فکری، شعور اور الفاظ کی آمد آمد ہے۔ مضامین چشم کشا، بصیرت افروز اور ان میں دعوت کا درد بھی پنہاں ہے اور علمی موشگافیوں وتحقیقی نکتہ سنجیوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بہت سی زبانوں پر انہیں دست رس ہے، فارسی زبان جس میں ملت کا بیش تر علمی وادبی سرمایہ ہے، اس سے بھی آپ کو حظ وافر ملا ہے۔

حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے ملفوظات اور فارسی ادب پر بہت خوب تبصرہ فرمایا اور آج کے مدارس عربیہ کا بھی رونا رویا ہے۔ عربی کے اساتذہ اور شعرا پر بھی آپ نے بہت لکھا ہے جو آپ کے ادبی ذوق کا پتہ دیتا ہے۔ ادبی ذوق اور زبان وقلم کی رعنائی سے بڑھ کر جو قلب کی وارفتگی اور نئی نسل کے لیے جو فکر وعمل کی راہ اور پوری امت کے لیے جو ایک دعوت ہے اور یہی سب سے زیادہ قیمتی اثاثہ ہے۔

ابن حنبلؒ کی شخصیت کا پہلو ہو یا ابوالفتح البستی کے قصیدہ کا ترجمہ، ملفوظات کے ادبی ذوق کی چاشنی ہو یا شیخ الہندؒ کی تحقیقات، حضرت مولانا علی میاں مرحوم کے افکار وخیالات کا عکس ہو، یا ان کے سفرنامے کی وجدانی کیفیات، کتب خانوں کی سیر ہو، یا فرزدق کا ادبی جاہ وجلال، اپنے یورپ وامریکہ کے دعوتی اسفار ہوں یا

ہندوستان کے مراکز اور یہاں کے بزرگوں سے ملاقات کا سلسلہ، ہر جگہ آپ کے قلب وقلم کا ایمانی ودعوتی آبشار دلوں میں کہربائی قوت وطاقت پیدا کرتا ہے۔ اورآپ چاہتے ہیں کہ دعوت کی صدائے بازگشت دلوں سے جاٹکرائے اور وہ مادیت ولذیت کی چمک ودمک سے روحانی بیداری اور اسلامی انقلاب کی طرف لوٹ آئیں۔ مومن ادیب کے سفرنامہ کے جو اقتباسات جمع کیے ہیں وہ آپ کے فکری اضطراب کی عکاسی کرتے ہیں، بحری جہاز کے سفر کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''ایک مصری دوست نے فجر کی اذان دی، صبح کے تڑکے میں یہ پہلی حق کی آواز تھی جو جہاز وسمندر کی پُرسکون وخاموش فضا میں گونجی، یہ وہی آواز تھی جس نے کبھی سارے عالم کو بیدار کیا تھا، بحر وبر میں زندگی کی روح پھونک دی تھی؛ مگر اس وقت یہ آواز جہاز کے مسافروں کو بھی نہ جگا سکی جو بہت تھوڑے تھے۔ کتنی دل خراش حقیقت ہے کہ اذان آج اپنی قوت، طاقت اور دلوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت اس حد تک کھو چکی ہے۔ اس کی روحانی طاقت وتاثیر کو سب سے زیادہ جس نے کمزور اور بے اثر کیا وہ مغرب کی مادیت ہے، جس کو دین وعقیدہ اور نماز وعبادت کے سوا تمام چیزوں میں کامیابی کی منزلیں نظر آتی ہیں، یہ مادیت اس کی قائل نہیں کہ نماز نیند سے بہتر ہے۔'' (ص۲۶۶)

آپ نے مادی دعوت ہی کو اسلامی دعوت کا حریف قرار دیا ہے، اسی کا ایک اقتباس آپ نے نقل کیا:

''آج تمام دعوتیں سرد پڑ چکی ہیں، کمزور و بے روح ہوگئی ہیں، بس ایک

دعوتِ مادیت کا دور دورہ ہے، یہی دین اسلام کے جد جہد کرنے والے لشکر کا سب سے بڑا حریف ہے۔ اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ اپنی طاقت کو مضبوط بنائیں اور اس سے برسرِ پیکار ہونے کی تیاری کریں، اس سے آنکھیں ملانے بل کہ اس کی کلائی موڑنے کی علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تیاریاں کریں۔ اس کے بغیر ہمارے لیے ممکن نہیں کہ کما حقہ ہم اس پر اثر انداز ہو سکیں اور مادیت کے ان دبیز پردوں کو چاک کریں جو دل و نگاہ پر چھا چکے ہیں، ہم مؤثر دینی شخصیت اور مسحور و مسخر کرنے والی روحانی قوت ہی سے اس پر غالب آ سکتے ہیں۔''

اپنے پیش لفظ میں آپ نے لکھا ہے: ''ناچیز نہ تو مصنف ہے، نہ محقق اور ان مضامین میں نہ کوئی نادر تحقیق ہے اور نہ کوئی جدید علمی بحث''، یہ آپ کی تواضع ہے۔ مضامین کو پڑھتے وقت محسوس ہوتا ہے کہ بہت سی کتابوں کا خلاصہ ایک مضمون میں پیش کیا ہے اور ایک ہی مضمون میں بہت سے اقتباسات سے کتابوں پر گہری نظر اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

مضامین کے مجموعہ کا نام ''افکار پریشاں'' رکھا ہے، مبصر کی رائے یہ ہے کہ اس کا نام علم و تحقیق کا مرغزار، یا دعوت فکر و عمل کا سدا بہار گلدستہ ہونا چاہیے۔ کتاب پڑھنے کے لائق ہی نہیں بل کہ ہر شخص کے ہاتھ میں یہ کتاب اس کی زندگی کے لیے ترقی کا زینہ اور دعوت و تحقیق کے لیے نئی شاہ راہ متعین کرے گی۔

☆☆☆☆☆

تبصرہ از: حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب مدظلہ

مدیر ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی

حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب ہندوستان کے مشہور اہلِ قلم بزرگوں میں سے ہیں، گجرات انڈیا کے معروف دینی ادارے ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' کے رئیس ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ان کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، یہ مضامین انہوں نے مختلف اوقات میں لکھ کر مجلّات ورسائل میں شائع کرائے ہیں، اس مجموعہ میں تقریباً پچیس مضامین آ گئے ہیں۔ چند اہم مضامین کے عنوانات یہ ہیں: ملفوظاتِ حکیم الامتؒ اور فارسی ادب، حکیم الامتؒ کے ادبی خطوط، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے پہلے گجرات میں علم حدیث، امام احمد بن حنبلؒ اور ان کی کتاب، شیخ الہندؒ کی علمی اور ادبی خدمات، ماضی وحال کے اہم کتب خانے، سفرنامۂ امریکہ، مروجہ تعلیمی نظام پر ایک نظر......

مولانا کا اسلوب تحریر جاذب اور دل کش ہے اور اس میں زبان وادب کی چاشنی قاری کو جگہ جگہ محسوس ہوتی ہے، یہ کتاب عمدہ کاغذ میں اعلیٰ معیار طباعت کے ساتھ چھپی ہے۔

☆☆☆☆☆

پیش لفظ

(برطبع اول)

الحمد لله الذي علم الإنسان ما لم يعلم، والصلاة والسلام علىٰ نبيه الأكرم، وعلى اله وصحبه أجمعين.

ناچیز نہ تو مصنف ہے نہ محقق، البتہ کبھی کبھی کوئی مضمون کسی خاص مناسبت اور کسی خاص موقع پر سمجھ میں آتا ہے تو چند سطریں لکھ کر ماہانہ یا ہفتہ واری رسائل میں ارسال کردیتا ہے۔

پیش نظر مضامین ملک کے معروف مجلّات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے، بعض مخلص احباب اور عزیزوں کی یہ رائے ہوئی کہ ان متفرق مضامین کو جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کردیا جائے؛ تاکہ یہ مجموعہ محفوظ ہو جائے۔

ان مضامین میں نہ تو کوئی نادر تحقیق ہے اور نہ کوئی جدید علمی بحث: بل کہ یہ عام ''خواطرات'' ہیں جن کو حسب موقع تحریر میں لایا گیا۔

اس کے ساتھ چند مختصر رسائل کو بھی اس مجموعہ میں شامل کردیا گیا ہے جو شاید طالبانِ مدارسِ عربیہ کے لیے مفید ہو سکتے ہیں، خصوصاً علامہ ابوالفتح علی بن محمد بن حسین البستیؒ (۳۳۰.....۴۰۰ھ) کے بہت ہی قیمتی اشعار؛ نیز دنیا کے کتب خانوں میں عربی مخطوطات کی نشان دہی اہلِ علم واصحابِ تحقیق کے لیے کارآمد چیز ہے۔

اگراس مجموعہ میں قارئین کوکوئی مفید چیزمل جائے تو یہ توفیق الٰہی کاثمرہ ہے، اوراگراس میں کوئی غلطی ہےتواس ناچیزکی کم علمی اوربے بضاعتی پرمحمول فرماکراصلاح کی کوشش کریں۔

اب یہ مجموعہ جب طباعت کے لیے تیارہواہےتو میرےعزیزاورقابلِ قدر برادر جناب شبیراحمداسماعیل لولات صاحب(۱) مقیم حال لوساکازامبیا کاشکریہ اداکرنا اپنافرض سمجھتاہوں،جنہوں نے طباعت کے جملہ مصارف اپنے ذمے لےکرمخلصانہ تعاون فرمایااوراس طرح علمی کام کرنے کی ہمت افزائی فرمائی۔

فجزاهم الله أحسن الجزاء!

نیزعزیزان گرامی مولوی محمدادریس جیتالی فلاحی سلمہ(۲) اورمولوی ....

(۱) جناب شبیراحمد بن اسماعیل لولات صاحب زیدہ مجدہٗ، کاپودرہ ضلع بھروچ کے باشندے ہیں، زامبیا میں مقیم ہیں، دین دارومخیرؔ آدمی ہیں، شیخ طریقت حضرت مولانا محمدقمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم کے مجازِ بیعت بھی ہیں۔ حضرت مفکرِ ملت نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ تاحیات محبت کاتعلق رکھااورآپ کی کتابوں کوللہ فی اللہ شائع فرماکرعام فرمایا۔ اسی طرح حضرت مولانا محمدقمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم، حضرت مولاناسلیم صاحب دھورات دامت برکاتہم وغیرہ اکابرکی کتابوں کوانگریزی زبان میں منتقل فرماکرشائع کرنے کے خاص ذوق کے حامل ہیں،اب تک تقریباً ۸۳رکتابیں انگریزی زبان میں منتقل کرواچکے ہیں،اس کے علاوہ بیسیوں کتابیں شائع فرماچکے ہیں،اکابرعلمائے دیوبند کوبڑی محبت سے زامبیامدعوفرماتے ہیں،ان کی خدمت کی سعادت حاصل کرکےسعادتوں کاذخیرہ جمع فرمارہے ہیں؛ نیز برصغیرکےتمام اکابرعلماسےتعلق ہے،'القمرپبلی کیشن' کے نام سے ایک ویب سائٹ بھی جاری فرمائی ہے،جس کے ذریعہ دنیاکےتقریباً ۱۸۰رملکوں کےلوگ وابستہ ہیں۔آپ لوساکامسلم سوسائٹی اورلیسیف مسلم اسکول کےٹرسٹی اور بوہرہ سنی سوسائٹی کے سرپرست ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی تمام مساعئ جمیلہ کوشرفِ قبول بخشے اور ہمہ جہتی خیروبرکات سے مالامال فرمائے۔آمین!

(۲) حضرت مولاناادریس صاحب پٹیل جیتالی ضلع بھروچ میں دسمبر۱۹۵۳ء میں پیداہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل فرمائی، دارالعلوم فلاحِ دارین میں ایک طویل عرصہ گزارکر۱۹۷۶ء میں سندِفضیلت حاصل فرمائی۔حضرت =

......فضل محمود بمبوی فلاحی سلمہ(۱) اور مولانا محمد یوسف ٹنکاروی فلاحی زید فضلہ(۲) کا بھی

مسیح الامتؒ اور حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ سے نہ صرف بیعت بل کہ عشق کا تعلق رہا ہے۔ حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کا بھی خصوصی اعتماد حاصل کیا۔ حضرت مفتی صاحب کی سرپرستی میں ایک لمبے عرصے تک ''گجرات دینی تعلیمی بورڈ'' کے سکریٹری رہے، اِس کے علاوہ ''انجمن معین المسلمین'' کے معزز رکن، دارالعلوم مدنی دارالتربیت کرمالی کے رکنِ اساسی اور ''انجمن خدام المسلمین'' کے بانی وصدر ہیں۔ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ میں ایک سال ریاض الصالحین اور ترجمہ کی تدریس بھی فرمائی ہے۔ فی الحال انکلیشور میں مقیم ہیں اور دکان کرتے ہیں۔ آپ نہایت علمی ذوق کے حامل ہیں، آپ نے نادر اور نایاب کتب کا ذخیرہ نہ صرف یہ کہ جمع کیا ہے بل کہ اس کا ایک ایک حرف چاٹ لیا ہے۔ اگر چہ مدارس سے تدریس کا رسمی تعلق نہیں ہے لیکن علوم ونکات ذہن میں ہر وقت تازہ ہیں۔ حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ کے علوم کی نشر واشاعت میں گراں قدر مساعی مبذول فرمائی ہیں۔ حضرت مرحوم کی طرف سے آپ کو حدیث شریف اور تفسیر کی خصوصی اجازت بھی حاصل ہے۔ آپ کے پاس حضرت کے تفسیری دروس کیسٹ کی شکل میں موجود ہیں، اللہ کرے آپ اُن کی اشاعت کی طرف توجہ دیں تو اساتذہ وطلبہ کے لیے نہایت مفید ثابت ہوں گے۔ مولانا کو شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الٰہ آبادی مدظلہٗ کے مجازِ صحبت ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ احقر نے آپ جیسے کتابوں کے شوقین کم دیکھے ہیں۔ کبھی کبھی صحبت میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے۔ ع بہت لگتا ہے جی صحبت میں اُن کی

(۱) حضرت مولانا فضل محمود صاحب مدظلہٗ بمبئی کے باشندے ہیں، دارالعلوم فلاحِ دارین کے فاضل ہیں، کچھ مدت فلاحِ دارین میں تدریسی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ فی الحال جامعہ رحمانیہ کھامبیا عالی پور میں حدیث شریف کی خدمت کے ساتھ ساتھ انتظامی لائن سے بھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم کے مجازِ بیعت ہیں۔ آپ کے قلم سے متعدد کتابیں مرتب ہو کر خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے۔ آمین!

(۲) حضرت مولانا یوسف بن ابراہیم پٹیل صاحب ٹنکاروی دامت برکاتہم، ضلع بھروچ کے قصبہ ٹنکاریہ (مصطفیٰ آباد) کے باشندے ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں ولادت ہوئی، مدرسہ قوۃ الاسلام ٹنکاریہ میں ابتدائی تعلیم حاصل فرمائی، ۱۹۷۹ء میں فلاحِ دارین سے سندِ فضیلت حاصل فرمائی، بعدہٗ سہارن پور جا کر مکرر دورہ پڑھنے کی سعادت حاصل فرمائی، دوسرے سال افتا کی مشق کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ، حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ، حضرت شیخ محمد یونس صاحبؒ، حضرت مفتی یحییٰ صاحب وغیرہ جبال العلم ہیں۔ حضرت مسیح الامتؒ سے اصلاحی تعلق کے بعد حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ کے مجازِ صحبت قرار پائے۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ محمد یونس صاحب =

ممنون ہوں کہ ان تینوں عزیزوں نے اس کی کتابت، ترتیب وطباعت کے کام میں پوری توجہ فرما کر قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں(۱)۔ اللہ رب العزت ان سب حضرات کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

دعا ہے کہ اللہ رب العزت جو کچھ کام ہوا ہے اس کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور زندگی کے آخری لمحہ تک اس کی رضا مندی کے کاموں میں مشغول رکھے۔

وهو الموفق للصواب، و إليه المرجع والمآب. وصلى الله على رسولنا و نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وعلى اله و أصحابه أجمعين!

والسلام......احقر عبد اللہ غفرلہ کاپودروی/ ۲۵ر محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

= جون پوریؒ کے اخص خلفا میں سے ہیں۔ حضرت شیخ جون پوریؒ کو آپ پر غایت درجہ اعتماد تھا جو کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ ۱۹۸۲ء میں فلاحِ دارین میں تقرر ہوا، درجۂ فارسی وابتدائی عربی کی کتابوں سے تدریس کا آغاز فرمایا۔ آج کل الحمد للہ! فلاحِ دارین کی مسندِ شیخ الحدیث کو رونق بخش رہے ہیں۔ دورانِ تدریس حضرت قاری انیس احمد خان صاحبؒ سے سبعہ و عشرہ کی تکمیل فرمائی۔ حضرت جون پوریؒ کے علاوہ حضرت مفکرِ ملت نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا منیر احمد صاحب ممبئی دامت برکاتہم سے بھی اجازتِ بیعت حاصل ہے۔ خاموش طبع، متواضع، امت کے لیے دلِ دردمند کے حامل، طلبہ پر مشفق اور بحرِ تدریس کے شناوَر ہیں؛ چوں کہ نیچے سے لے کر اوپر تک اکثر کتابیں پڑھا چکے ہیں اس لیے ٹھوس صلاحیت کے مالک ہیں۔ آپ کے دروس میں حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ کے درس کا تحقیقی رنگ جھلکتا ہے۔ فنِ حدیث وتفسیر سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، انشاء اللہ! مستقبلِ قریب میں حضرت دامت برکاتہم کے حواشیِ جلالین طبع ہو کر قارئین کی آنکھوں کا سرمہ ثابت ہوں گے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ ارتحال کے بعد دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر کی مسجد میں خانقاہی نظام جاری فرمایا ہے۔ شعر گوئی اور تحریر وانشا کا بھی صاف ستھرا ذوق پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں بعافیت برکت عطا فرمائے اور یہ آبشارِ علم پوری قوت کے ساتھ رواں دواں رہے۔ آمین!

(۱) افکارِ پریشاں جلد اول کی ترتیب وطباعت کا کام مذکورہ حضرات نے کیا تھا، اللہ تعالیٰ اِن حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس سلسلے میں پیش قدمی فرما کر بہت سے مضامین ومقالات کی حفاظت کا سامان فرمایا۔

قلم گوید کہ من شاہِ جہانم
قلم کش را بدولت می رسانم

مخدوم العلما حضرت مولانا **عبداللہ** صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ

کے

رشحات قلم

جومختلف علمی مذاکروں اوررسائل کے لیے لکھے گئے۔

بابِ اول

مقالات ومضامین

(اردو)

قرآن کریم سرچشمۂ ہدایت

ہر صاحبِ عقل پر یہ بات واضح ہے کہ انسان کا وجود جسم اور روح سے مرکب ہے۔ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے، اس نے انسانی جسم کی نشو ونما اور اس کی پرورش کے لیے جس طرح زمین پر مختلف نباتات پیدا فرمائے، پانی کا نظم فرمایا، سورج کی روشنی اور چاند کی ضیا عطا فرمائی؛ اسی طرح اس رب العالمین نے اس کی روح کی پرورش کے لیے ہر دور میں اپنے مخصوص بندوں کے ذریعہ وحی کا سلسلہ قائم فرما کر روح کی تازگی کا سامان بھی پیدا فرمایا۔

اس کائناتِ رنگ و بو میں جب بھی انسانی روح دنیوی آلائشوں میں پھنس کر کمزور ہو گئی، تو اس کی رحمتِ عالم جوش میں آئی اور اپنے مقدس بندوں کے ذریعہ آسمانی صحف اور کتابیں نازل فرما کر اس کو راہِ نجات بخشی۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت رسولِ پاک محمد بن عبداللہ القریشی الہاشمی خدا تعالیٰ کے وہ آخری پیغمبر ہیں جن پر انسانیت کی ہدایت کا سب سے عظیم اور آخری پیغام آیا ہے؛ جسے ہم قرآنِ کریم کہتے ہیں۔

یہ آخری کتاب جس کو خود قرآنِ کریم ''الکتاب'' سے تعبیر کرتا ہے، قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت کے لیے کافی وشافی ہے۔ دنیا میں بسنے والی قومیں ان کا

تعلق کسی خطے سے ہو، وہ کسی نسل و زبان سے نسبت رکھتی ہوں، ان کی نجات اسی کتابِ ہدایت کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے پر منحصر ہے۔

دنیا میں جب بھی انسانوں کا تعلق اس کتابِ ہدایت کے ساتھ مضبوط ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ انسانوں کے اس گروہ کو بلندی عطا فرماتے ہیں۔ اور جب انسان اپنا رشتہ اس ہدایت سے توڑ لیتا ہے تو وہ پستی اور ذلت کی راہ پر پڑ جاتا ہے۔ یرفع بهذا الكتاب أقوامًا و يضع به آخرين (۱) اس پر شاہد ہے۔ ہمارے دور کے ایک معروف صاحبِ قلم تحریر فرماتے ہیں:

''قرآن کی یہ خصوصیت حیران کُن ہے کہ اس میں بیک وقت علوم عقلی اور علومِ روحانی و اُخروی دو پُر زور دریاؤں کی طرح پہلو بہ پہلو جوش مارتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اس میں سَمُندر کی سی گہرائی اور عمق ہے، اس میں سَمُندر کے موتیوں کی سی نفع رسانی اور آب و تاب ہے۔ اس میں شکوک و شبہات کو بہالے جانے والی روانی اور قوت ہے۔ اس میں بے تکان مسلسل بڑھتے چلے جانے کی رعنائی، خوبی اور لذت ہے۔

اس عظیم اور بھاری بھرکم کتاب میں حفظ ہو جانے اور دل و دماغ میں اتر کر سرایت کر جانے کی خوبی ہے۔ اس کی ہدایت کسی کے لیے خاص نہیں ہے، سب کے لیے عام ہے، اس کے ارشادات محدود نہیں غیر محدود ہیں۔ یہ فطرتِ انسانی کے عین مطابق اور اس کے پاکیزہ تقاضوں کی حامل ہے۔ اس میں کسی نسل، قوم یا علاقے کی محدودیت نہیں ہے، یہ کسی گروہ کو خدا کی بندگی سے ازلی طور پر خارج نہیں کرتی اور نہ کسی گروہ کو ازلی طور پر خدا کی محبوبیت کا مصداق قرار دیتی ہے۔

(۱) مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن، الرقم: ۱۳۵۳

یہ وہ کتاب ہے جس نے رنگ وقومیت اور ملک وملت کے امتیازات سے بالاتر ہوکر ساری دنیا کو اپنا فیض پہنچایا۔ اس کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ تمام الٰہی مذہب کی پاکیزہ تعلیمات کی تائید کرتی ہے اور ان کو بہتر صورت سے پیش کرتی ہے'' (۱)۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں مسلمانوں کی دینی غفلت اور دنیوی پستی پر جن بزرگوں نے غور وفکر فرمایا، ان میں مجددِ وقت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ذاتِ گرامی منفرد حیثیت کی مالک ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے امتِ مسلمہ کو رجوع الی الکتاب والسنۃ کی پُرزور دعوت دی، اور باوجود اپنے دور کے بعض کوتاہ فہم علما کی مخالفت کے قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کا عظیم کام شروع فرمایا؛ تاکہ امت کو اس کتاب سے جوڑا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ ''فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن'' میں رقم طراز ہیں:

''دریں زمانہ کہ ما درانیم، و دریں اقلیم کہ ما ساکنِ آنیم، نصیحتِ مسلماناں اقتضاء می کند کہ ترجمۂ قرآنِ عظیم بزبانِ فارسی سلیس و روز مرۂ اقلیمِ متداول، بے تکلفِ فضیلت نمائی، و بے تصنعِ عبارت آرائی، بغیر تعرضِ قصصِ مناسبہ، وبغیر ایرادِ توجیہاتِ منشعبہ تحریر کردہ شود'' (۲)۔

''حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہم جس ملک اور جس دور میں رہتے ہیں، مسلمانوں کی خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا سلیس اور بامحاورہ فارسی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ جس میں نہ تو اپنی علمی فضیلت کی نمائش ہو، نہ عبارت آرائی ہو، اور نہ قصہ کہانیوں کی طوالت، اور نہ مختلف توجیہات کی تفصیلات''۔

(۱) رسولِ اکرمؐ کی حکمتِ انقلاب: ص۳۷۲، از اسعد گیلانی (۲) فتح الرحمٰن مع جواہر القرآن: ص۵۳

چناں چہ حضرت شاہ صاحبؒ نے بہترین ترجمہ کر کے شائع فرمایا۔ پھر ان کے فرزندگان گرامی شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادرؒ کی اپنی فراست نے محسوس فرمایا کہ آیندہ اس ملک میں فارسی ختم ہوجانے والی ہے، تو انہوں نے اپنے دور کی ٹکسالی اردو- جو ہندی مسلمانوں کی عام فہم زبان تھی- میں قرآن مجید کا ترجمہ فرمایا؛ تاکہ امتِ اسلامیہ اس کتابِ ہدایت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھ سکے۔

اس کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے بھی قرآن مجید کے مضامین کو امت تک پہنچانے کی فکر فرمائی، اور از سر نو قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر حواشی کا کام شروع فرمایا۔ اسی فکر کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ وغیرہم علما نے اپنا کر قرآنِ پاک کے تراجم اور سادہ تفسیر کی طرف توجہ فرمائی۔

ہمارے آخری دور میں مولانا ادریس کاندھلویؒ کی ''معارف القرآن'' اور مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کی ''معارف القرآن'' بھی اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں۔

ہمارے ان اکابرین کے افکار اور اعمال ہمیں راہ بتا رہے ہیں کہ آج بھی امت کی اصلاح کی بہترین راہ ان کو قرآن مجید سے وابستہ کرنے اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔

تاریخ کی شہادت بھی یہی ہے، قرآنی علوم سے دوری سے قومیں بدعات اور گمراہیوں میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ توحید کا صحیح مفہوم اور یومِ آخرت والا یقین قرآن کریم کے علاوہ کسی اور کتاب سے نہیں سمجھ سکتے۔

دیکھئے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ 'دیباچۂ موضح القرآن' میں تحریر فرماتے ہیں:

''بعد ازیں سننا چاہیے کہ مسلمان کو واجب ہے کہ اپنے رب کو پہچانے، اور اس کی صفات جانے، اور اس کے حکم معلوم کرے، اور مرضی اور نا مرضی تحقیق کرے، کہ بغیر اس کے بندگی نہیں۔ اور جو بندگی نہ بجالاوے وہ بندہ نہیں، اور اللہ سبحانہ کی پہچان آوے بتانے سے۔ آدمی پیدا ہوتا ہے، محض نادان، سب چیز سیکھتا ہے سکھانے سے۔ اور بتانے سکھانے والے ہر چند تقریریں کریں، اس برابر نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ بتایا، اس کے کلام میں جو ہدایت ہے، دوسرے میں نہیں (۱)۔

ملاحظہ فرماویں کس قدر سادہ زبان میں قرآن مجید کے علوم کے سمجھنے کی ضرورت اور اہمیت کو بیان فرمادیا ہے۔ عین خوشی ہے کہ اسی عظیم الشان کام کی تکمیل کے لیے ہمارے گجرات کے مشہور عالم مولانا عبدالاحد صاحب (۲) فاضلِ دیوبندکئ

(۱) دیباچۂ موضح القرآن مع جواہر القرآن: ص ۵۷

(۲) حضرت مولانا عبدالاحد صاحب تاراپوریؒ کی ولادت ۱۹۳۴ء میں تاراپور ضلع کھیڑا میں ہوئی۔ آپ کے والد حضرت مولانا غلام نبی تاراپوری صاحبؒ جامعہ تعلیم الاسلام آنند کے بانی اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوریؒ کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل فرمائی، متوسطات کی تعلیم جامعہ حسینیہ راندیر اور جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں حاصل فرما کر دارالعلوم دیوبند کا رُخ فرمایا، جہاں چار سال قیام فرما کر اساطینِ علم وفن سے کسبِ فیض کیا، جن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ، علامہ بلیاویؒ اور حضرت حکیم الاسلامؒ وغیرہ اکابر قابلِ ذکر ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے پنجاب یونی ورسٹی، نیز جامعہ ملیہ دہلی اور علی گڑھ سے ایم اے کیا۔ آپ نے بریلی کے عربی مدرسہ سے حدیث شریف کے درس کا آغاز فرمایا۔ دارالعلوم تاراپور سمیت متعدد دینی مدارسِ عربیہ کے بانی، مہتمم اور سربراہ تھے، سالوں تک دارالعلوم تاراپور کے شیخ الحدیث رہے۔ ملت ویلفیئر دواخانہ کھمبھات کے ڈائریکٹر، حکیم الامت اکیڈمی کے سربراہ، ماہنامہ 'تبلیغ' گجراتی اور ماہنامہ 'صوت القرآن' اردو احمد آباد کے مدیر اعلیٰ، شاہ وجیہ الدین اکیڈمی کے بانی 'صدر اور آل انڈیا ملی کونسل کے نائب صدر تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، جن میں شرح بخاری شریف، شرح شمائل ترمذی اور معجزہ شق القمر قابلِ ذکر ہیں۔ محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کے مجازِ بیعت تھے۔ ۲۰۱۶ء میں انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین!

سال سے قرآن مجید کے علوم کے پھیلانے میں رات دن مصروف ہیں۔ تاراپور کے دارالعلوم کے ساتھ ساتھ احمد آباد- جو ایک طویل عرصے تک علمِ قرآن وحدیث کا عظیم مرکز رہا ہے- کی سرزمین پر تفسیر قرآن کی تعلیم وتدریس کے لیے ایک مستقل درسگاہ کی بنیاد ڈال چکے ہیں۔

اور اب ''صوت القرآن'' نامی مجلّے کی اشاعت کا بیڑا بھی اٹھا رہے ہیں، یقیناً یہ سارے اعمال ہمارے اسلاف کے جذبات اور ان کے صحیح فکر کے مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مدظلہ کی ہر طرح نصرت فرماوے، اور امت کو ''صوت القرآن'' کے ذریعے فیض اٹھانے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین!

مسلمانوں کو یہ بات برابر سمجھ لینی چاہیے کہ ہماری دینی و دنیوی کامیابی کا دارومدار اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے ؎

مپندار سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح اتباع قرآن کریم اور سنتِ راشدہ کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ حکیمِ مشرق اقبالؒ نے جو کہا تھا کہ ؎

دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

تو دل ونگاہ کو تو قرآن وحدیث ہی مسلمان بنا سکتے ہیں۔

اس دورِ الحاد میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کی موجودہ دور کی ذہنیت کو پیشِ نظر رکھ کر تشریح کرے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم کی

طرف لے جائے۔

اگر در دل جہانے تازہ داری بروں آور
کہ افرنگ از جراحت ہائے پنہاں بسمل افتاد است (۱)

(زبورعجم)

یورپ نے انسانی بھلائی کے جوبھی نظام بنائے وہ تجربے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ جمہوریت، اشتراکیت، مادیت، آمریت سب انسانوں کے لیے مصائب کے انبار لائے ہیں۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اس لیے مسلمانوں کو آگے بڑھ کر نسخۂ شفا قوموں کے سامنے پیش کرنا چاہیے، یورپ جو زخموں سے تڑپ رہا ہے، اس کے لیے مرہم مسلمانوں کے پاس ہے۔اللہ تعالیٰ سب کوتوفیق عطا فرمائے۔آمین!

’’آپ فرما دیجیے یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یہ کتابِ برحق آچکی، اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا، اپنے لیے کرے گا، اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال بھی اسی پر ہوگا،تم ان کے ذمہ دار نہیں‘‘۔

(سورۂ یونس علیہ السلام: آیت ۱۰۸)

حکیمِ مشرق علامہ اقبالؒ نے قرآن مجید کے بارے میں کیا خوب فرمایا ؎

تو ہمی دانی کہ آئینِ تو چیست؟ زیرِ گردوں سرِّ تمکینِ تو چیست

(۱) ترجمہ: اگر تیرے پاس نئی دنیا ہے تو پیش کر، اس لیے کہ مغرب اپنے زخموں سے چور ہو کر تڑپ رہا ہے۔

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم — حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات — بے ثبات از قوّتش گیرد ثبات
حرفِ اورا ریب نے، تبدیل نے — آیہ اش شرمندۂ تاویل نے
پختہ تر از سودائے خام از زورِ او — درفتد باسنگ جام از زورِ او
می برد پابند و آزاد آورد — صید بنداں را بفریاد آورد
نوعِ انسان را پیامِ آخریں — حاملِ او رحمۃ للعالمین
رہزناں از حفظ او رہبر شدند — از کتابے صاحبِ دفتر شدند
دشت پیمایاں ز تابِ یک چراغ — صد تجلی از علوم اندر دماغ
گر تو می خواہی مسلماں زیستن — نیست ممکن جز بقرآں زیستن (۱)

---

(۱)اسرار و رموز: ص۱۲۱، ۱۲۲

نوٹ: زیرنظر مضمون ربیع الاول ۱۴۲۰ھ مطابق جون ۱۹۹۹ء میں صوت القرآن احمد آباد میں شائع ہوا تھا۔

غریب القرآن کی چند مشہور کتابیں اور ان کے مؤلفین

الحمد للّٰه رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، وعلی اٰله وأصحابه أجمعین.

حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قابل قدر ''لغات القرآن'' کے مقدمے میں تحریر فرمایا ہے:

''قرآن مجید کے سمجھنے کے لیے سب سے پہلی ضرورت الفاظ قرآنی کے معنی جاننے کی ہے، عربی زبان میں اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بڑے بڑے ائمہ لغت، زجاج، فرّا، اخفش، ابوعبیدہ، ابن قتیبہ، ابوعمر وزاہد، ابن درید، ابوبکر ابن الانباری، راغب اصفہانی، ابوحیان اندلسی وغیرہ نے اس فن پر بیش بہا اور گراں قدر تصنیفات یادگار چھوڑیں۔

ان کتابوں میں اب امام راغب اصفہانی کی ''مفردات'' کے علاوہ تقریباً تمام کتابیں ناپید ہیں'' انتہیٰ کلامہ![1]

---

(۱) لغات القرآن: ۱/۳، ط. دارالاشاعت کراچی

مگر حال ہی میں ڈاکٹر محمد التونجی کی کتاب "المعجم المفصل في تفسير غريب القرآن" شائع ہوئی ہے۔ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

فاضل مؤلف نے اپنے مقدمے میں "غریب القرآن" کے مصنّفین اور ان کی تالیفات کا بھی مختصر ذکر کیا ہے، جس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس فن کی بہت سی کتابیں اب زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

چوں کہ مدارس اسلامیہ کا اصل مقصد قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھنا ہے؛ اس لیے طلبۂ عزیز کا ایسی کتابوں سے واقف ہونا جن سے قرآن فہمی میں مدد ملے بہت ضروری ہے۔ بے شک مفردات امام راغب معروف اور متداول کتاب ہے؛ مگر دیگر علما کی کتابوں سے استفادہ کرنے سے مزید علمی ترقی ہوتی ہے، اس لیے اس فن کی جو کتابیں طبع ہو گئی ہوں ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اسی مقصد کے پیش نظر ڈاکٹر محمد تونجی کے قیمتی مقدمہ کا خلاصہ پیش کرتا ہوں، وباللہ التوفیق۔

غریب القرآن کا کیا مطلب ہے؟:

اس کا جواب امام ابو سلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"إنما هو الغامض البعيد من الفهم، كما أن الغريب من الناس إنما هو البعيد عن الوطن المنقطع عن الأهل". (۱)

---

(۱) كشف الظنون: ۲/ ۱۲۰۳

ڈاکٹر محمد تونجی یہ فرماتے ہیں کہ قرنِ اول سے ہمارے زمانے تک بے شمار کتابیں ہر فن میں لکھی گئیں، جس کا ذکر ''کشف الظنون'' وغیرہ کتابوں سے تفصیلاً معلوم ہوسکتا ہے؛ مگر چند بہت معروف اور مفید کتابیں یہ ہیں۔

(۱) ابن عباسؓ (م ۶۸ھ):

عبداللہ بن عباسؓ بن المطلب "حبر الأمة" سے مشہور ہیں، زمانۂ نبوت میں ان کی نشو ونما ہوئی، آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ سے مستفید ہوئے اور آپ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں، آخری عمر میں مکفوف البصر ہو گئے تھے، طائف میں قیام پذیر ہوئے اور وہاں ہی ان کی وفات ہوئی۔

"هو أول من عرف عنه اشتغاله بغريب القرآن، و استشهاده بالشعر في فهم مفرداته الغريبة"، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: "نعم ترجمان القرآن ابن عباس"، عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ : "ما رأيت مجلسا كان أجمع لكل خير من مجلس ابن عباس...... الخ"۔

حضرت ابن عباسؓ ان صحابہؓ میں سے ایک ہیں جن سے لوگ غریب القرآن کے بارے میں سوال کرتے تھے؛ مگر ان کی یہ خصوصیت تھی کہ مفردات کے معانی کے سمجھانے کے لیے اشعار سے شواہد پیش فرماتے تھے، "إنه الوحيد الذي ربط معاني المفردات بالشواهد الشعرية"۔(۱)

---

(۱) مقدمه المعجم المفصل في تفسير مفردات القرآن: ٦٧

(۲) زید بن علی (م ۱۲۲ھ):

زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؒ جن کو شہید کہا جاتا ہے، بنی ہاشم کے مشہور خطیبوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، کوفہ میں قیام پذیر رہے۔ واصل بن عطا سے علمی استفادہ کیا، فقیہ بھی تھے، ان کی کتاب "مجموع في الفقه" مطبوع ہے۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "تفسیر غریب القرآن" بھی لکھی تھی جو ابھی مخطوطہ کی شکل میں ہے۔(۱)

(۳) ابان بن تغلب (م ۱۴۱ھ):

ابان بن تغلب بن رباح الجریری ابوسعید البکری کوفہ کے باشندے تھے، قاری، فقیہ اور لغوی تھے، بہت جلیل القدر اور عظیم المنزلت عالم تھے، انہوں نے بھی "الغريب في القرآن مع شواهد من الشعر" لکھی، حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے(۲)۔ ان کے بعد عبد الرحمٰن بن فہد الازدی الکوفی نے محمد بن سائب الکلبی، ابن روق، عطیہ بن حارث اور ابان کی کتاب کو جمع کر دیا، اور اس کتاب میں ان کے متفق علیہ اور مختلف فیہ اقوال کی بھی نشان دہی کر دی۔

(۴) مؤرج السدوسی (م ۱۹۵ھ):

مؤرج بن عمرو بن حارث بن بنی سدوس بن شیبان، عربی زبان اور انساب کے زبردست عالم تھے، بصرہ میں ولادت ہوئی، پھر بغداد میں مامون عباسی کے پاس پہنچے اور ان کے ساتھ خراسان کا سفر کیا، اس کے بعد فارس کے کئی شہروں کا سفر کیا، اور

(۱) المعجم المفصل: ۷ (۲) كشف الظنون: ۲/۱۲۰۷

تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔ان کی کتابوں میں "الأمثال، المعاني" بھی ہیں،ان کی کتاب "غریب القرآن" کا حاجی خلیفہ نے ذکر فرمایا ہے؛ نیز آپ عمدہ گوشاعر بھی تھے۔(۱)

(۵) الفراء (م۲۰۷ھ):

یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ الدیلمی بلاد دیلم -جو قزوین کے کنارے پر تھا- کے باشندے تھے،فراء سے مشہور تھے، چوں کہ عجیب وغریب علمی نکتے بیان کرتے تھے،اس لیے ان کو فراء کہا گیا،کوفہ میں علم نحو،لغت اورادب میں ان سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا، اعتزال کی طرف میلان رکھتے تھے۔ مامون نے اپنے لڑکوں کی تربیت کی ذمے داری ان کے سپرد کی تھی ،اس لیے زیادہ تر بغداد میں مقیم رہے،ان کی بہت سی کتابیں ہیں،مثلاً "المذكر و المؤنث، اللغات، ماتلحن فيه العامة، مشكل اللغة" اوران کی تصنیفات میں "معانی القرآن" بھی ہے جو تین جلدوں میں چھپ چکی ہے،اسی طرح ایک کتاب "الجمع والتثنية في القرآن" اور اختلاف أهل الكوفة والبصرة والشام في المصاحف" بھی ہے۔(۲)

(۶) معمر بن المثنی (۲۰۹ھ):

ابوعبیدہ معمر بن المثنی التیمی بالولاء بصرہ کے مشہور نحوی تھے،اورائمہ علم وادب میں ان کا شمار کیا جاتا تھا، رشید نے ۱۸۸ھ میں ان کو بغداد بلایا تھا، اباضی الشعوبی تھے،عربوں سے نفرت کرتے تھے۔ان کی تقریبا دوسو کتابوں کا ذکر ملتا ہے،جس میں

---

(۱) المعجم المفصل: ۸،کشف الظنون: ۱۲۰۷/۲ (۲) المعجم المفصل: ۸

"نقائض جرير و فرزدق" ماتلحن فيه العامة، أيام العرب" معروف ہیں، قرآنیات میں ان کی کتاب ''مجاز القرآن'' ہے جس کا پہلا حصہ طبع ہو چکا ہے، "معاني القرآن" اور"إعراب القرآن"بھی ان کی تصنیف ہے۔(۱)

(۷)الاخفش(م۲۲۱ھ):

''مسعود بن مسعدہ المجاشعی بالولاء''''اخفش اوسط'' سے معروف تھے، بلخ کے ایرانی باشندے تھے، بغداد میں مقیم رہے، نحو ولغت میں شہرت پائی، ان کی بہت سی تالیفات ہیں، جن میں سے چند مطبوع ہیں، ان میں معانی القرآن بھی ہے جو دو چھوٹے جز میں طبع ہوگئی ہے۔(۲)

(۸)الیزیدی(م۲۲۷ھ):

''عبیداللہ ابن یحییٰ الیزیدی'' ان کو ابن یزیدی بھی کہا جاتا ہے، ان کی ایک کتاب ''غریب القرآن وتفسیرہ'' کے نام سے طبع شدہ ہے، سورتوں کے تسلسل کے مطابق غریب القرآن کو مرتب کیا ہے۔(۳)

(۹)ابن قتیبہ(م۲۶۶ھ):

''عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری'' عربی النسل تھے، بغداد میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں سکونت اختیار کی، جب ''دینور'' کا منصب قضا سپرد ہوا تو دینوری سے مشہور ہوئے، عباسی دور کے بہترین ادبا میں شمار کئے جاتے ہیں، ادب، لغت، حدیث اور معرفۃ القرآن میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ ان کی مشہور کتابوں میں "أدب

(۱) المعجم المفصل: ۸ (۲،۳) المعجم المفصل: ۸–۹

الکاتب، الشعر والشعراء، المعاني"، نیز قرآنیات میں "تأویل المشکل في القرآن"، مطبوع ہیں "المشتبه من الحدیث والقرآن" اور "تفسیر غریب القرآن" بھی ہیں، یہ کتاب احمد الصقر کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے، ابن قتیبہ نے "مفردات القرآن" کی سورتوں اور آیات کے تسلسل کے مطابق شرح کی ہے۔(۱)

(۱۰) ابن الانباری (م ۳۲۸ھ):

"محمد بن قاسم بن محمد ابو بکر ابن الانباری" کی عراق کے شہر "انبار" میں ولادت ہوئی اور بغداد میں وفات پائی، خلیفہ "الراضی باللہ" کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھی مامور رہے ہیں، نیز وہ اپنی یادداشت سے بغیر کتاب درس کا املا کراتے تھے۔ قرآن مجید کے الفاظ کے سلسلے میں تین لاکھ اشعار ان کے ذہن میں محفوظ تھے، نیز ۱۲۰ تفسیریں سندوں کے ساتھ حفظ تھیں۔ ان کی کتابوں میں "الظاهر في اللغة، إیضاح الوقف والابتداء في کتاب اللّٰه عزوجل، عجائب علوم القرآن، غریب الحدیث" وغیرہ ہیں، ان کی ایک کتاب "البیان في غریب إعراب القرآن العزیز" کا ذکر نہیں ملتا، جو عبد الحمید طٰہٰ کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۷۰ء میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔(۲)

(۱۱) السجستانی (م ۳۳۰ھ):

"محمد بن عزیز السجستانی ابو بکر" بغداد میں مقیم رہے، اور اپنی مشہور کتاب غریب القرآن لکھی، یہ کتاب شیخ احمد صلاحیہ کی تحقیق کے ساتھ دمشق سے طبع ہو چکی

(۱) المعجم المفصل: ۸-۹ (۲) المعجم المفصل: ۹

ہے، اسی طرح یہ کتاب ”نزهة القلوب في تفسير القرآن العزيز“ کے نام سے مصطفیٰ عنانی کی تحقیق کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی ہے، یوسف المرعشلی نے بیروت سے طبع کردی ہے، دونوں کتابیں اصلاً ایک ہیں۔(۱)

(۱۲) الہروی (م۴۰۱ھ):

”احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن الباشانی“ ”باشان“ ہرات کے ایک گاؤں کا نام ہے، ابوعبیدہ الہروی سے معروف ہیں، انہوں نے ”کتاب الغریبین“ (یعنی ”غریب القرآن وغریب الحدیث“ تالیف فرمائی۔ اس کتاب کا پہلا حصہ شائع ہوا ہے، پھر کتاب کے محقق کی وفات ہوگئی (رحمہ اللہ تعالیٰ) اس لیے دوسرا حصہ طبع نہ ہوسکا۔(۲)

(۱۳) ابن ابی طالب (م۴۳۷ھ):

”ابومحمد مکی بن ابی طالب حموش الاندلسی القیسی المقری“ تونس کے باشندے تھے، قیروان میں ولادت ہوئی، مشرق کے کئی شہروں کا علمی سفر کیا، بالآخر قرطبہ میں مقیم ہوگئے اور وہاں ہی وفات ہوئی۔ ان کی بہت سی کتابیں ہیں، اکثر علوم قرآنیہ سے متعلق ہیں، مثلاً ”مشكل إعراب القرآن، الكشف عن وجوه القراءات وعللها، الهداية إلى بلوغ النهاية في معاني القرآن وتفسيره، التبصرة في القراءات السبع، الإيضاح في الناسخ والمنسوخ، العمدة في غريب القرآن، تفسير المشكل من غريب القرآن العظيم“ وغیرہ، آخرالذکر کتاب ۱۹۸۵ء میں ”اردن“ سے محی الدین رمضان کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوچکی ہے۔(۳)

---

(۱) المعجم المفصل: ۹-۱۰ (۲،۳) المعجم المفصل: ۱۰

(۱۴) الراغب الاصفہانی (م۵۰۲ھ):

حسین بن محمد بن مفضل ابوالقاسم ''الراغب الاصفہانی'' سے مشہور ہیں۔ بغداد میں مقیم تھے، ادب، حکمت اور لغت میں بہت مشہور ہوئے، مختلف فنون میں کئی تصنیفات چھوڑیں، مثلاً "محاضرات الأدباء"، "الذريعة إلى مكارم الشريعة"، "جامع التفاسير"، اس کے بعض اجزا طبع ہوئے ہیں۔ اور"المفردات في غريب القرآن" اس کتاب میں کلمات قرآن کی لغوی تحقیق میں کافی تفصیل سے کام لیا ہے، جگہ جگہ قرآن پاک، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اشعار سے استشہاد کیا ہے، متشابہات القرآن کو حل کرنے کی سعی کی ہے، کئی بار طبع ہو چکی ہے، معروف ومتداول ہے۔(۱)

(۱۵) الفقیہ الدامغانی (م۶صدی ھ):

''حسین بن محمد الدامغانی'' دامغان شہر کی طرف نسبت ہے، رَی اور نیشاپور کے درمیان یہ شہر واقع ہے، بغداد میں مقیم رہے، ان کی کتابوں میں "إصلاح الوجوه والنظائر في القرآن الكريم" ہے، جس کو عبدالعزیز سید الاہل نے تحقیق کر کے طبع کر دیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مؤلف کے بارے میں مجھے کوئی معلومات نہیں مل سکیں سوائے اس کے کہ ان کی ملاقات علامہ زمخشری کے ساتھ بغداد میں ہوئی ہے، انہوں نے مقاتل بن سلیمان کی کتاب ''الوجوہ والنظائر'' پر تعقیب کی ہے جو علم تفسیر ہی کا شعبہ ہے۔ قرآن مجید میں بعض مرتبہ ایک ہی کلمہ کئی جگہ وارد

(۱) المعجم المفصل: ۱۰-۱۱

ہوا ہے؛ مگر ہر جگہ اس کے معنی دوسرے ہیں، اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے، یہ کتاب "دار العلم للملائیین" بیروت سے ۱۹۷۰ء میں طبع ہو چکی ہے۔(۱)

(۱۶) ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ):

عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی القرشی البغدادی، بغداد میں پیدا ہوئے، مختلف علمی میدانوں میں شہرت حاصل کی، اپنے زمانہ کے علم تاریخ، علم حدیث، علم قرآن کے سب سے بڑے عالم تسلیم کیے گئے، تین سو سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ مثلاً: الناسخ والمنسوخ، تلبيس إبليس، فنون الأفنان في عجائب علوم القرآن، المجالس في المتشابه من الآيات القرآنية، زاد المسير في علم التفسير، تذكرة الأريب في تفسير الغريب، یہ کتابیں بھی طبع شدہ اور بہت مفید ہیں۔(۲)

(۱۷) العز بن عبد السلام (م ۶۶۰ھ):

عز الدین بن عبد السلام بن ابی القاسم الدمشقی الملقب بسطان العلما کی دمشق میں ولادت ہوئی، فقہ شافعی میں کمال حاصل کیا، دمشق کی جامع مسجد میں خطیب مقرر کئے گئے، پھر مصر تشریف لے گئے اور وہاں بھی "نجم الدین ایوب" کے عہد میں قضا اور خطابت کے منصب پر فائز رہے، قاہرہ میں وفات پائی، ان کی بہت ہی قیمتی تصنیفات ہیں، مثلاً "الفوائد في مشكل القرآن" سید علی رضوی ندوی نے اس کی تحقیق کی ہے۔(۳)

(۱، ۲، ۳) المعجم المفصل: ۱۱

(۱۸) ابن جماعہ (م ۷۳۳ھ):

''بدرالدین محمد بن ابراہیم بن سعداللہ بن جماعہ'' کی ملک شام کے شہر حماۃ میں ولادت ہوئی، پہلے بیت المقدس کے قاضی ہوئے، پھر مصر میں منصب قضا سنبھالا، پھر شام میں قضا کے عہدہ پر فائز ہوئے، ان کی بھی بہت سی تالیفات ہیں: كشف المعاني في المتشابه من المثاني، غرة البيان بمن لم يسم في القرآن، غرر البيان لمبهمات القرآن، یہی کتاب غریب القرآن کے نام سے طبع شدہ ہے۔(۱)

(۱۹) ابوحیان اندلسی (م ۷۴۵ھ):

شیخ اثیرالدین محمد بن یوسف الغرناطی المعروف بابی حیان النحوی الاندلسی، عربی زبان، تفسیر، حدیث، قرآنی علوم، تراجم، لغات وغیرہ علوم میں اندلس کے مشہور ومعروف علما میں شمار ہوتے تھے، مغرب کے کئی شہروں کا علمی سفر کیا، پھر قاہرہ میں مقیم ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی مشہور کتابوں میں " البحر المحيط في تفسير القرآن، منطق الخرس في لسان الفرس، تحفة الأريب بما في القرآن من الغريب" اس کو حروف معجمہ کے مطابق مرتب فرمایا۔ سمیر طہ مجذوب نے اس کی تحقیق کر کے دمشق سے دوسری مرتبہ ۱۹۸۸ء میں شائع کیا ہے۔(۲)

(۲۰) السمین الحلبی (م ۷۵۶ھ):

''احمد بن یوسف بن عبدالدائم جو''شہاب الدین السمین حلبی'' سے معروف

(۱، ۲) المعجم المفصل: ۱۲

ہیں، بعضوں کو وہم ہو گیا تو ان کو ابن السمین لکھا ہے، اسی طرح جیسے صاحب الفہرست الندیم کے بارے میں وہم ہوگیا ہے۔حلب میں پیدا ہوئے اورنشو ونما پائی، پھرمصرتشریف لے گئے اور وہاں اقامت اختیار کر لی۔قراءت کی تدریس میں متخصص ہوئے،قراءت اورنحو جامع طولون میں پڑھاتے تھے،مسجد الشافعی میں بھی درس ہوتا تھا، قاہرہ میں ہی وفات ہوئی۔قرآنیات میں ان کی کئی کتابیں ہیں، مثلاً ''تفسير القرآن'' بیس جلدوں میں، ''الدر المصون في علوم الكتاب المكنون'' یہ کتاب اعراب القرآن کے باب میں ہے، نیزشرح شاطبیہ جس کا نام ''العقد النضيد في شرح القصيد'' رکھا گیااور '' القول الوجيز في أحكام الكتاب العزيز، المعرّب، كتاب عمدة الحفاظ في تفسير أشرف الألفاظ'' اس کتاب کوڈاکٹرمحمدتونجی نےتحقیق کر کے چار جلدوں میں۱۹۹۳ءمیں شائع کردیا ہے،حروف معجمہ کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے،حدیث اوراشعار سے استشہاد کیا گیا ہے، راغب اصفہانی کی ''مفردات'' سے بھی استفادہ کیا گیا ہے: مگر ان اضافوں کے سبب یہ کتاب مفردات سے افضل اورزیادہ پُرازمعلومات ہے۔(۱)

(۲۱)السیوطی (م۹۱۱ھ):

''حافظ جلال الدین عبدالرحمان بن ابوبکر بن محمد السیوطی الشافعی''۸۴۹ھ میں مصر میں ولادت ہوئی، حصول علم میں زندگی بھر لگے رہے، اپنے زمانے کے بہترین علماومشاہیر کی صحبت اختیار کی اورشام،حجاز،یمن،ہنداور بلادمغرب کاعلمی سفر

(۱)المعجم المفصل: ۱۲

کیا، پھر گھر میں گوشہ نشین ہو کر تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔ تین سو سے زائد کتابیں تفسیر، تاریخ، تراجم، فقہ، تعریب اور حدیث وقرآنیات وغیرہ فنون میں یادگار چھوڑیں، اس میں "الإتقان في علوم القرآن" کئی مرتبہ طبع ہوئی؛ مگر ابھی بھی اس کی علمی تحقیق کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، شاید کوئی مرد خدا اس کام کو انجام دے۔ اس کتاب میں قرآن مجید اور علوم قرآن کے کئی مسائل پر گفتگو فرمائی، اس میں سیدنا ابن عباسؓ کے بہت سے جوابات شواہد شعریہ کے ساتھ نقل ہوئے ہیں۔ دوسری اہم کتاب "المهذب في ماوقع من القرآن من المعرب" ہے، اس میں قرآن مجید کے الفاظ کا ذکر ہوا ہے، اس کتاب کو بھی تحقیق کے بعد ۱۹۹۵ء میں بیروت سے شائع کر دیا گیا ہے۔ ایک کتاب "المتوكلى" کے نام سے اسی موضوع پر لکھی، خلیفۂ مصر المتوکل عباسی کے لیے لکھی گئی تھی، المهذب کے خلاف اس میں طریقہ اختیار کیا گیا، جو کہ "مبسوط المسالك" کا اختصار ہے، تیسری کتاب "مفحمات الأقران في مبهمات القرآن" ہے، یہ بھی طبع شدہ ہے۔ (۱)

(۲۲) محمد فؤاد عبدالباقی:

"المعجم المفهرس للقرآن الكريم" کے مصنف ہیں، انہوں نے بھی معجم غریب القرآن لکھی، اس میں غریب القرآن کے سلسلہ کی تفسیروں کو جمع کیا گیا، اسی طرح ابن ابی طلحہ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے مرویہ اقوال کو بھی شامل کیا گیا، مسائل نافع بن الازرق کو بھی داخل کیا گیا؛ مگر یہ چھوٹی سی کتاب ہے، معلومات

(۱) المعجم المفصل: ۱۳

بھی زیادہ نہیں، ۱۹۵۰ء میں بیروت سے شائع ہوئی۔(۱)

(۲۳) حسنین محمد مخلوف:

مصر کے مفتی تھے، ان کی قابل قدر کتاب ''کلمات القرآن'' کئی بار طبع ہوگئی ہے، اب تو دار الفجر دمشق اور دیگر بعض مکتبات میں تفسیر جلالین کی طرح اس کو قرآن مجید کے حاشیہ پر مختلف سائزوں میں شائع کر دیا ہے، باوجود اختصار کے بہت قیمتی اور نافع ہے۔(۲)

(٢٤) المعجم المفصل في تفسير غريب القرآن:

یہ کتاب ابھی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی ہے، اس کے مصنف، ڈاکٹر محمد تونجی ہے، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان سے طبع ہوئی ہے، مواد اور طباعت دونوں اعتبار سے اچھی کتاب ہے، قرآنی علوم سے شغف رکھنے والوں کو ضرور مطالعہ میں رکھنی چاہیے۔(۳)

☆☆☆

(۱،۲،۳) المعجم المفصل: ۱۳

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے پہلے گجرات میں علم حدیث

''معارف کے گذشتہ شماروں میں راقم کا جو حقیر مقالہ 'شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے بعض امتیازی کارنامے' کے عنوان سے شائع ہوا تھا، خوشی ہے کہ اس کو اہلِ علم نے دل چسپی اور توجہ سے پڑھا، بعض بزرگوں نے اس کی کمی اور کوتاہی کی جانب بھی توجہ مبذول فرمائی، جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔ معارف کے ایک بڑے مخلص اور دیرینہ کرم فرما جناب شیخ نذیر حسین صاحب لاہور کا گرامی نامہ اس کے متعلق اکتوبر میں شائع ہو چکا ہے، دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ کے ایک لائق اور ذی علم استاذ مولانا برہان الدین سنبھلی نے مطلع فرمایا کہ شیخ کی عربی شرح 'لمعات' ملتان سے چھپ گئی ہے۔ فجزاهما الله خير الجزاء!

مولانا عبداللہ سورتی نے شیخ عبدالحقؒ سے پہلے کے علمائے گجرات کی خدماتِ حدیث پر یہ طویل مراسلہ تحریر فرمایا ہے، راقم کے مقالہ کا مقصد گجرات اور ساحلی علاقوں میں علم حدیث کی نشر واشاعت کی نفی وتردید نہ تھا، بل کہ شمالی ہند کے تعلق سے شیخ کی خدمات حدیث کو نمایاں کرنا اور بتانا تھا کہ انہوں نے جس باقاعدگی اور اہتمام سے علم حدیث کا غلغلہ بلند کیا، اس کے درس وتدریس کا نظام قائم کیا اور اس میں

تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا اس کی مثال ان سے پہلے بڑی حد تک مفقود تھی، تاہم کوئی کلیہ مستثنیات سے خالی نہیں ہوتا۔

اس صراحت ووضاحت کے باوجود ہمارے فاضل دوست نے اس پہلو کو مزید نمایاں کرنے کی ضرورت محسوس کی اور النور السافر اور نزہۃ الخواطر وغیرہ کی مدد سے یہ معلومات قلم بند کیے، ناظرین معارف کی دل چسپی اور واقفیت کے لیے ان کا مراسلہ مقالہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے''۔ (مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحبؒ)

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اگست کا معارف (جلد۱۴۲/ عدد۲) موصول ہوا، جس میں ''شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے بعض امتیازی کارنامے''(۱) کے عنوان سے آں محترم کا قیمتی مقالہ بھی نظر سے گزرا۔ جزا کم اللہ خیرًا!

اس میں کوئی شک نہیں کہ محدث دہلویؒ نے درسِ حدیث اور کتبِ صحاح کو شمالی ہند میں عام کرنے میں زبردست خدمات انجام دی ہیں اور انہی کی مساعی جمیلہ سے دیگر صوبوں میں بھی حدیث شریف کا کافی چرچا ہوا۔

البتہ یہ دعویٰ کرنا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو عرب سے حدیث شریف کا سماع کر کے کتب حدیث لائے اور ان سے پہلے ہندوستان میں صرف مشارق الانوار یا مصابیح السنہ اور مشکاۃ شریف ہی کا درس ہوتا تھا' درست

(۱) یہ مقالہ نومبر ۱۹۸۸ء کے معارف میں شائع ہوا تھا۔

نہیں، خصوصاً نواب صدیق حسن خان کا یہ خیال کہ:

”إن الهند لم يكن فيها علم الحديث منذ فتحها أهل الإسلام بل كان غريبًا كالكبريت الأحمر، حتى منّ الله تعالىٰ على الهند بإفاضة هذا العلم على بعض علمائها كالشيخ عبد الحق بن سيف الدين الدهلوي و أمثالهم، وهو أول من جاء به في هذا الإقليم و أفاضه على مكانه في أحسن تقويم.“(۱)

”ہندوستان میں اسلامی فتوحات کے بعد ہی سے علم حدیث کبریت احمر کے مانند ناپید تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین پر اپنا فضل فرمایا، یہیں کے بعض علما شیخ عبدالحق بن سیف الدین دہلویؒ وغیرہ کے ذریعہ اس علم سے اہلِ ہند کو متمتع کیا، یہی سب سے پہلے اس علم کو یہاں لائے اور اس کی نشر واشاعت کی“۔

تاریخی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔

صحیح بات یہ ہے کے گجرات کے شہر پٹن (نہروالا) احمد آباد' بھروچ اور سورت میں نویں صدی میں علم حدیث کا چرچا عام ہو چکا تھا اور صوبۂ گجرات کے علم پرور سلاطین- جو خود بھی حدیث پاک سے شغف رکھتے تھے- کی محنت اور کوشش سے عرب علما کا ورود اور ان کا علمی فیضان جاری ہو چکا تھا۔

یہ بات کسی طرح درست نہیں کہ گجرات میں صرف تجرید، شفا وغیرہ کتب ہی کا درس جاری تھا بل کہ جہاں کتبِ فقہیہ اور عقلیہ کے ماہر علما تشریف لائے وہاں علمائے حدیث وتفسیر بھی اس خطہ میں تشریف لا کر افادہ میں مشغول تھے۔

(۱) الحطة في ذكر الصحاح الستة: ص١٣٦، ط.دارالكتب العلمية بيروت

اسی نویں صدی(۱) کے نصف میں بخاری شریف کا درس احمد آباد میں جاری تھا اور ختم بخاری کی تقریب میں امیر وقت حاضر ہوتا تھا۔

(۱) شیخ عبدالقادر الحضرمی النور السافر میں تحریر فرماتے ہیں:

”و فيها (أي في سنة ٩٧٤) في رجب كان ختم صحيح البخاري عند الأمير الصالح ألغ خان الحبشي بقراء ة العلامة جمال الدين محمد المهايمي، و عمل ألغ خان لختمه ضيافة عظيمة.“

رجب ۹۷۴ھ میں امیر الغ خان کی موجودگی میں علامہ جمال الدین مہائمی کی قراءت سے ختمِ بخاری کی تقریب ہوئی، اس موقع پر الغ خان نے ایک بڑی دعوت کا اہتمام کیا تھا۔(۲)

(۲) اس کے بعد ۹۸۵ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے:

”ثم في سنة ٩٨٥هـ كان ختم صحيح البخاري بحضرة السيد الوالد، وأنشأ الشيخ عبد المعطي باكثير في ذٰلك قصيدة الخ.“

پھر ۹۸۵ھ میں سید والد کی موجودگی میں صحیح بخاری کے ختم کی تقریب میں شیخ عبدالمعطی باکثیر نے ایک قصیدہ لکھا۔(۳)

ان دونوں عبارتوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ختم بخاری شریف کی تقریب بہت اہتمام سے منائی جاتی تھی، جس میں اُمرا دعوت بھی کرتے تھے اور مشائخ اور فضلا شرکت فرماتے تھے۔

---

(۱) صحیح بات یہ ہے کہ یہ ختم دسویں صدی کے نصف میں ہوا تھا جیسا کہ عربی عبارت سے واضح ہے۔(اسماعیل کوثر غفرلہ)

(۲) النور السافر عربی:۴۰۲ (۳) النور السافر عربی:۴۷۲

(۳) سلطان احمد شاہؒ (م ۸۴۵ھ) کے تذکرے میں آتا ہے:

”اجتمع عنده أهل العلم من كل ناحية من نواحي الأرض، وصنفوا له تصانيف، منهم الشيخ بدرالدين محمد بن أبي بكر الدماميني، فإنه صنف له شرح التسهيل لابن مالك ومصابيح الجامع وهو شرح البخاري“.

اس کے دربار میں تمام جگہوں کے علما موجود تھے جو اس کی فرمائش پر کتابیں لکھتے تھے، ان میں شیخ بدرالدین محمد بن ابوبکر دمامینی بھی تھے، جنہوں نے اس کے لیے ابن مالک کی شرح التسہیل اور بخاری کی شرح مصابیح الجامع تصنیف کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ۹۴۵ھ سے قبل گجرات میں بخاری کی شرح لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔(۱)

(۴) شیخ ابوالقاسم بن احمد مکی (م ۹۲۵ھ) کے تذکرے میں لکھا گیا ہے:

”ثم قدم الهند وسكن بگجرات مدة طويلة، وقال الآصفي في ظفر الواله: إنه دخل الهند ومعه فتح الباري بخط أبيه وعمه قدمه لبعض ملوكهم الخ“.(۲)

یہ ہندوستان آئے اور ایک لمبی مدت تک گجرات میں رہے، آصفی نے ”ظفر الوالہ“ میں لکھا ہے کہ وہ اپنے ساتھ فتح الباری کا ایک نسخہ بھی لائے تھے جو ان کے

(۱) نزہۃ الخواطر: ۱۲/۳

(۲) نزہۃ الخواطر: ۱۵/۴

والداور چچا کے قلم سے لکھا ہوا تھا، اس کو انھوں نے یہاں کے کسی بادشاہ کو نذر کیا۔(۱)

لیجیے فتح الباری کا نسخہ بھی سب سے پہلے گجرات میں آیا ہے۔

(۵) سلطان مظفر شاہ حلیمؒ کے تذکرے میں آیا ہے:

”و قرأ على مجد الدين محمد بن محمد الأيجي وعلىٰ غيره من العلماء، وأخذ الحديث عنه وعن الشيخ جمال الدين محمد بن عمر الحضرمي“.

انہوں نے مجد الدین محمد بن محمد ایجی اور دوسرے علما سے کسبِ فیض کیا اور ان سے اور محدث جمال الدین محمد بن عمر حضرمی سے حدیث پڑھی۔

اوراسی مظفر شاہ حلیم کے تذکرے میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ:

”وكان يقتفي آثار السنة السنية في كل قول وفعل، ويعمل بنصوص الأحاديث النبوية“.

یہ ہر قول و فعل میں سنت کا تتبع کرتے تھے اور روایاتِ حدیث پر ہی عمل کرتے تھے۔(۲)

تو جس علاقے میں سلطانِ وقت حدیث پاک سے اس درجہ شغف رکھتے ہوں اور جہاں عرب وعجم کے علما بڑی تعداد میں موجود ہوں وہاں علمِ حدیث کبریت احمر ہونے کے کیا معنی؟

---

(۱) مذکورہ نسخۂ فتح الباری گجرات کے انصاف پسند بادشاہ سلطان محمود بیگڑا کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ آج کل یہ نسخہ آزاد لائبریری ٹونک میں موجود ہے، راقم کی نگاہوں سے گزر چکا ہے۔ (اسماعیل غفرلہ)

(۲) نزہۃ الخواطر: ۴/ ۳۱۷

نیز شیخ عبدالقادر حضرمی نے ''النور السافر'' ہی میں عبدالحلیم خداوند خاں کے تذکرے میں لکھا ہے:

''فإن سورت في أيامه السعيدة كانت طافحة بالمشايخ والفضلاء، ومشحونة بأكابر الناس من سائر الأجناس''.(۱)

ان مبارک ایام میں سورت مشائخ وفضلا اور ہر طبقہ کے اکابر کا مرکز تھا''۔

ان واضح تاریخی شہادتوں کے بعد بھی یہ دعویٰ کرنا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے قبل ہندوستان میں علم حدیث کا چرچا نہیں تھا یا اگر کہیں درس ہوتا تھا تو وہ اِکا دُکا واقعہ ہے صحیح نہیں ہوسکتا۔

مولانا سید عبدالحی حسنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''حتى من الله على الهند بإفاضة هذا العلم، فورد بعض العلماء في القرن العاشر كالشيخ عبد المعطي بن حسن بن عبد الله باكثير المكي المتوفى بأحمد آباد (٩٨٩هـ)، والشيخ أحمد بدرالدين المصري المتوفى بأحمد آباد (٩٩٢هـ)، والشيخ محمد بن أحمد الحنبلي المتوفى بأحمد آباد (٩١٩هـ)''.(۲)

پھر اللہ تعالیٰ نے اس علم کا فیضان ہندوستان پر جاری کیا، جس کی بدولت دسویں صدی میں یہاں بعض علما کی آمد ہوئی، جیسے شیخ عبدالمعطی بن حسن بن عبداللہ باکثیر مکی (متوفی ۹۸۹ھ)، شیخ احمد بن بدرالدین مصری (متوفی ۹۹۲ھ) اور شیخ محمد بن احمد حنبلی (متوفی ۹۱۹ھ) ان تینوں بزرگوں نے احمد آباد میں وفات پائی۔

(۱) النور السافر: ۳۶۷ (۲) الثقافة الإسلامية في الهند: ص ١٣٦

دوسری جگہ رقم طراز ہیں:

”وبعض العلماء وفدوا إلى أرض غجرات ودرسوا وأفادوا، كالشيخ عبد المعطي المكي والشيخ عبد الله، والشيخ رحمة الله وغيرهم فأخذ الناس عنهم وانتشر العلم الشريف في تلك الناحية“.(۱)

بعض علما گجرات آئے اور درس وافادہ کا سلسلہ جاری کیا، جیسے شیخ عبدالمعطی مکیؒ، شیخ عبداللہ اور شیخ رحمت اللہ وغیرہ؛ چناں چہ لوگوں نے ان سے استفادہ کیا اور اس طرح اس خطہ میں اس پاکیزہ علم کی نشرواشاعت ہوئی۔

شیخ عبدالمعطی المکیؒ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی اور وہاں ہی ان کی تعلیم و تربیت ہوئی ،ان کی علمی جلالت شان کے بارے میں مولانا سید عبدالحی حسنیؒ کی شہادت ہے کہ:

”من شيوخه شيخ الإسلام زكريا الأنصاري، لأنه سمع عليه صحيح البخاري بقراءة والده، وهو يرويه عنه سماعًا –كما في اصطلاح أهل الحديث– والشيخ زكريا يرويه عن شيخ الإسلام الحافظ ابن حجر العسقلاني، ولهٰذا اشتهر صاحب الترجمة في زمنه بالسند العالي، و تميزبين أقرانه بذالك، فازدحم الناس على الأخذ منه، وصارله من الحظ بسبب ذالك ما لا مزيد عليه“.(۲)

---

(۱) الثقافة الإسلامية في الهند: ص۱۵

(۲) نزهة الخواطر: ۱۹۱/٤

ان کے ایک استاذ شیخ الاسلام زکریا انصاری ہیں، جن سے انہوں نے اپنے والد کی قراءت سے محدثین کی اصطلاحِ سماع کے مطابق صحیح بخاری کی سماعاً روایت کی ہے اور شیخ زکریا نے شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ سے روایت کی ہے، اس بنا پر صاحب تذکرہ اپنے عہد میں عالی سند کے حامل سمجھے جاتے تھے، اور اس میں اپنے معاصرین سے ممتاز تھے۔ اسی خصوصیت کی بنا پر طالبان علم کا غیر معمولی ازدحام ان کے یہاں ہوتا تھا۔

مولانا کے الفاظ "فازدحم الناس على الأخذ منه" بتاتے ہیں کہ حدیث شریف کی عالی سند کے سبب تشنگانِ علومِ نبوت بڑی تعداد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور علمی پیاس بجھاتے تھے۔

اوپر ہم نے حدیث شریف سے سلطان مظفر شاہ حلیم کے لگاؤ کا ذکر کیا تھا، اب سلطان محمود بیگڑہ (۸۴۹ھ۔۹۱۷ھ) کا حال سنئے، حکیم سید عبدالحی حسنی ہی تحریر فرماتے ہیں:

"ومن مكارمه قيامه بتربية العلماء والصالحين لما كان مجبولاً على حب العلم وأهله، فاجتمع في حضرته خلق كثير من أفاضل العرب والعجم، حتى صارت بلاد غجرات عامرة آهلة من العلماء، و فد عليه المحدثون من بلاد العرب، وأقبل الناس على الحديث الشريف، فتشابهت باليمن الميمون، وفاقت على سائر بلاد الهند في ذالك. وقد وفد عليه العلامة جمال الدين محمد بن محمد المالكي المصري، فأدناه و قربه إليه وولاه على ولاية الجزية في سائر بلاده، ولقبه بملك

المحدثين، وهو أول من لقب بها في بلاد الهند“.(۱)

علما وصلحا کی کفالت اس کا نمایاں وصف تھا، علم دوستی اور علما سے محبت اس کی فطرت میں داخل تھی، اس کے دربار میں عرب وعجم کے فضلا کا ایک بڑا مجمع رہتا تھا، جن کی بنا پر گجرات علما سے معمور ہو گیا تھا، بلاد عرب سے محدثین بھی وہاں وارد ہوئے جن سے لوگوں نے علم حدیث سیکھا، گویا گجرات یمن کے مانند ہو گیا تھا اور اسے ہندوستان کے تمام شہروں پر فوقیت حاصل ہو گئی تھی۔ ان واردین میں علامہ جمال الدین محمد بن محمد مالکی مصری بھی تھے جو سلطان کے بڑے مقرب تھے، سلطان نے انہیں پورے ملک میں محکمۂ جزیہ کا حاکم مقرر کیا تھا اور انہیں ”ملک المحدثین“ کے لقب سے نوازا تھا، یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہیں ہندوستان میں یہ لقب ملا۔

اسی طرح شیخ عبداللہ المتقی السندھی کے تذکرے میں لکھا ہے:

”لم يكن في زمانه أعلم منه بالحديث والتفسير، رحل إلى غجرات وصحبه القاضي عبدالله بن إبراهيم السندي ٩٤٧ھ، ثم سافر إلى الحرمين الشريفين معه وسكن بالمدينة المنورة مدة طويلة، ثم رجع إلى الهند في صحبة الشيخ رحمة الله السندي (م٩٧٧ھ) وأقام بغجرات زمانًا“.

ان کے عہد میں ان سے بڑا کوئی حدیث وتفسیر کا عالم نہ تھا، یہ قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھی (م۹۴۷ھ) کی معیت میں گجرات آئے، پھر انہوں نے حرمین شریفین کا قصد کیا اور مدینہ منورہ میں ایک لمبے عرصہ تک مقیم رہ کر شیخ رحمت اللہ سندھی

(۱) نزہۃ الخواطر: ۴/ ۳۰۸

(م۹۷۷ھ) کی معیت میں ہندوستان واپس ہوئے، اور ایک زمانہ تک گجرات میں مقیم رہے۔(۱)

اب بعض دیگر علما کا حال ملاحظہ فرمائیں، مولانا سید عبدالحی حسنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"(١) الشيخ العالم المحدث أحمد بن محمد النهروالي (م٩٤٩هـ)، وهو والد المفتي قطب الدين محمد النهروالي، أخذ الحديث عن الشيخ عز الدين عبد العزيز بن نجم الدين عمر بن محمد وعن جماعة من أئمة الحديث، وله سند عال لصحيح البخاري".

شیخ محدث احمد بن محمد نہروالی (م۹۴۹ھ) مفتی قطب الدین محمد نہروالی کے والد اور شیخ عز الدین عبدالعزیز بن نجم الدین عمر بن محمد اور دوسرے ائمۂ حدیث کے شاگرد ہیں، ان کی صحیح بخاری کی سند بہت عالی تھی۔

"(٢) الشيخ العالم جمال محمد بن مالك سافر إلى الحرمين و كان عالمًا بارعًا في الحديث (م٩٨٨هـ)".

شیخ جمال محمد بن مالک (م۹۸۸ھ) نے حرمین کا سفر کیا تھا اور حدیث کے بڑے زبردست عالم تھے۔

(۳) الشیخ عبدالملک البنبانی العباسی الاحمدآبادی کے تذکرہ میں یہ الفاظ قابلِ غور ہیں:

(۱) نزہۃ الخواطر: ۴/۱۸۴

”أحد كبار العلماء، كان حافظًا للقرآن الكريم و صحيح البخاري لفظًا و معنًى، و كا ن يدرس من ظهر قلبه“.

یہ کبار علما میں شمار کیے جاتے تھے، وہ قرآن مجید اور صحیح بخاری کے لفظاً و معناً حافظ تھے، اور درس زبانی دیتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ صرف بخاری شریف کے جاننے والے ہی نہیں بل کہ اس کے حافظ بھی گجرات میں موجود تھے، اور اس کا زبانی درس دیتے تھے۔

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے پہلے علمائے گجرات میں شیخ راجح بن داوٗدؒ اور ان کے بھائی کو براہِ راست علامہ سخاویؒ سے شرف تلمذ حاصل ہے، ان دونوں بھائیوں نے ۸۹۴ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور علامہ سخاویؒ سے سند حاصل فرمائی، جس کی پوری تفصیل الضوء اللامع: ج ۳/ص ۲۲۴ پر موجود ہے(۱)، دونوں بھائی جب حرمین شریفین کے سفر سے واپس آئے تو گجرات میں آخر عمر تک علمی خدمات انجام دیتے رہے۔

مولانا سید عبدالحی حسنیؒ کے الفاظ ہیں:

”فاستقبله الناس استقبالا عظيمًا، فدرس و أفاد حتى توفي في ٩٠٤هـ“.

لوگوں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا، چناں چہ انہوں نے وہاں درس وافادہ کا سلسلہ قائم کیا اور ۹۰۴ھ میں وفات پائی۔

اسی طرح علامہ شیخ بن عبداللہ العیدروسی الحضرمی ثم الاحمد آبادی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

---

(۱) حضرت مفکرِ ملت نوراللہ مرقدہٗ نے بھی آپ کا تذکرہ مقالاتِ مفکرِ ملت جلد دوم صفحہ ۱۹۷ پر کیا ہے۔

"أخذ عن الشيخ شهاب الدين أحمد بن حجر الهيثمي، والعلامة عبد الله بن أحمد الفاكهي، و أخيه عبد القادر، والعلامة عبد الرؤف بن يحيٰى، و العلامة محمد بن الخطاب المالكي، و لازم هؤلاء المذكورين حتى برع في التفسير والحديث".

انہوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی، علامہ عبداللہ بن احمد فاکہی، ان کے بھائی عبدالقادر، علامہ عبدالرؤف بن یحییٰ اور علامہ محمد بن خطاب مالکی سے استفادہ کیا اوران بزرگوں کی خدمت میں رہ کر تفسیر وحدیث میں نمایاں درجہ حاصل کیا۔

جو محدث اتنے عظیم علمائے حدیث وتفسیر سے استفادہ کرکے گجرات آیا ہو کیا اس کا درس مشارق الانوار تک محدود رہا ہوگا؟

آخر میں یہ بھی ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدث عبدالحق دہلویؒ نے خود گجرات کے بعض اساتذۂ حدیث سے استفادہ کیا ہے، مولانا عبدالحی حسنیؒ نے تصریح فرمائی ہے:

"الشيخ عبد الحق أخذ الحديث عن الشيخ عبد الوهاب البروجي أحد أصحاب علي المتقي".

شیخ عبدالحق نے حدیث کا علم شیخ عبدالوہاب بھروچی سے سیکھا تھا، جو علی متقی کے شاگرد تھے۔(۱)

(۱) نزہۃ الخواطر: ج۵/ص۲۰۳

ان کے دوسرے استاذ شیخ عبداللہ بن فتح اللہ البروجی الغجراتی ہیں، جن کے بارے میں مولانا نے تحریر فرمایا ہے:

"الشيخ العالم عبد الله بن فتح الله البروجي الغجراتي أحد أصحاب الشيخ المتقي، سافر إلى مكة المكرمة، ولازم الشيخ المذكور ملازمة طريلة، وأخذ عنه الحديث، وأخذ منه الشيخ عبد الحق وخلق كثير".

شیخ عبداللہ فتح اللہ بھروچی گجراتی شیخ متقی کے شاگرد ہیں، انہوں نے مکہ مکرمہ کا سفر کیا تھا اور ایک لمبی مدت شیخ متقی کی معیت میں بسر کی تھی، اوران ہی سے حدیث پڑھی، پھران سے شیخ عبدالحق اوردوسرے لوگوں نے یہ علم پڑھا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مذکورہ تمام عبارتوں اور تاریخی شہادتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شیخ محدث عبدالحق دہلویؒ سے پہلے بھی گجرات میں بخاری شریف کا درس ہوتا تھا اورعلم حدیث کے ماہرعلمائے عرب یہاں آتے تھے، جن میں مکہ مکرمہ کے علاوہ یمن اورحضرموت کے بھی تھے، نیز شیخ دہلویؒ سے پہلے یہاں کے علما حرمین شریفین کا سفرکر کے علم حدیث حاصل کر چکے تھےاورمشہوراساتذۂ حدیث سے سندیں لے چکے تھے، فتح الباری شرح بخاری کانسخہ بھی گجرات آچکا تھا۔

واللہ اعلم بالصواب!

............☆☆☆............

کون رکھے گا ہمیں یاد اس دورِ خودغرضی میں
حالات ایسے ہیں کہ لوگوں کو خدا یاد نہیں
ہم کون ہیں ؟ کیا ہیں ؟ با خدا یاد نہیں
اپنے اسلاف کی کوئی بھی ادا یاد نہیں
ہے اگر یاد تو کافر کے ترانے ہی بس
ہے اگر نہیں یاد تو مسجد کی صدا یاد نہیں
بنت حوّا کو نچاتے ہیں سرِ عام محفل میں
کتنے سنگ دل ہیں کہ رسم حیا یاد نہیں
آج اپنی ذلت کا سبب یہی ہے شاید
سب کچھ ہے یاد مگر خدا یاد نہیں

(علامہ اقبالؔ)

............☆☆☆............

فرزدق شاعر کے بارے میں چند باتیں

ہمارے مدارس عربیہ میں ادب عربی کی تعلیم کے لیے حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''نفحۃ العرب'' پڑھائی جاتی ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عربی ادب کے نثر ونظم کے بہترین قطعات جمع فرمادیئے ہیں، طالب علمی میں ''دارالعلوم دیوبند'' میں ناچیز نے یہ کتاب پڑھی تھی۔

''نفحۃ العرب'' میں عرب کے مشہور شاعر فرزدق کا ایک قصیدہ میمیہ بھی پڑھایا جاتا ہے، اس قصیدہ میں فرزدق نے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جس والہانہ انداز میں اپنی محبت اوران کی عظمت کا ذکر کیا ہے وہ ہر پڑھنے والے کے دل کو متاثر کردیتا ہے۔زبان کی سلاست اورروانی کے ساتھ جذبات کی سچائی کوٹ کوٹ کر بھری معلوم ہوتی ہےاورفرزدق نے یہ قصیدہ وقت کے حاکم عبدالملک بن مروان کے صاحب زادے ہشام اوراس کے حوارین کی موجودگی میں کہا،جس سے اس کی عربی حمیت اور جرأتِ ایمانی کا بھی پتہ چلتا ہے۔بعض لوگوں نے اس پر تشیّع کا بھی الزام رکھا ہے؛ حالاں کہ اس کے دیوان میں بنوامیہ کے بہت سے بادشاہوں کی مدح میں بہترین قصائد موجود ہیں۔

فرزدق صدرِاسلام کے تین مشہورومعروف شعرامیں سے ایک ہے،اخطل' جریراورفرزدق، یہ تین مشہورشعراتھے۔اخطل کے ساتھ تواس کا یارانہ تھا؛مگرجریر کے

ساتھ اس کے تعلقات انتہائی خراب تھے، ان دونوں میں ہمیشہ مناقشہ ہوتا رہتا تھا، فرزدق کے دیوان میں جریر کی ہجو میں بہت سے قصائد ہیں۔ عرب ممالک میں اور یونی ورسٹیوں میں جب کسی بھی زبان کے ادیب یا شاعر کا کوئی قطعہ یا قصیدہ وغیرہ پڑھا جاتا ہے تو استاد اس ادیب یا شاعر کے ادبی مقام اور اس کی ادبی خصوصیات، نیز اس کی مختصر سوانح بھی بتاتا ہے؛ تاکہ طالب علم کو ادب کے مختلف ادوار اور اسالیب کا علم ہو سکے، ہمارے مدرسوں میں ابھی تک اس طرح پڑھانے کا رواج نہیں ہے۔

البتہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے مختارات میں اس کا التزام فرمایا ہے کہ صاحبِ قطعہ کا تعارف اور اس کے اسلوب کی خصوصیات پر مختصر نوٹ تحریر فرما دیئے ہیں؛ مگر افسوس کہ ہمارے مدرسین اس کو غیر ضروری سمجھ کر درس کے وقت نظر انداز کر دیتے ہیں۔ فرزدق کے بارے میں مختصر معلومات پیش خدمت ہیں، جو نفحۃ العرب پڑھانے والے اساتذہ اور طلبہ کے لیے مفید ہے۔

☆......نام: ہمام بن غالب بن صعصعہ ہے، اس کی کنیت ابوفراس اور لقب فرزدق ہے۔ فرزدق کا تعلق قبیلۂ بنوتمیم کی شاخ دارم سے ہے۔ بصرہ میں پیدا ہوا اور اس کے دیہاتوں میں زندگی کا ابتدائی دور گزرا، اس لیے اس میں بدویت کی تمام خصوصیات موجود تھیں۔ مضبوط جسم، سخت طبیعت اور جفاکشی وغیرہ صفات پوری طرح موجود تھیں؛ چوں کہ فرزدق کے آبا واجداد دینی شرافت، سخاوت میں ممتاز تھے، فرزدق کو اپنے خاندان کے محاسن ومفاخر پر بہت زیادہ فخر تھا اور وہ اپنے اکثر قصائد میں بنوتمیم کی سخاوت، بہادری، حسنِ اخلاق کا تذکرہ کرتا ہے۔

فرزدق کے والد غالب عرب کے مشہور سخی لوگوں میں تھے، "كان أحد أجود العرب" اوراس کے دادا صعصعہ کے بارے میں تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ اس نے تین سوساٹھ عرب بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچایا تھا، وہ ہر لڑکی کے عوض اس کے باپ کو ایک اونٹ (جمل) اور دو اونٹنیاں (ناقتین) دیا کرتا تھا(۱)۔ فرزدق کی والدہ بھی شریف النسل تھیں، وہ مشہور صحابی حضرت اقرع بن حابسؓ کی ہمشیرہ تھیں، ان کے نام میں اختلاف ہے، کسی نے لبنہ لکھا ہے اور کسی نے لیلیٰ بنت حابس لکھا(۲)۔ بہر حال فرزدق نجیب الطرفین خالص عربی النسل شاعر تھا اور اس کو اپنے خاندان پر بہت ہی فخر وغرور تھا۔ جریر کے ساتھ مقابلہ میں وہ بار بار اس کا تذکرہ کرتا ہے، اسی کا یہ مشہور شعر ہے ؎

أولٰئك آبائي فجئني بمثلهم إذا جمعتنا يا جرير المجامع

بچپن ہی سے طبیعت شعر وشاعری کی طرف مائل تھی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس کو حاضر کیا گیا اور ان کے والد نے عرض کیا کہ إن ابني هذا من شعراء مضر فاسمع منه (میرا یہ لڑکا قبیلۂ مضر کے شعرا میں سے ہے، آپ اس کے اشعار سماعت فرمائیں)، حضرت نے سماعت فرما کر تحسین فرمائی، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: علِّمه القرآن (اسے قرآن مجید کی تعلیم دو)، فرزدق نے قرآن مجید کی طرف توجہ کی اور ہمیشہ تلاوت کرتا رہا(۳)۔ فرزدق کے بعض ہجویہ اشعار اتنے

---

(۱) شذرات الذہب: ۱/۱۴۱ (۲) معجم الشعراء میں لُبنہ کے والد کا نام قرظہ ذکر کیا گیا ہے۔ دیکھئے معجم الشعراء: ۱۴۶، اور ابن العماد حنبلی نے شذرات الذہب: ۱/۱۴۱، اور علامہ یافعی نے مرآت الجنان: ۱۱۰ پر اس کی ماں کا نام لیلیٰ اور نانا کا حابس ذکر کیا ہے۔ (۳) معجم الشعراء: ۱۴۶

گندے تھے کہ ناشرین نے اس کو طبع کرنا موقوف کردیا، اس میں فحش الفاظ اور دوسروں کی ہتک عزت تھی، اس کے اشعار کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عربی زبان کے بہت سخت الفاظ کا استعمال ہوا ہے؛ مگر پھر بھی اس میں فصاحت اور حکمت ہے۔

"شعر الفرزدق جزل فخم، ولكنه صلب الألفاظ خشنها"

مفضل الضبّي اس کو عرب کے تمام شعرا پر مقدم سمجھتا تھا اور ابوعبید نے لکھا ہے:

"لولا شعر الفرزدق لذهب ثلث لغة العرب"(۱) (اگر فرزدق کے اشعار نہ ہوتے تو عربوں کی زبان کا ایک ثلث ضائع ہو جاتا)۔ اس کے اشعار میں اس دور کے بہت سے واقعات کا ذکر ہے، اس لیے اس سے بہت سے تاریخی واقعات کا بھی علم ہوتا ہے، بیروت میں دو جلدوں میں بہترین طباعت کے ساتھ ''دیوان الفرزدق'' شائع ہو چکا ہے۔

فرزدق، جریر اور اخطل کی شاعری پر اور ان تینوں کے اشعار کی خصوصیات پر بھی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، "الموازنة بين جرير و فرزدق" بھی بہت معروف کتاب ہے، ادب عربی کے اساتذہ کو ان کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ فرزدق کا وہ قصیدہ جو اس نے امام زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مرتجلاً (فی البدیہہ) کہا تھا، وہ ہر ایک طالب علم کو حفظ کرا دینا چاہیے، جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

هذا الذي تعرف البطحاء وطأته ☆ والبيت يعرفه والحل والحرم (۲)

---

(۱) الاعلام: ۸/۹۳ (۲) دیوانِ حماسہ: ۴/۲۸۴، دیوان فرزدق: ۹۷، شذرات الذہب: ۱/۴۲، سیر اعلام النبلاء: ۴/۳۹۸

مكارم الشيم

ترجمہ وتشریح

عنوان الحكم

للمحدث الجليل والأديب الأريب

أبي الفتح علي بن محمد بن حسين البستي رحمه الله

تعلیقات

شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ

ترجمہ وتشریح

مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ

پیش لفظ

صاحب قصیدہ ابوالفتح علی بن محمد بن حسین البستیؒ (۳۳۰-۴۰۰ھ) مشہور محدث اور عربی زبان کے ادیب وشاعر تھے، فقہ شافعی میں بھی کمال رکھتے تھے، ۳۳۰ھ میں بُست نامی شہر میں ولادت ہوئی، اسی شہر کی نسبت سے ان کو بستی کہا جاتا ہے۔ ان کے شیوخ میں حافظ ابن حبان البستی بھی ہیں، حافظ ابوسلیمان الخطابی البستی ان کے دوستوں میں اور حاکم نیشاپوری "صاحب المستدرك على الصحيحين" ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ۴۰۰ھ میں وفات پائی۔

اپنے دور کے ائمۂ ادب میں ان کا شمار ہوتا ہے، عمدہ شعر کہتے تھے، دیوان بھی مطبوع ہے، نثر میں بھی بہترین موعظت وحکمت کی باتیں تحریر فرمائی ہیں۔ ان کا سب سے مشہور قصیدہ "قصیدہ عنوان الحکم" ہے، مشرق ومغرب میں اس کی خوب شہرت ہوئی اور ان کے دور سے آج تک علما وطلبا اس قصیدہ کو حفظ کرتے رہے ہیں۔

بہت سے علما نے اس کی شرحیں لکھی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس قصیدہ میں جس فصاحت و بلاغت اور شیریں انداز میں نصائح پیش کیے ہیں وہ مصنفؒ کے قول کے مطابق یاقوت ومرجان جیسے قیمتی ہیں۔

شام کے مشہور عالم اور محقق شیخ عبد الفتاح ابوغدہ حفظہ اللہ وابقاہ اللہ ذخرا للاسلام والمسلمین نے اپنی کتاب ''آداب الاسلام'' کے آخر میں اپنی بہترین تعلیقات وتوضیحات کے ساتھ اس قصیدہ کو بھی شائع کر کے علما وطلبا کے لیے قیمتی ہدیہ پیش فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء!

اس ناچیز نے شیخ عبد الفتاح مدظلہٗ(۱) کی تشریحات کو پیش نظر رکھ کر اس کا اردو ترجمہ اور مختصر تشریح کر دی ہے؛ تاکہ طلبا کے لیے آسانی ہو، اگر طلبا اس کو زبانی یاد کر لیں تو عربی زبان وادب کے ساتھ قیمتی نصائح سے بھی مستفید ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف، محقق اور مترجم کی اس محنت کو قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے اور طلبا کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم، وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم، وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد و علىٰ اله وأصحابه وعلماء أمته أجمعين.

والسلام

احقر عبد اللہ بن اسماعیل غفر اللہ لہ ولوالدیہ

مقیم حال ٹورنٹو، کینیڈا

۵/رجب المرجب ۱۴۱۵ھ، ۹/دسمبر ۱۹۹۴ء

---

(۱) ۱۶/فروری ۱۹۹۷ء کو شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ ریاض سعودی عرب میں انتقال فرما گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح قصیدۃ عنوان الحکم

للشاعر الأديب أبي الفتح البُستيؒ

۱- زِيَادَةُ الْمَرءِ فِي دُنياه نقصانُ
و رِبحُه غيرَ محض الخير خسرانُ

''انسان کی دنیوی زیادتی اور منافع اگر وہ خیر محض نہ ہوں تو نقصان اور خسران ہی ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر انسان دنیوی زندگی میں چاہے جتنی مال و دولت کی وسعت حاصل کر لے، اگر اس میں خیر کا پہلو غالب نہ ہو تو یہ دنیا کی زیادتی آخر میں بجائے نفع کے نقصان کا باعث ہوگی۔

۲- وَ كُلُّ وِجْدَانِ حَظٍّ لَا ثَبَاتَ لَه
فَإِنَّ مَعْنَاه فِي التَّحْقِيقِ فُقْدَانُ

''ہر ایسے فائدے کا حصول جس میں دوام و ثبات نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقت میں گم شدگی ہے۔''

ہر خیر اور اچھی چیز جو انسان اس دنیا میں حاصل کرتا ہے، اگر اس کے ذریعہ وہ آخرت کی کامیابی اور وہاں کا اجر و ثواب نہیں کماتا تو ایسی چیز کا حصول اس کے لیے درحقیقت فقدان یعنی گم شدگی ہے نہ کہ پانا۔

۳- یَـا عَـامِـرًا لـخـرابِ الـدَّارِ مـجتهـدًا
بِـالـلّٰـه هـل لـخـراب الـعُمُرِ عُمرَان؟

''اے وہ شخص جو برباد ہونے والے گھر کو محنت کر کے آباد کر رہا ہے، تجھے خدا کی قسم! کیا عمر کی بربادی میں بھی آبادی ہوسکتی ہے؟''

یعنی جو آدمی اپنی زندگی کی پوری قوت وصلاحیت دنیا کی آبادی کے لیے صرف کرتا ہے اور آخرت کی فکر نہیں کرتا تو گویا وہ اپنی عزیز عمر کو برباد کر رہا ہے، اس لیے شاعر سوال کرتا ہے کہ عمر کی تباہی اور بربادی کے بعد بھی کوئی آبادی ہوسکتی ہے؟

٤- وَ یَا حَـرِیْـصًـا عَـلَـی الْأَمْـوَالِ تَجْمَعُهَا
أُنسِیْـتَ أَنَّ سُــرُوْرَ الْـمَــالِ أَحْـزَانُ

''اے مال کے حریص! جس کو تو جمع کر رہا ہے، تجھ سے یہ بات فراموش ہوگئی کہ مال کی خوشی کا انجام غم ہی ہے''۔

یعنی تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ مال کے حقوق وواجبات اگر ادا نہ ہوئے تو وہ مال تیرے لیے مسرتوں کی جگہ غموں کا باعث ہوگا۔

۵- زَعِ(۱) الْـفُـؤَادَ عَـنِ الـدُّنْیَـا وَ زِیْـنَتِهَـا
فَـصَـفْـوُهَـا کَـدَرٌ وَ الْـوَصْـلُ هِجْـرَانُ

''اپنے دل کو دنیا اور زینت سے فارغ کر لے، کیوں کہ اس کا صاف ستھرا بھی گدلا ہے اور اس کا وصل بھی فراق ہے''۔

یعنی دنیا اور اس کی زیب وزینت سے دل کو فارغ رکھنا چاہیے، کیوں کہ دنیا

(۱) زع بالزاي، فعل أمر من وزعه عن الأمر كفه عنه، أي كُفَّ القلبَ عن حب الدنيا وزخارفها.

بظاہر چمک دار ہے؛ مگر حقیقت میں وہ دھوکہ ہے، یہ دنیا تو کسی کے پاس باقی نہیں رہتی، اس لیے اس کا وصل حقیقت میں جدائی ہی ہے۔

۶- وَ أَرْعِ(۱) سَمْعَكَ أَمْثَالاً أُفَصِّلُهَا
كَمَا يُفَصَّلُ يَاقُوتٌ وَ مَرْجَانُ

''میں جن مضامین کو بیان کر رہا ہوں ان کو غور سے سن (میں ان مضامین کو اس طرح تراش رہا ہوں) جس طرح یاقوت ومرجان کو تراشا جاتا ہے۔''

یعنی ان اشعار میں جو نصائح بیان کی جا رہی ہیں وہ یاقوت ومرجان کی طرح قیمتی ہیں، اس لیے اس کو پوری توجہ سے سن۔

۷- أَحْسِنْ إِلَى النَّاسِ تَسْتَعْبِدْ قُلوبَهُمْ
فَطَالَمَا اسْتَعْبَدَ الإِنْسَانَ إِحْسَانُ

''تو لوگوں کے ساتھ احسان کرتا رہ، ان کے دل جیت لے گا۔ اس لیے کہ بسا اوقات احسان نے انسان کو تابع دار بنا دیا ہے۔''

یعنی لوگوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کا معاملہ کرنے سے ان کی دوستی اور خوش نودی حاصل ہوتی ہے، آدمی احسان کرنے والے کے احسان کا تابع دار ہو جاتا ہے، عربی کی قدیم کہاوت ہے: ''جُبِلَتِ القلوبُ على حبِ من أحسن إليها و بغضِ من أَسَاء إليها'' اردو شاعر نے کہا ہے:

احسان سے مارا کرتے ہیں
احسان سے جیتا کرتے ہیں

(۱) أرعِ سمعك: أصغه إليَّ لتستمع مقالتي بانتباه و تدبر.

۸- يَا خَادِمَ الْجِسْمِ كَمْ تَشْقَى بِخِدْمَتِه
أَتَطْلُبُ الربحَ فِيمَا فِيهِ خُسْرَانُ؟

''اے جسم کی خدمت کرنے والے! تو کب تک اس کی خدمت کی مشقت برداشت کرتا رہے گا؟ کیا تو نقصان والے سودے میں نفع تلاش کرتا ہے!''۔

یعنی آدمی جسم کی خواہشات اور اس کو لذتوں میں رکھنے کی جو محنت و مشقت اٹھاتا ہے، اس سے آخرت میں کوئی فائدہ اٹھانے والا نہیں، یہ تو صرف گھاٹے کا سودا کر رہا ہے۔ اسی لیے شیخ سعدیؒ نے فرمایا ؎

جہاں اے برادر نماند بکس دل اندر جہاں آفریں بند و بس

۹- أَقْبِلْ عَلَى النَّفْسِ وَ اسْتَكْمِلْ فَضَائِلَهَا
فَأَنْتَ بِالنَّفْسِ لَا بِالْجِسْمِ إِنْسَانُ

''تو اپنے نفس کی طرف توجہ کر اور اس کے فضائل کو مکمل کر، اس لیے کہ تیرا انسانی وجود روح کی وجہ سے ہے نہ کہ جسم کے سبب''۔

یعنی انسان میں اصل روح ہے، اگر وہ درست ہو اور اس کا اندرون فضائل سے متصف ہو کر پاکیزہ بن جائے تو وہ صحیح معنی میں انسان کہلانے کے قابل ہوگا؛ ورنہ انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۱۰- وَ إِنْ أَسَاءَ مُسِيءٌ فَلْيَكُنْ لَكَ فِي
عُرُوضِ (۱) زَلَّتِهِ صَفْحٌ وَ غُفْرَانُ

---

(۱) عروض زلته أي زلته العارضة.

''اگر کسی برائی کرنے والے نے تیرے ساتھ برا برتاؤ کیا تو اس کی برائی کے مقابلہ میں سراپا عفو و درگزر بن جا''۔

یعنی آدمی کو اتنا بلند اخلاق بن جانا چاہیے کہ اگر چہ کوئی آدمی اس کے ساتھ خراب معاملہ کرے؛ مگر وہ اس کے ساتھ معافی ودرگزر سے کام لے کر بھلائی کرتا رہے ؎

برائی کا بدلہ برائی سے توبہ
ہم وہ ہیں کہ سب کا بھلا چاہتے ہیں
زیست کی ہر کرب پر رنج و الم کے باوجود
غیر سے ملئے تو سراپا خوشی بن جائیے

(طفیل مدنی)

۱۱- وكُن عَلَى الدَّهرِ مِعْوَانًا لذي أملٍ
يَرْجُو نَدَاكَ فَإِنَّ الْحُرَّ مِعْوَانُ (۱)

''ہر وہ شخص جو تیری عطا و بخشش کا امیدوار ہو، اس کے لیے بہت زیادہ مددگار ہو جا، اس لیے کہ شریف آدمی محتاجوں کا بہت مددگار ہوتا ہے''۔

یعنی شریف آدمی کا کام یہ ہے کہ جو لوگ اس سے بخشش اور مدد کی امید کرتے ہیں وہ ان کو مایوس نہیں کرتا، بل کہ حتی الامکان ہر محتاج کی مدد کرتا ہے، کیوں کہ طاقت و وسعت کے باوجود ہاتھ روکے رکھنا بخل ہے۔

---

(۱) معوان – كثير العون والمساعدة.

۱۲– وَاشْدُدْ يَدَيْكَ بِحَبْلِ اللّٰهِ مُعْتَصِمًا
فَإِنَّهُ الرُّكْنُ إِنْ خَانَتْكَ أَرْكَانُ

”اپنے دونوں ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے، اس لیے کہ جب (دنیا میں) دوسرے سہارے ٹوٹ جاتے ہیں تو وہی سہارا کام آتا ہے۔“

یعنی آدمی کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پر ہی بھروسہ کر کے اس کی ذات عالی کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھنا چاہیے۔ آدمی دنیا میں بہت سے لوگوں کو اپنی پناہ گاہ سمجھتا ہے؛ مگر وہ تکلیف کے وقت کچھ بھی مدد نہیں کرتے، اس وقت اللہ تعالیٰ ہی آدمی کی مدد کرتا ہے۔ ﴿وعلى الله فتوكلوا إن كنتم مؤمنين﴾

۱۳– مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يُحْمَدُ فِي عَوَاقِبِهِ
وَ يكفه شرَّ من عزُّوا وَ من هَانُوا

”جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کا انجام بخیر ہوتا ہے اور یہ تقویٰ اس کو ہر ذلیل و عزیز کے شر سے محفوظ رکھتا ہے“۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف و تقویٰ سے آدمی کا ہر کام اچھی طرح انجام پذیر ہوتا ہے، نہ تو اصحابِ حکومت اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ غنڈے اذیت پہنچا سکتے ہیں۔

۱۴ – مَنِ اسْتَعَانَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فِي طَلَبٍ
فَإِنَّ نَاصِرَه عَجْزٌ وَ خِذلَانُ

”جو شخص بھی اپنی کسی حاجت میں غیر اللہ سے مدد چاہے گا وہ اپنے مددگار کو عاجز اور ناکام ہی پائے گا“۔

یعنی آدمی کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی اپنی تمام حاجتیں مانگنی چاہیے، غیر اللہ سے امید وابستہ کرنے کا انجام رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

۱۵ — مَنْ كَانَ لِلْخَيْرِ مَنَّاعًا فَلَيْسَ لَهُ
عَلَى الْحَقِيْقَةِ إِخْوَانٌ و أَخْدَانُ (۱)

''جو شخص بھی خیر و بھلائی کے کاموں میں مانع بنے گا اس کا کوئی بھی حقیقی دوست و برادر نہیں ہوگا''۔

یعنی جو آدمی خیر کے کاموں میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو پھر اس کو سب لوگ حقارت ہی کی نظر سے دیکھیں گے، کوئی بھی اس کا دوست و بھائی نہیں ہو سکتا۔

۱٦ — مَنْ جَادَ بِالْمَالِ مَالَ النَّاسُ قَاطبَةً
إِلَيْهِ وَ الْمَالُ لِلإِنْسَانِ فَتَّانُ

''جو شخص بھی مال خرچ کرتا ہے اس کی طرف لوگ مائل ہو جاتے ہیں، اور مال تو انسان کو آزمائش میں ڈالنے والا ہی ہے''۔

یعنی مال کا ایسا فتنہ ہے کہ اس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں، اس لیے مال خرچ کرنے والا لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔

لولا التقى لقلتُ جلت قدرته.

(حريرى)

---

(۱) أخدان جمع خِدْن معناه الصديق.

۱۷– مَن سَالَمَ النَّاسَ يَسُلَمُ مِنُ غَوَائِلِهِمُ
وَ عَاشَ وَهُوَ قَرِيُرُ الُعَيُنِ جَذُلَانُ (۱)

”جو بھی لوگوں سے صلح وصفائی رکھے گا وہ ان کے شر سے محفوظ رہے گا اورخوشی ومسرت کی زندگی گزارے گا“۔

یعنی لوگوں سے اچھے تعلقات اورمحبت کے ساتھ رہنا ہی انسان کوان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے اور ایسا ہی آدمی اپنی زندگی خوش گوار ماحول میں مسرت کے ساتھ گزارسکتا ہے۔

۱۸ – مَن كَان لِلُعَقُلِ سُلُطَانٌ عَلَيُهِ غَدَا
وَ مَا عَلٰى نَفُسِهِ لِلُحِرُصِ سُلُطَانُ

”جس شخص نے بھی معاملات میں عقل کوغالب رکھا اس کے نفس پرحرص کا جادونہیں چلے گا“

یعنی آدمی ہر کام میں عقل سے کام لے کراس کے اچھے برے ہونے کے بارے میں غور کرے تو حرص کی وجہ سے جوغلط کام انجام دیتا ہے اس سے محفوظ ہو جائے گا، ورنہ آدمی حرص اور جذبۂ دنیوی کی وجہ سے حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔

۱۹– مَنُ مدَّ طَرُفًا (۲) لِفَرُطِ الُجَهُلِ نَحُوَ هَوىً
أَغُضَى عَلَى الُحَقِّ يَوُمًا وَهُوَ خَزُيانُ (۳)

”جوشخص بھی اپنی جہالت کی وجہ سے خواہشات کی طرف رغبت کی نظر سے دیکھے گا وہ ایک نہ ایک دن حق کی طرف سے آنکھیں بند کرلے گا اور ذلیل ہوگا“۔

---

(۱) أي: فرحان. (۲) الطرف هنا العين. (۳) الخزيان – الذليل.

یعنی جو کوئی بھی شہوات محرمہ اور خواہشات نفس کی طرف راغب ہوگا، وہ حق کی طرف میلان نہیں رکھ سکتا اور اس کا نتیجہ ذلت و رسوائی کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتا۔

۲۰- مَنْ عَاشَرَ النَّاسَ لاقَى مِنْهُمْ نَصبًا (۱)
لِأَنَّ سُوسَهُم(۲) بَغْيٌ وَ عُدْوَانُ

''جو بھی لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے گا، وہ ان کی طرف سے مشقتیں پائے گا، اس لیے کہ عام انسانوں کی طبیعتوں میں سرکشی اور دشمنی ہوتی ہے۔''

یعنی اس دنیا میں عام انسانوں کے مزاجوں میں چوں کہ حسد، دشمنی جیسی مذموم صفات ہوتی ہیں اس لیے عام لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنے میں ان کی طرف سے ایسی باتیں پیش آئیں گی جو آدمی کے لیے باعث اذیت ہوتی ہیں؛ لہٰذا بہتر ہے کہ ممکنہ حد تک عوام سے تعلقات کم رکھے جائیں۔

۲۱- و من يُفَتِّشُ عن الإخوان يَقْلِهِمُ (۳)
فَجُلُّ إِخْوانِ هٰذَا الْعَصْرِ خَوَّانُ

''جو کوئی بھی دوستوں کے بارے میں جستجو کرے گا، وہ ان کو اپنا دشمن بنالے گا، اس لیے کہ اس زمانہ کے اکثر و بیش تر دوست خائن ہوتے ہیں۔''

یعنی بہت سے لوگ دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں؛ مگر جب ان کو آزمایا جاتا ہے تو ان کی دوستی کھوکھلی اور مفاد پرستی کی ہوتی ہے، اچھی حالت میں ساتھ رہتے ہیں؛ مگر

---

(۱) النصب: يراد به المتاعب والشرور والعداوات (۲) والسوس الطبيعة.

(۳) يبغضهم ويكرههم من قلاه يقليه أبغضه و كرهه.

مصیبت میں بزدلی کا اظہار کرتے ہیں، اس دور کے عام دوستوں کا یہی مزاج ہے، حالاں کہ ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست
در پریشاں حالیؔ و درماندگی

۲۲- مَنِ اسْتَشَارَ صُرُوفَ الدَّهْرِ قَامَ لَهُ
عَلٰى حَقِيقَةِ طبعِ الدَّهْرِ بُرْهَانُ

''جس نے بھی زمانہ کی گردشوں کی حقیقت جاننے کی کوشش کی، اس کو زمانہ کے مزاج کی دلیل مل جائے گی۔''

یعنی آدمی اگر زمانہ کی گردشوں اور اس کے حوادث پر غور کرے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس دنیا میں کوئی بھی چیز قابل اعتماد نہیں، اور اس دنیا میں کسی چیز کو دوام وقرار نہیں ہے، یہاں حالات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

﴿وتلك الأيام نداولها بين الناس﴾

۲۳- مَنْ يَزْرَعِ الشَّرَّ يَحْصُدْ فِيْ عواقِبِه
ندامةً ، وَلِحَصْدِ الزَّرْعِ إِبَّانُ (۱)

''جو کوئی شر بوئے گا (برے کام کرے گا) تو انجام کار ندامت پائے گا اور کھیتی کٹنے کا ایک وقت تو ضرور آتا ہے۔''

یعنی انسان اس دنیا میں بھلائی، برائی اپنے اعمال کے مطابق ہی پائے گا،

(۱) وقت محدد

اچھا کام کرے گا، بھلائی پائے گا، اور برے کام کرے گا تو برائی ملے گی، اسی کو فارسی شاعر نے کہا ہے ؎

گندم از گندم بروید جو زجو　　　از مکافاتِ عمل غافل مشو

۲۴- مَـن اسْتَـنَـامَ إلَى الْأَشْـرَارِ نَامَ وَفِي
قَـمِيـصِـهِ مِنْهُـمْ صِـلٌّ (۱) وَ ثُـعْبَانُ

''جو شخص شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ گویا ایسی حالت میں سو رہا ہے کہ اس کی قمیص میں زہریلا سانپ اور اژدہا ہے۔''

یعنی جو شریر لوگوں کی صحبت میں رہے گا، اس کو کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی وقت ضرر ونقصان پہنچے گا، جس طرح کوئی آدمی آستین میں سانپ لے کر سوئے تو وہ اپنی ہلاکت ہی کا سامان لے کر سوتا ہے، بس شریروں کی صحبت کی یہی مثال ہے۔

۲۵- كُنْ رَيِّقَ (۲) الْبِشْـرِ إِنَّ الْـحُرَّ هِـمَّتُـهُ
صَـحِيـفَةٌ وَ عَـلَيْهَـا الْبِشْـرُ عُنْـوَانُ

''ہمیشہ خندہ رو رہ، شریف آدمی ہمیشہ ہنس مکھ رہتا ہے''۔

مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ لوگوں سے خوش روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا چاہیے۔ یہ شریفوں کے اخلاق ہیں، ایسے با اخلاق لوگوں سے دوسرے لوگ محبت کرتے ہیں اور شریف آدمی دوسروں سے آسانی کے ساتھ نفع اٹھاتا ہے۔

---

(۱) الصل: الحية اللتي لاتنفع فيها الرقية والعلاج.

(۲) ريق البشر: جميل البشر دائمة، والبشر طلاقة الوجه و بشاشته، والصحيفة يعني بها الوجه.

۲٦- وَ رَافِقِ الرِّفْقَ فِيْ كُلِّ الْأُمُوْرِ فَلَمْ
يَنْدَمْ رَفِيْقٌ وَ لَمْ يَذْمُمْهُ إِنْسَانُ

''ہر معاملہ میں نرمی اختیار کر اس لیے کہ نرم خو آدمی کبھی نادم نہیں ہوا، اور نہ کسی انسان نے اس کی مذمت کی۔''

یعنی جس آدمی کی طبیعت میں نرمی ہوتی ہے وہ سب کے ساتھ نباہ کر لیتا ہے اور ایسی کوئی بات پیش نہیں آتی جس سے اس کو ندامت اٹھانی پڑے، اور ایسے آدمی کی سب ہی لوگ تعریف کرتے ہیں، نرم خو انسان کی کوئی برائی نہیں کرتا۔

۲۷- وَ لَا يَغُرَّنَّكَ حَظٌّ جَرَّهُ خَرَقٌ (۱)
فَالْخُرْقُ هَدْمٌ وَ رِفْقُ الْمَرْءِ بُنْيَانُ

''اگر کسی بے وقوف سخت طبیعت والے کی اس کے نصیب نے یاوری کی تو اس سے دھوکہ نہ کھا، اس لیے کہ سختی میں گراوٹ اور توڑ ہے اور نرمی میں مضبوط بنیاد ہے''۔

یعنی بعض اوقات بے وقوف اور سخت آدمی کو کچھ فائدے حاصل ہو جاتے ہیں؛ مگر وہ قابلِ اعتنا نہیں ہے۔ اس لیے سختی سے تخریب ہی ہوتی ہے اور نرمی سے تعمیر ہوتی ہے، حدیث پاک میں ارشاد ہے ''مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ'' (۲) جو آدمی رفق سے محروم ہو گیا وہ پورے خیر سے محروم ہو گیا۔

---

(۱) الخَرَقُ بفتح الخاء والراء، والخُرْقُ بضم الخاء وسكون الراء، كلاهما بمعنى العنف و الغلظة، ويأتيان بمعنى الحمق والبلاهة۔ (۲) ابوداؤد شریف: رقم الحدیث: ۴۸۰۹

۲۸- أَحْسِنْ إِذَا كَانَ إِمكانٌ و مَقْدِرَةٌ
فلن يدومَ على الإحسانِ إمكانُ

''جب تیرے پاس قدرت و امکان ہو تو احسان کا معاملہ کر، اس لیے کہ آدمی کو احسان کرنے کی قدرت ہمیشہ نہیں رہتی۔''

یعنی جب کسی آدمی کو اللہ تعالیٰ کارِ خیر کی قدرت اور موقع نصیب فرمائے تو اس کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ احسان کرے۔ اس لیے کہ بسا اوقات آدمی کے حالات بدل جاتے ہیں اور پھر اس کے پاس احسان کرنے کے امکانات نہیں ہوتے، اس لیے موقع کو غنیمت سمجھ اور خیر کا عمل کر۔

۲۹- فَالرَّوْضُ يَزْدَانُ بِالأَنْوَارِ فَاغِمَةً
وَ الْحُرُّ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ يَزْدَانُ (۱)

''اس لیے کہ باغ جس طرح شگفتہ کلیوں اور پھولوں سے مزین ہوتا ہے، اسی طرح شریف آدمی عدل و احسان کی وجہ سے زینت پاتا ہے''۔

یعنی باغ میں طرح طرح کے پھولوں اور کلیوں سے رونق و زینت ہوتی ہے، ایسے ہی اگر کسی انسان میں عدل و احسان کی صفات ہوں تو اس کی شخصیت مزین اور بڑی بارونق بن جاتی ہے۔

(۱) يزدان: يتزين، و الأنوار جمع نَوْر بفتح النون وهو الزهر. فاغمة: متفتحة.

۳۰- صُنْ حُرَّ (۱) وَجهِكَ لا تَهتِكْ غِلَالَتَـه
فَـكُـلُّ حُـرٍّ لِـحُـر الْـوَجْـهِ صَوَّانُ

''اپنے چہرے کی رونق کی حفاظت کر اور اس کی نفاست کو خراب نہ کر، اس لیے کہ شریف آدمی چہرہ کے محاسن کی حفاظت کرتا ہے''۔

یعنی آدمی کو کسی دنیوی کام کی وجہ سے دوسرے کے سامنے اپنے چہرہ کی رونق خراب نہیں کرنی نہیں چاہیے، شریف لوگ مصائب میں بھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے۔

۳۱- فَـإِنْ لَـقِيـتَ عَـدُوًّا فَـالْـقَـهُ أَبَدًا
وَ الْـوَجْـهُ بِـالبِشْـرِ وَ الْإِشْرَاقِ غضَّـانُ (۲)

''اگر دشمن سے بھی ملنا ہو جائے تب بھی طلاقتِ وجہ سے مل''۔

یعنی اگر دشمن کے ساتھ خندہ روئی سے ملتا ہے تو یہ اخلاق کی بلندی تجھ کو بہت اونچا مقام دلائے گی، اس لیے کہ دشمن اور مخالف کے ساتھ اس طرح تر وتازہ چہرہ کے ساتھ ملاقات کرنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔

۳۲- دعِ التَّـكَـاسُـلَ فِـيْ الْـخَيْرَاتِ تَطْلُبُهَـا
فَـلَيْـسَ يَسـعَـدُ بِـالْخَيْـرَاتِ كَسْلانُ

''بھلائی کی تلاش وجستجو میں سستی نہ کر، اس لیے کہ کاہل آدمی بھلائیاں حاصل نہیں کرسکتا''۔

---

(۱) حر الوجه: محاسنه و كرامته، والغلالة بكسر الغين، ثوب رقيق كالقميص، يلبس على الجسد تحت الثياب الغليظة. (۲) غضان: مشرق، طلق

یعنی خیراور اچھی چیز حاصل کرنے کے لیے محنت اور جدو جہد کرنی چاہیے، کاہلی اورسستی سے بھلائی پانا مشکل ہے۔

بقدر القد تكتسب المعالي ☆ من طلب العلىٰ سهر الليالي(۱)

موقع کوغنیمت سمجھ اور خیر کا عمل کر۔

۳۳- لَا ظِلَّ(۲) لِـلْمَرْءِ يَعْرَى(۳) مِـنْ تُقًى وَنُهًى
وَإِنْ أظَـلَّتُـهُ أَوْرَاقٌ وَ أَفْـنَـانُ (٤)

''اگر آدمی عقل وتقوی سے خالی ہوتو اس کے لیے عزت کا کوئی مقام نہیں اگر چہ دوسرے اسباب عزت وغلبہ کے موجود ہوں''۔

یعنی دنیا کی فراوانی انسان کو عزت نہیں دے سکتی اگر اس کے پاس عقل و تقوی نہ ہو۔ ہاں! عقل وتقوی کی وجہ سے غربت کے باوجود انسان کو صحیح عزت نصیب ہوتی ہے۔

۳٤- وَالـنَّـاسُ أَعْـوَانُ مَـنْ وَالَتُـهُ دولُتُـه (٥)
وَ هُـمْ عَـلَيْـهِ إِذَا عَـادتُـه أعْـوَانُ

''جب دنیا کی دولت کسی کے پاس ہوتی ہے تو لوگ اس کے مددگار رہوتے ہیں اور جب دنیا منہ پھیر لیتی ہے تو یہی لوگ اس کے دشمن ہوجاتے ہیں۔''

(۱) ديوان الإمام الشافعي:ص ۹۰ (۲) الظل هنا العز و المنعة.

(۳) يعرى من تقًى و نهى: يفقد التقوى والعقل.

(٤) أفنان: غصون، و المراد بها هنا: النعم والرفاهية.

(٥) وَالَتُه دولتُه: أي أقبلت عليه الدنيا وابتسمت له الأيام.

یعنی جب دنیا کی دولت موجود ہوتی ہے تو لوگ خوب ساتھ دیتے ہیں؛ لیکن جب دولت جاتی رہتی ہے تو لوگ بھی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

۳۵- "سَحْبَانُ" من غير مالٍ باقِلٌ حَصِرٌ
وَبَاقِلٌ فِي ثَرَاءِ الْمَالِ "سَحْبَانُ"

''مال کے بغیر سحبان بن وائل بھی باقل کی طرح گونگا ہوتا ہے اور مال داری میں باقل بھی سحبان بن جاتا ہے۔''

سحبان بن وائل عرب کے فصیح اللسان خطیب کا نام ہے، فصاحت و بلاغت میں وہ ضرب المثل ہے۔ اور باقل بنی ایاد قبیلہ کے ایک شخص کا نام ہے، جو اپنی کم فہمی و غباوت میں مشہور تھا، جو شخص اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے میں قاصر ہو، اس کو باقل کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے، کہا جاتا ہے: "فلان أعيا من باقل"۔

اس شخص کی غباوت کا قصہ مشہور ہے کہ اس نے گیارہ درہم میں ایک ہرن خریدا، وہ اس ہرن کو لے کر ایک جماعت کے پاس سے گزرا، انہوں نے پوچھا: یہ ہرن کتنے میں خریدا؟ اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر دس انگلیاں بتائیں اور زبان باہر نکالی۔ مطلب یہ کہ گیارہ میں خریدا؛ مگر ہاتھ پھیلانے میں ہرن اس کے ہاتھ سے نکل کر بھاگ نکلا، یہ اس کی غباوت کی مثال مشہور ہوگئی۔

پس شعر کا مطلب یہ ہوا کہ سحبان بن وائل جیسے ذی علم اور فصیح و بلیغ آدمی کے پاس اگر مال نہ ہو تو گونگا ہوتا ہے اور روپیہ پیسہ والا گونگا جو باقل کی طرح احمق ہو، مال کے سبب سحبان بن جاتا ہے۔

٣٦ — لا تُـودِعِ السِّـرَّ وشَّـاءً يبـوحُ بـه

فَمَـا رعـى غَنـمًـا فِيْ الدَّوِّ سِرْحَـانُ (١)

’’اپنا بھید ایسے شخص کے سامنے ظاہر مت کر جو اس کو فاش کر دے؛ کیوں کہ بھیڑیا جنگل میں بکریوں کی حفاظت نہیں کرتا۔‘‘

یعنی ایسے آدمی کے سامنے جو بھید چھپا نہ سکے اور ایک کی بات دوسرے تک پہنچا دے، کبھی بھید کی بات نہیں کرنی چاہیے، اگر کوئی نادان انسان بھیڑیئے کو جنگل میں اپنی بکریوں کی نگرانی سپرد کر دے تو اس کا انجام معلوم ہے کہ کیا ہوگا۔

٣٧— لاتَحسَبِ النَّاسَ طَبعًا وَاحِدًا فَلَهُمُ

غَـرَائِـزٌ لسـتَ تُحصِيهِنَّ أَلْوَانُ

’’سب انسانوں کو یکساں گمان نہ کر؛ کیوں کہ لوگوں کی طبائع اور مزاج مختلف ہوتے ہیں۔‘‘

فارسی میں کہا جاتا ہے کہ ’’خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد‘‘ یعنی ہر انسان کی طبیعت اور اس کی افتاد دوسرے سے الگ ہے، اس لیے سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکا جا سکتا، ہر شخص کے ساتھ اس کے مزاج اور اس کے مقام کے مطابق معاملہ کرنا چاہیے۔

٣٨— مَـا كُـلُّ مَـاءٍ كَصَـدّاءٍ لِـوَارِدِه

نَـعَـم، وَلَا كُـلُّ نَبـتٍ فَهُـوَ سَعْـدَانُ

’’ہر پانی کا چشمہ صداء کے پانی کے مانند نہیں ہوتا، جی ہاں! ہر پودا سعدان کا پودا نہیں ہوتا۔‘‘

---

(١) الدَّوُّ: المفازة والصحراء. والسرحان: بكسر السين وسكون الراء: الذئب.

عرب میں صداء کا چشمہ بہت ہی میٹھا پانی کا چشمہ تھا اور سعدان نامی ایک جنگلی گھاس کا پودا تھا جو اونٹ کا پسندیدہ چارہ تھا۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے علم وفضل اور مرتبہ میں فرق ہوتا ہے؛ لہٰذا ہر آدمی کو ایک ہی مقام ومرتبہ نہیں دیا جاسکتا۔

۳۹– لاتَخْدِشَنَّ بِمَطْلٍ وَجْهَ عارفةٍ (۱)
فَالْبِرُّ يَخْدِشُه مَطْلٌ وَلَيّانُ

''ٹال مٹول کر کے اپنے احسان کا چہرہ خراب نہ کرو، اس لیے کہ ٹال مٹول اور غیر ضروری تاخیر احسان کو مجروح کرتی ہے۔''

یعنی اگر کسی بھلائی کا ارادہ ہے تو اس میں تاخیر مت کرو، خواہ مخواہ کسی کو آج اور کل کا وعدہ کر کے چکر دیتے رہنے میں تمہارا احسان مجروح ہوتا ہے، عربی زبان میں مثل مشہور ہے: ''خیر البر عاجله''

۴۰– لَاتَسْتَشِرُ غَيْرَ نَدْبٍ حَازِمٍ يَقِظٍ (۲)
قد اسْتَوَىَ فيه إِسرَارٌ وَ إِعْلانُ

''ایسے شخص کے علاوہ جو بیدار مغز اور پختہ ارادہ والا ہو اور جس کا ظاہر و باطن ایک ہو، کسی اور سے مشورہ مت کر۔''

یعنی مشورہ ایسے آدمی سے کرنا چاہیے جو سمجھ دار، پختہ خیال اور مخلص ہو؛ تاکہ صحیح مشورہ مل سکے اور دھوکہ نہ ہو۔

---

(۱) الخدش: الجرح، والعارفة: المعروف والإحسان، والمطل: التسويف والتاخير، الليان: التاخير والمماطلة.

(۲) ندب: منجد، حازم: ضابط للأمور، يقظ: نبيه، واعٍ

٤١- فَـلِـلـتَّـدَابِيْـرِ فُـرْسَـانٌ إِذَا رَكَـضُـوْا
فِيْـهَـا أَبرُّوْا(١) كَـمَـا لِـلْـحَرْبِ فُرْسَانُ

''اس لیے کہ مختلف کاموں کے لیے ایسے شہ سوار ہوتے ہیں کہ جب وہ کمر کس لیتے ہیں تو اس کام کو پورا ہی کرتے ہیں جیسے کہ میدان حرب کے شہ سوار ہوتے ہیں''۔

مطلب یہ ہے کہ ہر کام میں اس کام کے اہل ہی سے مشورہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ جو شخص جس طریق کا ماہر ہوگا وہی اس کام کا صحیح مشورہ دے سکے گا، علما سے زراعت اور وکلا سے دینی مسائل میں مشورہ کرنا خلافِ عقل بات ہوگی۔

(٤٢) وَ لِلأُمُوْرِ مَوَاقِيْتٌ مُقَدَّرَةٌ
وَكُلُّ أَمْرٍ لَهُ حَدٌّ و مِيْزَانُ

''اور ہر کام کے لیے اوقات مقرر ہیں اور ہر معاملہ کی ایک حد اور میزان ہے۔''

یعنی ہر کام کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے اور اس کی اہمیت وعدم اہمیت کی میزان ہوتی ہے، اس لیے ہر کام کو اس کی میزان اور اس کی حد میں تول کر کرنا چاہیے، اہم کو چھوڑ کر غیر اہم کی طرف متوجہ ہونا عقل مندی نہیں ہے۔

٤٣- فَلَا تَكُنْ عَجِلاً بِالْأَمْرِ تطْلُبُهُ
فَلَيْسَ يُحْمَدُ قَبْلَ النُّضْجِ بُحْرَانُ! (٢)

(١) أبروا: غلبوا وفازوا على غيرهم بحسن الرأي وجودته.

(٢) النضج: الاكتمال، البحران: بضم الباء وسكون الحاء، لفظ مولد، يوناني الأصل، وهو عند الأطباء: التغير الذي يحدث للعليل دفعة واحدة في الأمراض الحادة إلى الصحة أو إلى المرض، فإن وقع بعد نضج مادة المرض فهو علامة الصحة والشفاء، وإن وقع قبل نضجها فهو علامة الموت والهلاك.

''کسی کام کی انجام دہی میں عجلت مت کر، اس لیے کہ وقت سے پہلے بحران اچھا نہیں ہوتا۔''

مطلب یہ ہے کہ عقل مند کو کسی کام میں جلدی نہیں کرنی چاہیے، بعض لوگ بے وقت کام کرتے ہیں تو بہت نقصان ہوتا ہے۔

٤٤ـ كَفَى مِنَ الْعَيْشِ (١) مَا قَدْ سَدَّ مِنْ عَوَزٍ (٢)
فَفِيهِ لِلْحُرِّ إِنْ حَقَّقْتَ غُنْيَانُ

''انسان کے لیے حاجت کے بقدر ہی رزق اچھا ہے، عقل مند آدمی کو یہ میسر ہو جائے تو کافی ہے۔''

یعنی صاحبِ عقل آدمی دنیا بقدر ضرورت حاصل کرتا ہے، باقی اوقات کو آخرت کے کاموں اور رضائے الٰہی کے حصول میں لگاتا ہے۔

٤٥ـ وَذُو الْقَنَاعَةِ رَاضٍ مِنْ مَعِيشَتِهِ
وَصَاحِبُ الْحِرْصِ إِنْ أَثْرَى (٣) فَغَضْبَانُ!

''قناعت کرنے والا اپنی زندگی میں خوش رہتا ہے اور حریص آدمی اگر چہ اس کا مال زیادہ ہو ہمیشہ ناراضگی میں رہتا ہے۔''

قناعت کی دولت کسی کو نصیب ہو جائے تو وہ تھوڑی چیز پر بھی قانع رہ کر خوش رہتا ہے اور صاحبِ حرص زیادہ مال و دولت کے باوجود اپنے حرص کے سبب غم و غصہ میں رہتا ہے؛ کیوں کہ اس کو اس کی حرص کے مطابق نہیں ملتا تو رنجیدہ ہوتا ہے۔

---

(١) العيش هنا: ما يتبلغ به من رزق. (٢) العوز: الحاجة والفقر. (٣) أثري: زاد ماله.

٤٦- حَسْـبُ الُفتـى عَـقُلُـه خِلاًّ يُعَـاشِـرُه

إِذَا تـحَـامَـاه إِخُـوانٌ وخُلاَّنُ!

''جواں مرد کے لیے اپنی عقل کو دوست بنا کر رہنا اچھا ہے، جب دوست احباب دور ہو جاتے ہیں تو یہی عقل اس کی مددگار رہے۔''

بسا اوقات آدمی کو اس کے احباب چھوڑ دیتے ہیں اور مشکل میں ساتھ نہیں دیتے، ایسے وقت میں عقل کو کام میں لا کر راستہ نکالنا چاہیے۔

٤٧- هُـمَـا رَضِيُـعَـا لِبَـانٍ : حِكُمَةٌ و تُقًى

وَ سَـاكِـنَـا وَطـنٍ : مَـالٌ وَ طـغيـانُ

''حکمت اور تقویٰ ہم زاد ہیں اور مال و سرکشی ایک وطن کے باشندے ہیں۔''

یعنی حکمت اور تقویٰ میں جوڑ ہے جو ایک دوسرے کو حقیقی بھائیوں کی طرح ساتھ رکھتا ہے، اسی طرح مال اور سرکشی ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔

٤٨- إِذَا نَبَـا (١) بـكَـرِيـم مَـوُطِـنٌ فلـهُ

وَرَاءَهُ فِـيُ بَسِيُـطِ الأَرُض أَوُطَـانُ

''جب کسی شریف انسان کے لیے وطن کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے تو (فکر کی بات نہیں) اس کے لیے اس کرۂ ارض پر بہت سے وطن موجود ہیں۔''

یعنی اگر شریف انسان کو وطن میں ناموافق حالات پیش آ جائیں تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں؛ بل کہ خدا کی اس زمین پر اس کے لیے بہت سے وطن موجود ہیں ؎

جائے خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست

(١) نبا بالمرء الموطن: ضاق عليه ولم يوافقه و لم يسرُّ به.

٤٩- يَـا ظَـالِـمًـا فَـرِحًـا بِـالْعِـز سَـاعَدَه
إِن كُنـتَ فـي سِـنَةٍ فَـالدَّهـرُ يَقْظَـانُ

''اے وہ شخص جوقوت وطاقت کے بل پر اترا رہا ہے (یادرکھ) اگر تو غفلت اور مدہوشی میں ہے تو زمانہ کی آنکھ بیدار ہے''۔

یعنی اے انسان! تو اپنی طاقت وسلطنت پر مغرور نہ ہو، تو اگر غافل ہے تو اللہ تعالیٰ کی آنکھ غافل نہیں، وہ تیرے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور تیری کسی بھی وقت گرفت ہوسکتی ہے۔

٥٠- مَـا اسْتَمْرأَ (١) الـظُّـلْـمَ لَـوْ أَنْصَفْتَ آكِلُهُ
وَ هَـلْ يَـلَـذُّ مـذَاقَ الْـمَـرْءِ خُـطْبَـانُ (٢)

''اگر تو انصاف سے کام لے (تو ماننا پڑے گا) کہ ظلم کو کوئی بھی پسند نہیں کرسکتا، کیا انسان کو ایلوا کا مزہ اچھا لگتا ہے؟''

یعنی جس طرح ایلوا کا ذائقہ کسی بھی آدمی کو پسند نہیں، اسی طرح ہر شریف اور سمجھدار ظلم کو ناگوار اور غیر پسندیدہ ہی سمجھے گا۔

٥١- يَـا أَيُّهَـا الْـعَـالِـمُ الْـمَـرْضِيُّ سِيْـرَتُـهُ
أَبْشِـرْ فَـأَنْـت بـغيـرِ الْـمَـاء رَيَّـانُ (٣)

''اے پسندیدہ اخلاق والے عالم! تجھے مبارک باد ہو، اس لیے کہ تو بغیر پانی کے بھی سیراب ہے۔''

(١) استمرء الشيء: استطابه. (٢) الخطبان: الحنظل حين يأخذ في الاصفرار و تشتد مرارته، و يقال في المثل: أمرُّ من الخطبان، أي أمرّ من الحنظل. (٣) الريان: مرتوٍ، و الارتواء الشبع من الماء.

یعنی وہ عالم جس نے علم کی امانت کی حفاظت کی اور اعمالِ صالحہ سے بلند مقام حاصل کیا تو لوگوں کی زبانیں اس کی تعریف میں لگی رہتی ہیں، اس لیے وہ مبارک باد کا مستحق ہے کہ بلند اخلاق کے سبب اس کا دل مطمئن اور آنکھیں ٹھنڈی ہیں۔

۵۲- وَ يَـا أَخَـا الْجَهْلِ لَوْ أَصْبَحْتَ فِيْ لُجَجٍ (۱)

فَـأَنْـتَ مَـا بَيْـنَهَـا لَا شَكَّ ظَـمْـآنُ

''اے جاہل شخص! تو اگر گہرے پانی میں بھی ہو تب بھی تو بے شک پیاسا ہی ہے۔''

یعنی جاہل شخص کو دنیا کی دولت سر سے پیر تک ڈھانپ لے تب بھی وہ جہل کی وجہ سے سعادتوں سے محروم ہی رہے گا؛ کیوں کہ جس کے ذریعہ عقل وقلب کی سیرابی ہوتی ہے وہ علم اس کے پاس نہیں ہے تو گویا وہ پیاسا ہے۔

۵۳- لَا تَـحْسَبَـنَّ سُـرُورًا دائـمًـا أبـدًا

مَـنْ سَـرَّه زَمَـنٌ سَـاءَتْـه أَزْمَـانُ

''خوشی اور مسرت کو ہرگز دائمی مت سمجھ، اس لیے کہ زمانہ جس کو خوش کرتا ہے بسا اوقات اس کو رنجیدہ بھی کرتا ہے۔''

یعنی انسان کو اگر خوشی کے مواقع میسر ہوں تو ایسا نہ سمجھے کہ یہ مسرتیں ہمیشہ رہیں گی، حالات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، آج خوشی ہے تو کل غمی بھی پیش آسکتی ہے، دائمی خوشی تو مومن کو جنت میں ملے گی۔

---

(۱) اللجج جمع لجة، و هي معظم الماء.

٥٤- إِذَا جَـفَـاكَ خَلِيْلٌ كُنْتَ تَأْلَفُهُ
فَاطْلُبْ سِوَاهُ فَكُلُّ النَّاسِ إِخْوَانُ

”تو جس دولت سے مانوس تھا، اگر تجھ سے بے وفائی کرے تو اور کوئی دوست تلاش کر، اس لیے کہ ہر آدمی دوست ہوسکتا ہے۔“

یعنی اگر کوئی دوست تیرے ساتھ بے وفائی اور جفا کا معاملہ کرے تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، دوستی کسی ایک شخص پر موقوف نہیں ہے، دنیا میں بہت لوگ ہیں جن سے تعلق پیدا کیا جاسکتا ہے۔

٥٥- وَ إِنْ نَبَتْ بِكَ أَوْطَانٌ نَشَأْتَ بِهَا
فَارْحَلْ فَكُلُّ بِلَادِ اللّٰهِ أَوْطَانُ

”جس وطن میں تیری نشو ونما ہوئی، اگر وہ ناسازگار بن جائے تو وہاں سے کوچ کر جا، خدا کی ساری زمین وطن ہی ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ آدمی کو کبھی اپنے وطن میں بھی ناموافق حالات پیش آتے ہیں تو فکر کی بات نہیں، وہاں سے کسی اور جگہ سفر کر کے زندگی گزارے، اللہ تعالیٰ کی ساری زمین انسان کا وطن ہے۔

ع ”ہر ملک ملکِ ما است کہ ملکِ خدائے ما است“

٥٦- يَا رَافِلًا (١) فِيْ الشَّبَابِ الرَّحْبِ مُنْتَشِيًا
مِنْ كَأْسِهِ، هَلْ أَصَابَ الرُّشْدَ نَشْوَانُ؟

(١) رافل: مختال، متبختر، منتشيا من كأسه أي معجب مدل بحيويّته و فتوته.

''اے جوانی کے نشہ میں سرمست گھومنے والے ! سنبھل جا، کیا کسی نشہ والے مدہوش نے سیدھی راہ پائی ہے؟''

یعنی وہ جوان جو اپنی جوانی اور اس کی قوت کے نشہ میں مست ہوکر گھوم رہا ہے، اس کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ ذرا خیال کر کہ تو کس حالت میں ہے، مدہوش آدمی تو کبھی سیدھی راہ نہیں پاتا، اس لیے ہوش وحواس درست کر کے رہ۔

۵۷- لَا تَغْتَرِرْ بِشَبَابٍ رَائِقٍ نَضِرٍ (۱)

فَكَمْ تَقَدَّمَ قَبْلَ الشِّيْبِ شُبَّانُ

''اپنی تر وتازہ اور بانکپن والی جوانی پر نہ اترا؛ کیوں کہ بہت سے نوجوان بوڑھوں سے پہلے فوت ہوگئے ہیں''۔

یعنی جوانوں کو اپنی جوانی میں مست رہنے کی بجائے کارِ خیر میں مشغول رہنا چاہیے، یہ نہ خیال کرے کہ میں تو ابھی جوان ہوں، بڑھاپے میں اعمال صالحہ میں لگوں گا، اس لیے کہ موت کا کوئی بھروسہ نہیں، بہت سے نوجوان اپنے ضعیف والدین کے سامنے وفات پاچکے۔

۵۸- وَيَا أَخَا الشَّيْبِ لَوْ نَاصَحْتَ نَفْسَكَ لَمْ

يَكُنْ لِمِثْلِكَ فِي اللَّذَّاتِ إِمْعَانُ

''اے بوڑھے! اگر تو نے اپنے نفس کو نصیحت کی ہوتی تو تیرے جیسا شخص لذتوں میں غرق نہ رہتا۔''

---

(۱) رائق: معجب، جميل. والنضر: حسن ناعم.

یعنی بوڑھے آدمی کو اپنے نفس کی خیر خواہی کرتے ہوئے نفسانی لذتوں میں ڈوبا نہ رہنا چاہیے؛ بل کہ جو زندگی باقی ہے، اس کو خالق کی یاد اور آخرت کی فکر میں گزارنا چاہیے۔

۵۹- هَبِ الشَّبِيْبَةَ(۱) تُبْدِيْ عُذْرَ صَاحِبِهَا
مَا عُذْرُ أَشْيَبَ يَسْتَهْوِيْهِ شَيْطَانُ

”نوجوانوں کے لیے تو ان کی جوانی کا عذر بھی ہو سکتا ہے؛ مگر اس بوڑھے کا کیا عذر ہے کہ (اس عمر میں) بھی شیطان اس کو گمراہ کرتا ہے؟“

یعنی جوان اگر غفلت میں ہے تو لوگ کہتے ہیں، بھائی! یہ ابھی جوان ہے اور جوانی تو دیوانی ہوتی ہے، تو یہ عذر کسی درجہ میں ہوتا ہے؛ مگر بوڑھا آدمی سفید بال ہونے پر بھی غفلت میں ہے تو تعجب کی بات ہے کہ اس کو شیطان کس طرح گمراہ کر رہا ہے، بڑھاپے میں تو خدا یاد آنا ہی چاہیے۔

۶۰- كُلُّ الذُّنُوْبِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُهَا
إِنْ شَيَّعَ الْمَرْءَ إِخْلَاصٌ وَ إِيْمَانُ

”اللہ تعالیٰ انسان کے ہر گناہ کو معاف فرما دیں گے، بشرطے کہ انسان ایمان اور اخلاص کو اپنا رفیقِ سفر بنائے۔“

یعنی اگر ایمان اور اخلاص ہے تو آدمی خطا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور مومن بندہ جب صدقِ دل اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے

(۱) الشبيبة: حداثة السن.

توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتے ہیں۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ مادرگہِ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

۶۱- وَ كُلُّ كَسْرٍ فَإِنَّ الدينَ يَجْبُرُهُ
وَ مَا لِكَسْرِ قَنَاةِ (۱) الدِّيْنِ جُبْرَانُ

''دین وشریعت میں ہر کمی پورا کرنے کی صلاحیت ہے؛ مگر دین میں کمی ہوگی اس کو کسی اور چیز سے پُر نہیں کیا جاسکتا۔''

یعنی انسان کی زندگی میں جو بھی نقصان ہو جائے دین اس کی تلافی کی صورت بتاتا ہے؛ مگر دین کا دامن چھوٹ جائے تو یہ ایسا نقصان ہے کہ اس کو کسی اور چیز سے پورا نہیں کرسکتے، دین کا نقصان سب سے بڑا نقصان ہے۔

۶۲- خُذْهَا سَوَائِرَ أَمْثَالٍ مُهَذَّبَةً
فِيْهَا لِمَنْ يَبْتَغِي التِّبْيَانَ تِبْيَانُ

''ان زریں مثالوں کو مضبوطی سے تھام لے، صاف صاف بیان کے طلب گاروں کے لیے ان میں پوری وضاحت موجود ہے۔''

یعنی یہ نصائح اور مثالیں تم خوب دھیان سے سنو اور مضبوطی سے ان پر عمل کرو، اس لیے کہ ان نصائح میں ہر چیز کو مثالوں کے ذریعہ صاف صاف سمجھا دیا گیا ہے۔

---

(۱) القناة: الرمح والمراد بكسر قناة الدين: ذهاب الدين وفقده.

٦٣ — مَـا ضَـرَّ حسَّـانَها (١) والـطبـعُ صَـائِغُهَا
أَنْ لَـمْ يَـصُـغْـهَـا قَـرِيـعُ الشِّعْرِ حَسَّـانُ

''ان اشعار کے ناظم کو کوئی نقصان نہیں ہے، اگر چہ ان کا کہنے والا سید الشعرا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسا نہیں ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ یہ قصیدہ ایک معمولی شاعر کا مرتب کیا ہوا ہے جس میں بہترین نصائح اور بلیغ معانی ہیں، اگر چہ اس کا ناظم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسا سید الشعرا نہیں؛ مگر اس کا ان سے کم مرتبہ ہونا قصیدہ کے لیے کوئی نقصان کی بات نہیں۔ واللہ اعلم!

---

(١) حسّانها: قائلها و ناظمها، قريع الشعر، سيد الشعر، الصحابي الجليل حسان بن ثابتؓ.

............☆☆☆............

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

............☆☆☆............

عربی زبان کی وسعت

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، و علی اٰله و أصحابه أجمعین.

اس وسیع و عریض دنیا میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں، ہر ایک زبان کا اپنا لب ولہجہ ہے، بعض زبانیں بہت سبک وشیریں ہوتی ہیں تو بعض ثقیل و ناگوار، اگر کسی جلسہ میں مختلف زبانوں کے جاننے والے مقررین خطاب کرتے ہیں تو ان میں بعض اپنی زبان کی شیرینی اور لہجہ کی شان وشوکت سے اس زبان سے ناواقف لوگوں کو بھی مسحور کر دیتے ہیں جب کہ بعض کی تقریریں مضحکہ خیز بن جاتی ہیں، مثلا کوئی شخص عربی زبان، فارسی یا اردو میں تقریر کرتا ہے تو اس کا اثر لوگوں پر ان زبانوں کی شیرینی کے سبب سے ہوتا ہے جب کہ چینی، تامل، پشتو زبانوں کے خطیب وہ اثر پیدا نہیں کر سکتے۔

ان مختلف اور ان گنت زبانوں میں عربی زبان اپنی وسعت اور شان وشوکت کے لحاظ سے دیگر زبانوں سے بہت ممتاز ہے، اس کی وسعت کا یہ حال ہے کہ عربوں کے یہاں جو چیزیں عام طور پر استعمال کی جاتی تھیں ان کے بے شمار نام ان کی زبانوں پر جاری ہوتے تھے، مثلاً: گھوڑا، اونٹ، کتّا، تلوار، شراب عربوں کی ’’زندگی کی رسیاں‘‘ (حبال الحیاۃ) سمجھے جاتے تھے، عربی میں ان کے اس قدر نام مستعمل ہیں جو شاید ہی دنیا کی کسی اور زبان میں استعمال کیے جاتے ہوں، عربی کے مشہور شاعر

ابوالعلاء المعری کے دیوان سقط الزند (چقماق کی چنگاریاں) کے مقدمہ میں لکھا ہے:

''واتصل أبو العلاء يوما، وهو في بغداد بالشريف المرتضى، ولما تقدم إلى مجلسه عثر بأحدهم، فقال الرجل : من هذا الكلب ؟ فقال أي أبوالعلاء: الكلب من لا يعرف للكلب سبعين اسما، وسمعه المرتضى فاستدناه واختبره، كما قال ياقوت، فوجده عالما مشبعا بالذكاء فأقبل عليه وأعجب به''.(۱)

ابوالعلاء جب بغداد میں تھا تو ایک روز علامہ شریف مرتضیٰ سے ملاقات کے لیے گیا، جب ابوالعلاء ان کی مجلس میں آگے جانے لگا تو وہ کسی سے ٹکرا گیا (ابوالعلاء فاقد البصر تھا) تو اس شخص نے کہا یہ کتا کون ہے؟ (ابوالعلاء نے جواباً کہا کہ کتا وہ شخص ہے جس کو کتے کے ستر نام معلوم نہ ہوں، اس کی اس بات کو شریف المرتضیٰ نے سنا تو اس کو نزدیک بلایا اور اس کا امتحان لیا، جیسا کہ یاقوت حموی نے لکھا ہے، تو شریف نے اس کو ایسا عالم پایا جو ذکاوت وذہانت سے مالا مال ہو، شریف اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی بہت قدر کی اور اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابوالعلاء المعری کو کتوں کے ستر نام یاد تھے، اور اسی سے عربی زبان کی وسعت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ عربی زبان میں گھوڑے کے بھی متعدد نام آتے ہیں، ناچیز نے عربی کے مشہور شاعر ابوالطیب احمد بن حسین الجعفی الکندی (م۳۵۴ھ) کے دیوان پر نظر ڈالی تو پچاسوں نام نظر آئے، جس سے اس عظیم

(۱) ديوان سقط الزند، تحقيق دكتور عمر فاروق طباع: ص ۱۰، شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى ۱۹۹۸ء

شاعر کی زبان دانی، قادر الکلامی اور وسعت معلومات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متنبّی عربی زبان کا بڑا ذخیرہ اپنے ذہن میں سموئے ہوئے تھا اور اس کو جب چاہتا تھا خوبی کے ساتھ استعمال کرتا تھا، اگر اس زبان کا تقابل ہندوستان اور دنیا کی بیش تر زبانوں سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان زبانوں کا دامن عربی کے مقابلے میں کافی تنگ ہے جب کہ وہ بے پناہ وسعت رکھتی ہے، سطور ذیل میں دیوان متنبّی سے ان اشعار کو نقل کیا جا رہا ہے جن میں گھوڑے کا ذکر ہے۔

۱- الجیاد: وبساتينك الجياد و ما تحمل

من سمهرية سمراء

تیرے باغات عمدہ گھوڑے ہیں اور گندمی رنگ کے سمہری نیزے جو وہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

جاد الفرس جودة بالضم والفتح فهو جواد، و جمعه جياد (المصباح المنير) جاد (ن) جودة **تیز رفتار ہونا**، فرس جواد **تیز رفتار گھوڑا** (ج) أجياد و جيادٌ و أجاديد(۱)، و قال تعالىٰ: ﴿والصافنات الجياد﴾۔

۲- الخیل: ولقد أفنت المفاوز خيلي

قبل أن نلتقي وزادي و مالي

ہماری ملاقات سے پہلے بیابانوں نے میرا گھوڑا، توشہ اور پانی ختم کر دیا۔

والخيل معروفة و هي مؤنثة، و لا واحد لها من لفظها، والجمع خيول، و قال بعضهم: و تطلق الخيل على العراب والبراذين و على

(۱) مصباح اللغات

الفرسان، و سميت خيلا لاختيالها و هو إعجابها بنفسها مرحا (المصباح المنير) الخيل گھوڑوں کا گروہ (ج) خيول و أخيال ، **مجازاً خیل کا اطلاق سواروں پر بھی ہوتا ہے، کہا جاتا ہے:** أتی بخيله و رجله **وہ اپنے سواروں اور پیادہ کے ساتھ آیا،** الخيّال **شہ سوار۔**(۱)

۳- الطرف: و كل قوس كل يوم تناضل و في

كل طرف كل يوم ركوب

اور ہر کمان میں ہر تیراندازی کے دن اور ہر گھوڑے میں ہر سواری کے دن۔

الطرف نجيب الطرفين (ج) أطراف **اصیل گھوڑا۔**(۲)

٤- القبّ: و هل ردّ عنه باللقان وقوفُه صدور

العوالي و المطهمة القبّا

اور کیا مقام لقان کے قیام نے نیزوں کی نوکوں اور صحت مند پتلی کمر والے گھوڑوں کو اپنی طرف سے پھیر دیا۔

القب: **جوان گھوڑا،** الأقب من الخيل: **باریک کمر پتلے پیٹ والا گھوڑا، مؤنث** قباء (ج) قب۔(۳)

٥- العراب: فبت ليالیا لا نوم فيها

تخب بك المسوّمةُ العراب

بہت سی راتیں تو نے بغیر سوئے اس طرح گزاریں کہ داغ لگائے ہوئے عربی گھوڑے تجھے لیے ہوئے بڑھے جارہے تھے۔

---

(۱) مصباح اللغات (۲) مصباح اللغات (۳) مصباح اللغات

"خیل عراب" : خلاف البراذین، الواحد عربيٌ (۱). برذون: ٹٹو، گھوڑا، ترکی گھوڑا (ج) براذین، خیل عراب **کا معنی عربی النسل گھوڑا** (۲)۔

(الخیل العربیة الأصیلة)

٦- السلهبُ (ج) سلاهب: أنـاس إذا لاقـوا عـدیً فـکـأنـما

سلاحُ الذي لاقوا غبارُ <u>السلاهب</u>

وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب دشمنوں سے ملتے ہیں تو وہ ہتھیار جن سے وہ ملے قدآور گھوڑوں کے غبار تھے۔

اسلهبّ الفرس: **گھوڑے کا لمبا ہونا**، سلهب (ج) سلاهب **لمبا، قدآور گھوڑا**، السلهبةُ من النساء **بڑے ڈیل ڈول کی عورت** (۳)۔ (أباعث کل مکرمة طموح وفارس کل سلهبة سبوح. متنبي)

٧- یعبوب: یحط کلّ طویلِ الرمح حامله

من سرج کل طویل الباع <u>یعبوبُ</u>

اس (انگوٹھی) کا رکھنے والا ہر لمبے نیزے والے کو ہر قدآور گھوڑے کی زین سے نیچے اتار دیتا ہے۔

یعبوب: **تیز بہنے والا دریا، تیز رفتار گھوڑا** (ج) یعابیب. (۴)

٨- سوابق: وجدت أنفع مال کنت أذخره

ما في <u>السوابق</u> من جري وتقریب

(۱) المصباح المنیر (۲) **مصباح اللغات** (۳) **مصباح اللغات** (۴) **مصباح اللغات**

میں جو مال جمع کرتا تھا اس میں تیز رفتار گھوڑوں کی سرپٹ دوڑ اور پویہ دوڑ کو سب سے زیادہ نفع بخش پایا۔

قال الأزهري: تقول العرب للذي يسبق من الخيل سابق وسبوق، و إذا كان غيره يسبقه كثيرًا فهو مسبق.(۱)

السابق: گھڑ دوڑ کے میدان کا پہلا گھوڑا، اس کو مجلی بھی کہتے ہیں، بقیہ کی تعریف یہ ہے: المصلي، المسلي، التالي، المرتاح، العاطف، الحظّي، المؤمِّل، اللطيم، السكيت. سابق (ج) سوابق، سابقات.(۲)

۹- أجرد (ج) جرد فتن المهالك حتى قال قائلها

۱۰- سرحوب (ج) سراحيب: ماذا لقينا من الجردِ السراحيب

ہلاکت خیزیوں سے اس طرح آگے نکل گئے کہ بعض ہلاکتوں نے کہا کہ ان کم بال والے اور قد آور گھوڑوں سے ہم کو کیا ملا۔

جرد الفرس: گھوڑے کا کم بال والا ہونا۔ أجرد: بے بال یا چھوٹے بال والا، گھڑ دور میں آگے رہنے والا، (ج) جرد (**مصباح اللغات**)، سرحوب (ج) سراحيب لمبا، متناسب الاعضا۔(۳)

۱۰- أغرّ: وعيني إلى أذني أغرّ كأنه
من الليل باق بين عينيه كوكب

اور میری آنکھ شریف گھوڑے کے دونوں کانوں کی طرف تھی؛ گویا وہ رات کا بقیہ حصہ ہیں اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ستارہ ہے۔

---

(۱) المصباح المنير (۲) مصباح اللغات (۳) مصباح اللغات

فرس أغر ومهرة غراء مثل أحمر وحمراء.(۱)

الأغر من الخيل: **پیشانی پرسفیدی والا**، مؤنث: غراء (ج) غر وغر، الغرة: **گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی۔**

۱۱- حودر (ج) حوادر: نصرّفه للطعن فوق حوادر
قد انقصفت فيهن منه كعابُ

ہم ان میں چلانے کے لیے عمدہ گھوڑوں پر گردش دیتے ہیں کہ ان کے نیزوں کی گرہیں ٹوٹ چکی ہیں۔

حودر: **موٹا اور مضبوط گھوڑا**، حادر و هو الغليظ السمين۔

۱۲- سابح (ج) سوابح : أعز مكان في الدنى سرج سابح
وخير جليس في الزمان كتابُ

دنیا میں سب سے بڑی عزت کی جگہ تیز رفتار گھوڑے کی زین ہے اور ہر زمانہ میں بہترین ہم نشین کتاب ہے۔

سابح: **تیز رفتار گھوڑا**، سابحون (ن) وسوابح (مؤنث) سبحة (ج) سابحات.

۱٤- مقنب: ومقانب بمقانب غادرتها
أقوات وحشٍ كن من أقواتها

بہت سے (گھوڑوں کے) لشکروں کے ذریعہ میں نے جنگل کے جانوروں کی خوراک بنایا اور وہ ان کی خوراک بن گئے۔

---

(۱) المصباح المنير

مــقــنــب: تیس سے چالیس گھوڑوں کی جماعت جو لوٹ ڈالنے کے لیے جمع ہوں (ج) مقانب، تقنبت الخيل چالیس کی جماعت کا دستہ ہونا۔(۱)

۱۵– الكرام: إن الــكــرام بــلا كــرام مــنهــم
مثل الـقـلـوب بـلا سـويـدا و إنهـا

عمدہ گھوڑے بغیر شریف سواروں کے ان دلوں کی طرح ہیں جن میں سیاہ نقطے نہ ہوں۔

الكريمة: كريم کا مؤنث (ج) كريمات وكرائم وكرام ہر چیز کا عمدہ۔

كرائم الأموال: عمدہ اور بہترین مال، عمدہ گھوڑے کو بھی کریم کہا گیا ہے۔(۲)

١٦۔ قارح (ج) قُرّح تــكـبـو ورائك يـابـن أحـمـد قـرّح
ليســـت قــوائـمهـن مـن آلاتـهـا

اے ابن احمد! نو جوان گھوڑے تیرے پیچھے منہ کے بل گر پڑتے ہیں، ان کے پاؤں اس کے آلات میں سے نہیں ہیں۔

قـرح ذو الـحـافـر قـروحًـا انتهت أسنانه فهو قارح، وذالك عند إكمال خمس سنين.(۳)

الـقـارح من ذي الحافر: جس کے پورے دانت نکل آئے ہوں، (ج) قوارح، مـؤنـث قارحة (ج) قارحات، الأقرح من الفرس: وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر درہم کے برابر یا اس سے کم سفیدی ہو، مؤنث قـرحاء، روضة قرحاء سفید پھولوں والا باغ۔(۴)

---

(۱) مصباح اللغات (۲) مصباح اللغات (۳) المصباح المنير (۴) مصباح اللغات

۱۷– الجواد : یـخـطـو الـقـتيـل إلـى القتيل أمـامـه
رب الـجـواد وخـلـفـه الـمـبـطـوح

ایک شان دار گھوڑے والا ایک مقتول سے دوسرے مقتول پر قدم رکھتا ہوا چلتا ہے اور اس کے پیچھے لاشیں بچھی ہوئی ہیں۔

فـرس جواد: عمدہ گھوڑا، تیز رفتار گھوڑا، عربی زبان میں مثل مشہور ہے "إن الجواد قد يكبو" متنبیّ نے کسی جگہ کہا ہے:

مررت على دار الحبيب فحمحمت
جوادي وهل تشجى الجيادَ المعاهد

۱۸–القود مثـلـه أنـكـر الـمـمـات عـلـى
غيـر سـروج السـوابح الـقـود

اس کے جیسے لوگ قدآور تیز رفتار گھوڑے کی زینوں کے علاوہ پر مرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

أقود کی جمع قود، سدھا ہوا تابع دار گھوڑا، مضبوط گردن والا، فرس قيد و قيد وقؤد وقؤود، سدھا ہوا گھوڑا، قـود الـفـرس قودًا فهو أقود مؤنث قوداء (ج) قود (۱)
القود: الطويل من الخيل (برقوقی)

۱۹– الشُزب: فـصبّـحتهـم رعـالهـا شـزّبـا
بيـن ثبـات إلـى عبـاديـد

گروہ در گروہ اور متفرق طور پر چھریرے بدن والے گھوڑے نے ان کو صبح کے وقت جالیا۔

(۱) مصباح اللغات

شَزّبَ الفرس: گھوڑے کو لاغر بنانا، رعال: قطعة من الخيل، وشازب وشزب وهو الضامر.

۲۰- الدّهماء: وماتنكر الدّهماء من رسم منزل
سقتها ضريب الشول فيها الولائد

مشکی رنگ کا گھوڑا نشان منزل کو کیسے نہیں پہچانے گا جس میں بچیوں نے اس کو گابھن اونٹنیوں کا دودھ پلایا ہے۔

دهمت النار القدر: **آگ کا ہانڈی کو سیاہ کرنا۔** يقال: فرس أدهم و بعير أدهم و ناقة دهماء، إذا أشتدت ورقته حتى ذهب بياضه، وشاة دهماء خالصة الحمرة (۱) ، أدهمَّ إدهامًّ: **گھوڑے کا سیاہ ہونا،** حديقة دهماء ومدهامة: **سرسبز باغ جس کی سرسبزی مائل بہ سیاہی ہو۔**

۲۱- السّبوح: و تسعدني في غمرةٍ بعد غمرة
سبوح لها منها عليها شواهد

یکے بعد دیگر آنے والی مصیبت میں ایک تیز رفتار گھوڑا میری مدد کرتا ہے، جس کی شرافت پر اس کی ذات میں شہادتیں موجود ہیں۔

سبوح: **وہ تیز رفتار گھوڑا جو اپنی رفتار میں ادھر ادھر نہ ہوتا ہو۔** (۲)

۲۲- أشقر: ويمشي به العكارَ في الدير تائبا
وما كان يرضى مشي أشقر أجردا

اس کو گرجا میں لاٹھی توبہ کے لیے لے جاتی ہے؛ حالاں کہ وہ چتکبرے اور کم بال والے گھوڑے کی رفتار بھی پسند نہ کرتا تھا۔

(۱) المصباح المنير (۲) مصباح اللغات

شقرٌ: (س) شقرًا و شقرةً ،سرخ وزرد رنگ کا ہونا،صفت أشقر: مؤنث شقراء (ج) شقر.(۱)

۲۳- فرس أفرس: تركت السري خلفي لمن قل ما له

وانعلت أفراسي بنعماك عسجدا

شب روی کو میں نے اپنے پیچھے ان لوگوں کے لیے چھوڑ دیا ہے جن کے پاس مال کم ہے اور میں نے تیری نعمتوں کی بدولت اپنے گھوڑوں کی نعل تک سونے کی بنوادی۔

الفرس يقع على الذكر والأنثى، فيقال: هو الفرس وهي الفرس، وتصغير الذكر فريس، والأنثى فريسة على القياس، وجمعت الفرس على غير لفظها، فقيل: خيل، وعلى لفظها، فقيل: ثلاث أفراسة بالهاء للذكور، وثلاث أفراس بحذفها للإناث، ويقع على التركي والعربي، قال ابن الأنباري: وربما بنوا الأنثى على الذكر فقالوا فيها فرسة، وحكاه يونس سماعا عن العرب.(۲)

عرب کہتے ہیں: هما كفرسي رهان.

یہ مثل ان دو شخصوں کے لیے بولی جاتی ہے جو کسی ایک مقصد کی طرف مسابقت کریں اور کوشش اور فضل میں برابر ہوں۔(۳)

۲٤- حصان: ويركب ماأركبته من كرامة

ويركب للعصيان ظهر حصان

---

(۱) مصباح اللغات (۲) المصباح المنير (۳) مصباح اللغات

اور کیا کوئی اس سواری پر جو تو نے براہِ احسان اس کو عطا کیا ہے سوار ہو کر تیری نافرمانی کر کے مذکر گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہے؟۔

الحصان (بالكسر): الفرس العتيق، قيل: سمي بذالك لأن ظهره كالحصن لراكبه، و قيل: لأنه ضنّ بمائه فلم ينز إلا على كريمةٍ، ثم كثر ذالك حتى سمي كل ذكر من الخيل حصانٌ و إن لم يكن عتيقًا، والجمع حصنٌ مثل كتاب و كتب (۱). الحصان: **اصیل نر گھوڑا** (ج) أحصنة وحصون. (۲)

۲۵- بنات أعوج: و إذا المكارم والصوارم والقنا

و بنات أعوج كل شيء يجمع

(جب میں نے اس کے خزانوں کو خالی پایا) تو یکا یک میں نے دیکھا کہ فضائل اور تیز تلواریں اور نیزے اور اعوج کی نسل کے گھوڑے جن کو وہ جمع کرتا ہے، یعنی ممدوح نے سیم وزر کے بدلے اسباب جنگ کو جمع کیا۔

بنات أعوج أي الخيل الأعوجية، نسبة إلى أحد فحول الخيل للعرب. (۳)

۲۶- طمرة: وقاد لها دلير كل طمرة

تنيف بخذيها سحوق من النخل

اور امیر دلیر نے بنو کلاب کی لڑائی کے لیے ایسے بلند اور چھلانگ لگانے والے گھوڑوں کو ہانکا جن کے ہر دو گالوں کو کھجور کا اونچا درخت بلند کرتا ہے۔

---

(۱) المصباح المنير (۲) **مصباح اللغات** (۳) شرح ديوان المتنبي للسبيتي

الطمرة: الفرس الوثابة، الطمر الطمور والطمرير: **لمبی ٹانگوں والا تیز رفتار گھوڑا۔**(۱)

و قال العكبري: الطمرة، فرس العالية الكريمة.

۲۷- صواهل: هواجل وصواهل ومناصل
و ذو ابل وتوعد و تهدد

اوراس کے پاس جانے سے پہلے بڑے وسیع میدان، گھوڑے، تلواریں اور نیزے ہیں اور انتباہات اور دھمکیاں ہیں۔

الصاهل: **گھوڑا جیسے ناچ کتے کے لیے،** (ج) صواهل: صهل (ف، ض) صهيل **گھوڑے کا ہنہنانا۔**(۲)

۲۸- الشهب: جفتني كأني لست أنطق قومها
وأطعنهم والشهب في صورة الدهم

محبوبہ نے میرے ساتھ جفا کا معاملہ کیا، گویا میں اس کی قوم میں بڑی اچھی بات کرنے والا اور بڑا نیزہ زن نہیں ہوں، جب کہ سبز رنگ کے گھوڑے خون کے قطرات اور کثرت غبار کے سبب مشکی گھوڑے کی طرح ہو جاتے ہیں۔

أشهب: خيل غلب لون بياضها على السواد (۳). الشهب: مصدر من باب تعب، و هو أن يغلب البياض السواد، بغل أشهب و بغلة شهباء.(۴)

---

(۱)مصباح اللغات (۲)مصباح اللغات

(۳) شرح سبيتي (۳) المصباح المنير

۲۹- الشطبة: قـــائـــد كـــل شـطـبة و حــصـــان

قــد بــراهــا الأسـراج و الألـجـام

اور وہ لوگ ایسے دراز قد گھوڑے اور ہر عمدہ جفاکش گھوڑے کو جنگ کی طرف ہنکارتے ہیں جن کو زین کسنے اور لگام دینے نے لاغر کردیا ہے۔

الشطبة: الفرس الطويلة، الشطب: **لمبا خوب صورت قد و قامت والا گھوڑا۔**

الشطبة: **لمبی خوب صورت لڑکی، اچھے گوشت والا گھوڑا۔**(۱)

۳۰- المضمّرة: تـحـت الـعـجـاج قوافيها مـضـمـرّة

إذا تـنـوشـدن لـم يـدخـلـن في أذن

غبار کے نیچے قصائد کے قوافی ایسے سدھائے ہوئے گھوڑوں کی طرح ہوں گے کہ جب وہ سنائے جائیں گے تو کانوں تک نہیں پہنچیں گے (کیوں کہ یہ قوافی گھوڑے ہوں گے)۔

الـمضمرة من الخيل المعدة للسابق، ضمر (ن) ضمورا: دق وقل لحمه، و ضـمـرتـه و أضـمـرنه أدّبته للسابق، وهو أن تعلفه قوتا بعد السمن، فهو ضامر و خيل ضامرة و ضوامر.

۳۱- المطهمة: كـــأنّ عـطـيـــات الحسين عسـاكـر

فـفـيهـــا العبدّى والـمـطـهمة الـجـرد

حسین کے عطیات اور بخششیں گویا لشکر ہیں؛ کیوں کہ اس میں غلام اور کم بال والے عمدہ گھوڑے ہوتے ہیں۔

(۱) مصباح اللغات

المطهمة من صفات الخيل، وهي التامة الخلق، جواد مطهم: **خوب صورت گھوڑا۔**(۱)

۳۲- الطخرور: كأنها الطخرور باغي آبق
يأكل من نبت قصير لاصق

بسبب قلت گھاس میری طخرور گھوڑی کا یہ حال ہے کہ وہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتی گویا کسی بھاگنے والے کو تلاش کر رہی ہے۔

الطخرور: اسم المطهر(۲)، طخرور اسم فرسه.(۳)

۳۳- آفق: يحك أنّى شاء حك الباشق
قوبل من آفقةٍ وآفق

وہ ایسا جوڑ بند کا نرم دراز گردن ہے کہ جس جگہ اپنے بدن کو چاہے کھینچ لیتا ہے مثل باز کے اور اس کے ماں باپ شرافت میں برابر ہیں۔

الآفق من كل شيء فاضله وشريفه، الأفق: الخيل الكريم.(۴)

۳٤- المهر: ستبكي شجوها فرسي ومهري
صفائح دمعها ماء الجسوم

اب میرے گھوڑے اور بچھڑے کے غم میں وہ تلواریں روئیں گی جن کے اشک آبِ ابدان ہیں یعنی خون۔

المهر : **بچھڑا، گھوڑی گدھی کا پہلا بچہ** (ج) مهارٌ و أمهارٌ (مؤنث) مهرة (ج) مهر، مهرات.(۵)

---

(۱) **مصباح اللغات** (۲) شرح سبيتي (۳) البيان للعكبري (۴) شرح سبيتي (۵) **مصباح اللغات**

۳۵– **شقاء:** فـوق شـقـاء لـلأشـق مـجـالٌ
بيـن أرسـاغـهـا وبيـن الـصـفـاق

اوروہ ایسے دراز قامت لمبے چوڑے ہاتھ پاؤں کے گھوڑے پر نیزہ زنی کرتا ہے کہ اس کے پہنچوں اور کھال یعنی ہاتھ پاؤں کے درمیان ویسا ہی گھوڑا اچھر جائے۔

الشقاء: مؤنث الأشق، وهو الرحب الفروج، طويل القوائم، الأشق من الخيل: دائیں بائیں دوڑنے والا گھوڑا۔

فرس الأشق المنخرين : وسیع نتھنوں والا گھوڑا۔(۱)

۳۶– **العتاق:** يـا بـنـي حـارث بـن لقمان لا تعـــ
دمـكـم فـي الـوغٰـى متون الـعـتـاق

(ممدوح کے کنبہ کو دعا دیتا ہے) اے فرزندان حارث ابن لقمان! خدا کرے عمدہ گھوڑوں کی کمریں تمہیں لڑائی میں گم نہ کریں یعنی تم ہمیشہ لڑائی میں سوار رہو نہ کہ پیادہ۔

العتاق: الخيل الكريمة، فرس عتيق خوش منظر گھوڑا۔(۲)

۳۷– **الكميت:** وأسـرجـت الـكـمـيت فـنـا قـلـت بي
عـلـى أعـقـاقـهـا وعلى غـشـاشي

اور میری کمیت گھوڑی پر زین کسا گیا سو وہ مجھ کو تیزی کے ساتھ لے چلی کہ پتھروں میں اس کے اگلے پچھلے پاؤں اچھی طرح پڑتے تھے باوجود اس کے حاملہ ہونے اور میری جلدی کرنے کے، یعنی حمل کے باوجود تیز چلی۔

---

(۱) مصباح اللغات (۲) مصباح اللغات

الكميت من الخيل: بين الأشقر و الأدهم، يوصف به المذكر والمؤنث، الكميت من الخيل: **سرخ سیاہ رنگ والا اور یہ خلاف قیاس** "أكمت" **کی تصغیر ہے** (ج) كمت، كمت (ك) الفرس كمتا وكماتةً وكمتة.(۱)

۳۸- مصبوحة: لقين كل رُدينية و

مصبوحةٍ لبن الشائل

سیف الدولہ کے گھوڑے بعد اس قدر داد و دہش کے ملاقات کرائے گئے خارجی کے نیزوں اور ایسے گھوڑوں سے جن کو شرافت کے سبب اونٹنیوں کا دودھ پلایا جاتا تھا۔

المصبوحة: هي الفرس التي تسقى اللبن صباحًا لكرامتها على أهلها.

۳۹- حائل: أقال له اللّٰه لاتلقهم

بماض على فرس حائل

کیا خدا تعالیٰ نے اس خارجی کو یہ کہہ دیا تھا کہ سیف الدولہ کے لشکر سے قوی غیر حاملہ گھوڑی پر سوار ہو کر تیز تلوار لے کر مقابلہ نہ کرنا۔

الحائل :الفرس التي لم تحمل، حالت المرأة والنخلة والناقة وكل أنثى حيالا بالكسر: لم تحمل، فهي حائل. (المصباح المنير) (ج) حول حوّل وحيال وحوائل۔(۲)

---

(۱)مصباح اللغات (۲)مصباح اللغات

عربی زبان کی عام غلطیاں

ہر زبان کے ماہر اپنی اپنی زبان کے ادیبوں، شاعروں اور اخبار نویسوں کی تحریروں پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں، اور زبان کی غلطی کو واضح کرتے ہیں۔ اردو زبان میں جناب حفیظ الرحمٰن صاحب دہلویؒ، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اور ماہر القادریؒ وغیرہ زبان وادب کے ماہر نقاد تھے، جنہوں نے بڑے بڑے ادبا اور شاعروں کی تحریروں پر گرفت کی، اگر یہ نقد کا عمل جاری نہ رہے تو زبان میں فساد کا پیدا ہو جانا یقینی ہے۔ زبان کے معاملے میں عرب دوسروں سے زیادہ حساس اور بیدار ہیں، وہ ہر ایسی نحوی، صرفی غلطی اور عجمی تعبیرات کو ناپسند کرتے ہیں، جس کی وجہ سے عربی کی خوب صورتی مجروح ہوتی ہو۔

عربی زبان کے بہت سے فاضل نقاد گزرے ہیں، ان میں مصر کے الاستاذ عباس ابوالسعود المکرّم بھی ہیں، عربی زبان پر ان کی گرفت بہت مضبوط ہے۔ انہوں نے "أخطاء شائعة" کے عنوان سے ایک طویل مضمون کئی قسطوں میں مجلّہ ''الازہر'' میں شائع کیا تھا، جو عربی ادب کے طلبا کے لیے نہایت مفید اور زبان کا سلیقہ سکھانے والا مضمون ہے؛ ان کے اس قیمتی مضمون سے بطور نمونہ تھوڑا سا نقل کرتا ہوں:

(۱) لوگ کہتے ہیں: رأى الولد الأسد فاندهش خوفًا، وذهب عقله، فهو مندهش. و رأى أستاذه فاندهش حياءً۔ حالاں کہ یہ تعبیر غلط ہے؛ اس لیے

کہ انفعل کے مطاوع میں علاج ضروری ہے، جیسے کسّرت الکوب فانکسر، وجَذَّبتُ الشيء فانجذب۔ اس میں فصیح تعبیر اس طرح ہے: دهِش الولد دهشًا، جس کا باب فرِح ہے إذا تَحَيّر و ذهب عقله خوفا أوحياء فهو دهِشٌ، اور یہ لفظ بذریعہ ہمزہ متعدی ہوتا ہے، عرب کہتے ہیں: أدهشه الخوف أو الخجلُ فهو مُدُهَش (اسم مفعول کے صیغے کے ساتھ) اور یہی لغت فصیح ہے۔

(۲) ہم ریڈیو پر سنتے ہیں: **اليوم بارد يا اليوم حار**؛ اور یہ صاف غلطی ہے۔ الطقس کا لفظ ہے، عامی زبان ہے، فصیح تعبیر یہ ہے: الجَوَّ اليوم بارد، اس کی جمع جِواء آتی ہے جیسے سهم وسهام، یا الهواء اليوم بارد أو حار بھی بول سکتے ہیں۔ اس کی جمع أهوِيَة آتی ہے، جیسے كِساءٌ و أكْسِيَةٌ۔ اور هواء خالی چیز کو بھی کہتے ہیں، جیسے هذا منزل هواء أي خال من السكان۔ اسی لیے عرب لوگ بزدل کو مجازاً إنه لَهواء کہتے ہیں: أي خالي القلب عن الجرأة۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول: وأفئدتهم هواء، أي خالية عن الفهم لفرط الحيرة والدهشة يا خالية عن الخير، خاوية عن الحق۔

(۳) گرم پانی سے غسل کرنے والے کو کہتے ہیں: طاب حمّامك، اور یہ بالکل فاسد ہے۔ اس کی صحیح تعبیر یہ ہے: طابت حِمّتك يا طاب حَمِيمُك– دونوں کا معنی گرم پانی کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تیرا پسینہ اچھا ہو۔ تندرست آدمی کے لیے پسینہ بہتر معلوم ہوتا ہے، بیمار کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے، تو اس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ أصَحَّ اللّٰه جسمك۔ اور حمام کا لفظ سیبویہ کے نزدیک مذکر ہے؛ مگر

لوگوں نے اس کی جمع الف اورتاء کے ساتھ حمامات لکھی ہے۔اورصاحبِ ’’مصباح‘‘فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مذکراور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

(۴) آج کل زمین پر بچھانے کی چیزکولوگ حصیرۃ کہتے ہیں،اوراس کی جمع حُصُرٌ ضمہ اورسکون کے ساتھ لکھتے ہیں، کہتے ہیں: المسجد مفروش بالحُصُرِ ، اور یہ بالکل صحیح نہیں ہے؛ بل کہ نماز وغیرہ کے لیے جو چیز بچھائی جاتی ہے اس کو حصیر کہتے ہیں(بغیرگول تا)اوراس کی جمع أحصِرۃ آتی ہے جیسے کہ رغیف اور أرغفۃ یا حُصُرٌ مثل کُتُبٌ۔ اسی طرح ایسی چیزکو "باريّة" بھی کہتے ہیں(یائے مشدد کے ساتھ)؛ یہ وہ چٹائی ہے جس کو بانس وغیرہ سے ہاتھ سے بناتے ہیں۔اور حُصُرٌ جو حُمُرٌ کےوزن پرہے،اس کے معنی ایسی عورت جس کے ساتھ جماع مشکل ہو،وہ حَصُرَاء کی جمع ہے: المرأۃ الرتُقاء التي لایستطاع جماعها أو لا خرق لها إلا المبال۔اورکبھی حُصُرٌ مفرد بولا جاتاہے،جس کا معنی پیٹ کے قبض کے ہیں،جس کوعام لوگ امساک کہتے ہیں۔ حُصِرَ الرجلُ و أُحْصِر (مجہول) إذا اعتقل بطنه – اسی سے آتاہے۔أعوذ باللّٰه من الحصر والأسر ،اخیرکامعنی "احتباس البول" کے ہیں؛اورلفظ حصیر کےاوربھی کئی معنی ہیں:

۱-اس کے معنی قید کے بھی آتے ہیں،مثلاً وجعلنا جهنم للكافرين حصيرًا۔(۱)

۲-بادشاہ کے معنی بھی آتاہے۔ غضب الحصير على فلان أي الملك، و سمى ذلك لاحتجابه ۔اورکہتے ہیں: خلده الحصير في الحصير أي أبقاه الملك في المحبس۔

(۱) الإسراء: الأية:۸

۳- حصير الأرض، اس کا ظاہری حصہ۔

۴-اس کے معنی پہلو کے بھی ہیں، دابة عـريضة الحصيرين أي الجنبين، و أوجع اللّٰه حصيرَی فلان أی جنبيه۔

۵-تنگ سینہ والا بھی معنی ہوتا ہے، و هـو ضيـق الـصـدر ۔اسی طرح جس کو جماع کی قدرت کے باوجود عورت کی رغبت نہ ہو،اس کو حصور کہتے ہیں۔ وسيدًا وحصورًا و نبيًا من الصالحين۔(۱)

(۵) ایک ہندنژاد درخت کے پھل کو لوگ قُرُنْفُل تین ضموں کے ساتھ بولتے ہیں؛ حالاں کہ صحیح لفظ قَرَنْفُل ہے،دوفتحہ پھر سکون، تـقـول: الـطـعـام مـقـرفـل ومقرنف إذا كان مطيبا به، وطيب مقرفل إذا جعل فيه القرنفل۔(۲)

(٦) لوگ کہتے ہیں: نشـط الـعـامـل في عمله ينشَط فهو نَشِطٌ (بكسر الشين) اور یہ غلط ہے؛اس لیے کہ اگر یہ فعل باب فرح سے ہے تو اس کا مصدر نَشَطًا ہوگا، جیسے فـرِح فَـرَحًـا ،اوراس طرح عربوں سے منقول نہیں ہے۔صحیح یہ ہے کہ نشِط اکثر سمع سے آتا ہے،کہا جاتا ہے، نشـط الـعامل في عمله نَشِطَ نَشاطًا، جب کہ اس کا نفس کام سے مطمئن ہو، تو وہ اس کی طرف رغبت سے جلدی متوجہ ہوتا ہے، فهو ناشط، ونشيط جیسے سامع وسميع۔

اور کبھی یہ لفظ ضرب سے آتا ہے، اس وقت اس کا دوسرا معنی ہوتا ہے۔

---

(۱) أساس البلاغة، للزمخشري: ۱/۸۸

(۲) المزهر للسيوطي: ج۲/ص۳۵، و المخصص لابن سيده:۳/۲٦۵

نَشَطَ الرجل الحبل يَنْشِطُ نَشطا إذا عقده بأنشوطة، ونشط فلان من الدار نشطا إذا خرج منها۔ اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والناشطات نشطا(۱) — یعنی ستارے ایک برج سے دوسرے برج میں منتقل ہوتے ہیں۔

اور کبھی باب ضرب اور نصر دونوں سے مستعمل ہوتا ہے۔ الحية تنشِط وتنشُط إذا عضّت بنابِها۔(۲)

(۷) آج کل اخباروں میں یہ عبارت نظر آتی ہے: "ينبغي لحكومتنا الرشيدة أن تقوي جيشنا و تدعمه تدعيما عظيمًا بكثير من الأسلحة الفتاكة" یہ بالکل فاسد تعبیر ہے؛ اس لیے کہ ایسے موقع پر تدعیم کا لفظ عربوں سے منقول نہیں۔

اس عبارت کے مطلب کو ادا کرنے کے لیے ثلاثی مجرد کا فعل استعمال کرنا چاہیے، یوں لکھے: ينبغي لحكومتنا أن لا تدعم جيشنا دعمًا۔ باب نفع سے فعل ہوگا، عرب کہتے ہیں: مال حائط فلان فدعمه بدعامة و دعائم اور بدعمة اور دعم فهو حائط مدعوم۔ اور اسی سے بطور مجاز کہتے ہیں: فلان دعامة قومه أي سيدهم و سندهم۔

اعشیٰ کا شعر ہے:

كلا أبويكم كان فرعا دعامة

ولٰكنهم زادوا وأصبحت ناقصا

---

(۱) النازعات: الآية: ۲ (۲) القاموس المحيط للفيروزابادى: ۸۹۰

وهـم دعـائـم قـومهـم، وأقـام فلان دعائم الإسلام، اور کہتے ہیں: دعمت فلانا إذا أعنته وقويته، ولا دعم بي أي لاقوة ولا تماسك.(۱)

(۸) آج کل لکھتے ہیں: جاء نا من الأمير مرسال، معه رسالة يأمر نا فيها بـكـذا و كـذا۔ اور یہ واضح غلط لفظ ہے، باوجود اس کے کہ لفظ مرسال، عربی لفظ ہے؛ مگر اس کا تعلق نہ تو امیر سے ہے نہ رسالۃ سے۔ اس کے دو معنی بالکل الگ ہیں؛ ایک الـنـاقة السهلة السير– ہلکی پھلکی چال والی اونٹنی۔ عرب کہتے ہیں: نـاقة مرسال ونوق مراسيل، أي رسلات القوائم ۔دوسرا معنی السهم الصغير– چھوٹا تیر ہوتا ہے۔ یہ لوگ جو بات کہنا چاہتے ہیں، اس کے لیے صحیح عبارت اس طرح ہوگی: جـاء نـا مـن الأميـر رسـول وجمعه رسل (بضم السين و قد تسكن) ارشاد باری ہے: لقد جاء ت رسل ربنا بالحق(۲)۔ یا اس طرح کہا جائے: جاء نا من الأمير مـرسل (اسم مفعول کے صیغے کے ساتھ) اور اس کی جمع مرسلون ہوگی۔ ارشاد باری ہے: لا يـخـاف لـديّ المرسلون (۳)۔اور الـرسول، اصل میں مرسل ہے، فعول بمعنی مفعول، اور اس کا استعمال مذکر، مؤنث، تثنیہ، جمع سب کے لیے ایک ہی لفظ سے ہوسکتا ہے۔ هو رسول، هي رسول، لا رسولة و هما رسول، وهم وهن رسول ؛اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے: فـقـولا انـا رسول رب الـعــالمين(۴)۔اور تثنیہ بھی استعمال کر سکتے ہیں، جیسے فــاتيــاه فقولا إنـا رسول

---

(۱) أساس البلاغة، للزمخشري: ۱/۱۳٤–۳٥۰

(۲) الاعراف: آیت ۴۳ (۳) النمل: آیت ۱۰۷ (۴) الشعراء: آیت ۱۶

ربك(۱)۔بعضوں نے سورۂ شعراء میں مفرد کی تعلیل کی ہے کہ فعول، اور فعیل میں مذکر ومؤنث، واحد وجمع یکساں ہوتا ہے، مثلاً کلمۂ عدو، جمع کے لیے استعمال ہوا ہے، ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا (۲)، فانهم عدو لی الارب العالمین (۳) اور کلمۂ صَدیق مفرد اور غیر مفرد کے لیے مذکر اور مؤنث دونوں مستعمل ہے، هو صديق ، وهی صَديق وهما صَديق وهم و هن صَديق ۔عربی شاعر کہتا ہے ۔

دعــون الهــوى ثــم ارتــميــن قــلــوبـنــا

بــأعيــن أعــداء و هــن صــديــق (۴)

علامہ زمخشریؒ(۵) آیتِ سابقہ کے ذیل میں فرماتے ہیں جو سورۂ شعراء وطٰہٰ میں گزری، کہ رسول-مرسل اور الرسالة، دونوں معنوں میں آتا ہے۔سورۂ طٰہٰ میں مرسل کے معنی میں آیا اس لیے تثنیہ لایا گیا، اور شعراء میں الرسالة کے معنی میں ہے۔ رسول کا الرسالة کے معنی میں استعمال کی دلیل عربی کا یہ شعر ہے ۔

لـقـد كذب الواشون ما بحت عندهم

بســـر و لا أرســلتهــم بــرســول (۶)

(۹) کہتے ہیں: غـلـط الـخـطيب فی منطقه فهو غلطان اور بعضوں کے نزدیک فهـو غالط ،اور دونوں غلط ہیں، صحیح لفظ فهـو غلِط ہے، اس لیے کہ یہ لفظ باب ضرب سے ہے، عرب کہتے ہیں: غـلـط في منطقه وغلت في حسابه فهو غلط اور کہا جاتا ہے: غـالـطـه مـغـالطة وغلطة تغليطًا، إذا قال له غلطت.

---

(۱) طٰہٰ: آیت ۶۷ (۲) النساء: آیت ۱۰۱ (۳) الشعراء: آیت ۷۷

(۴) دیوان جریر: ۴۱۱ (۵) الکشاف: ۳/۳۰۴ (۶) دیوان کثیر عزة: ۱۷۱

و الأغلوطة (بالضم) والمغلطة (بالفتح) الكلام يُغْلَطُ فيه و يُغَالَطُ به والمِغلاط الكثير الغلط ،اور جوآپ کومغالطہ دیتاہے،اس کوآپ کہتے ہیں: إياك والمكابرة والمغالطة ، وأربأبك عن التخاليط۔(۱)

(۱۰) آج کل لوگوں کی زبانوں پراورتحریروں میں بھی یہ لفظ کثرت سے نظرآتا ہے، هذا الشاعر رقيق الوجدان (بکسرالواو)اورنسبت کےطور پربولتے ہیں:شاعرو جداني، وكان شعره الوجداني، أرق شعره وأنداه وغیرہ۔اور یہ سب غلط ہے؛ اس لیے کہ کلمۂ وِجدان مصدر ہے، جوالگ الگ دو معنوں میں مستعمل ہے:(۱) إدراك الشيء والحصول عليه— **کسی چیزکاادراک کرلینایااس کوحاصل کرلینا۔جیسےآپ فرمائیں:** وجدت ضالتی وِجدانا وِجدة **(دونوں میں کسرہ) جب آپ گمشدہ چیز کو پالیں۔ (۲) غضب ، ناراضگی، جیسے** وجدت عليه وجدانا، بالكسر، وموجدة ، بالفتح ،**اورمحبت کے باب میں لکھتے ہیں:** وجد أخي بفلانة وعليها وجدا، و هو واجد بفلانة و علٰى فلانة، ومتوجد، و وجد بها وتوجّد وله بها وجد، وتواجد فلانة أرى من نفسه الوجد، وهو المحبة۔**اورحزن کے باب میں** وجِد به وَجدا (بكسر الجيم في الماضى وفتح الواو في المصدر) ،**کہاجاتاہے:** أوجده اللّٰه إذا أغناه، و وجدت زيدًا ذا الحفاظ، أي علمته و منه قول الشاعر:

إن الكريم و أبيك يعتمل ☆ إن لم يجد يوما على من يتكل

(۱) القاموس:۸۷۸ ، أساس البلاغة:۳۳٦

أي إن لم يعلم على من يتكل، **اور اسی طرح ارشاد باری میں**: و وجدك عائلا فاغنٰى أي علمك فقيرًا فأغناك (۱)۔

اور شاعر کی فنی مہارت اور اس کی براعت کے اظہار کے لیے انہوں نے جو وجدان کا غلط لفظ استعمال کیا اس کی جگہ دوسری بہترین تعبیرات اور الفاظ موجود ہیں، مثلاً هـذا الشـاعر جذل اللفظ، ساحر العبارة، متين النسج، نير الديباجة، سريع الخاطر، حاضر البديهة، يملك عليك لبك ومشاعرك بسحر بيانه و قـــوة عارضته، و بما يتحفله به من نفحات العبقرية في شعره الذي أحكم فواصله و أصاب كلاه و مفاصله.

ملحوظہ: الاستاذ عباس ابوالسعود المحترم نے ۴۵۰ رسے زائد اغلاط کی نشاندہی کی ہے، جن میں سے صرف ۱۰۰ ربطور نمونہ پیش کردی ہیں۔اس قسم کے مضامین اور مقالات کے مطالعہ سے آدمی کا ادبی ذوق بلند ہوتا ہے، اور اس کو عربی زبان کی صحیح تعبیرات کا پتہ چلتا ہے۔ممکن ہے کہ ''**مجلة الأزهر**'' کا یہ مقالہ رسالے کی شکل میں چھپ گیا ہو، ''الازہر'' میں پڑھنے والے کسی طالب علم یا ولی اللہ صاحب کے ذریعہ معلوم کرلیں۔

میری اس تحریر کو بھی کسی صاف لکھنے والے سے دوبارہ لکھوا کر اساتذہ مطالعہ کریں گے تو نفع سے خالی نہیں۔ایسی بحثیں ''الفلاح'' میں طبع ہونی چاہیے؛ تا کہ ادبی ذوق میں اضافہ ہو۔ یہ میری ناقص رائے ہے، آپ لوگ جس طرح بہتر خیال فرماویں

(۱) أساس البلاغة: ۲/ ۱۰

عمل کرلیں؛ مگر کم از کم اساتذہ اس کو دیکھ لیں، تاکہ محنت کام میں آجائے۔ حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب(۱)، مولانا اقبال صاحب(۲)، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب(۳)،

---

(۱) آپ کا تعارف مقالاتِ مفکرِ ملت جلد دوم صفحہ ۳۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) حضرت مولانا اقبال صاحب فلاحی ندوی ثم مدنی زیدت معالیہ: ۱۹۵۶ء میں ضلع ''بھروچ'' کے مردم خیز قصبہ ''دیولہ'' میں ولادت ہوئی۔ ۱۹۷۷ء میں ''فلاحِ دارین'' سے سندِ فراغت حاصل کی۔ ۱۹۷۹ء میں ''ندوۃ العلما'' سے "تخصص في الأدب العربي" کیا، اس کے بعد چار سال مدینہ منورہ میں قیام کرکے "كلية الدعوة و أصول الدين" سے متعلق ہوکر امتیازی نمبرات سے ''لیسانس'' کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۳ء سے ''فلاحِ دارین'' میں ادب عربی، تفسیر، اصولِ تفسیر اور حدیث وغیرہ علوم کی کامیاب تدریس فرمارہے ہیں۔ چھ سال ''فلاحِ دارین'' کے عہدۂ نظامت پر بھی فائز رہے، پھر اپنے ذاتی عوارض اور علمی و دعوتی مشغولیتوں کے سبب سبکدوشی اختیار کرلی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ، حضرت مولانا ابرار احمد صاحبؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب قاسمیؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحب قندھاری، حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی، حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی، الشیخ غنیمان، الشیخ عبدالرحمٰن الحذیفی امام الحرم المدنی، الشیخ ابراہیم الاخضر امام الحرم المکی، الشیخ فؤاد، الشیخ محمود فائد اور الشیخ جمعہ مصری حفظہم اللہ جیسی شہرۂ آفاق شخصیات گرامی ہیں۔ آپ کو حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم سے اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے۔ آپ عربی ادب میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عربی زبان پر آپ کی قدرت کا اندازہ آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا نور محمد صاحب دیوریاوی کی اس شہادت سے ہوتا ہے جو شهد شاهد من أهلها کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "و ما تدري من هو إقبال؟ هو ذاك الغلام الذي أقبل على اللغة العربية، فدقها و طحنها و خبزها بعد عجنها، فأكلها، فأصبح يتكلم بها بالارتجال؛ لأنها تعلقت باللسان فلا تكاد تفارق من إقبال"۔ (نبضات قلبی: ۱۲) حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرماکر مزید حسنِ قبول سے نوازے۔ آمین!

(۳) حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن بن عبدالغفار ندوی زیدت معالیہ: صوبہ ''بہار'' ضلع ''روہتاس'' کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''مونا'' میں ۲۲/جون ۱۹۶۴ء میں آنکھیں کھولیں۔ ''ندوۃ العلما'' سے حفظ، فضیلت، تخصص فی الحدیث اور افتا کے اسناد حاصل کئے۔ اساتذہ اور اکابر کے مشورے پر ''دار السّلفیہ بمبئی'' کے مرکز بحث و تحقیق سے متعلق ہوکر "رسالة ابن حجر العسقلاني، مسند السيدة فاطمة الزهراء، جزء من الخلافيات بين الإمام أبي حنيفة و الإمام الشافعي للإمام البيهقي" وغیرہ کتب کی تحقیق و تخریج کی۔ ۱۹۹۴ء سے ''فلاحِ دارین'' میں ادب و حدیث اور دیگر علوم کی کامیاب تدریس فرمارہے ہیں۔ اس دوران تقریباً ایک درجن کتابیں ترتیب دیں، جن میں "أخلاقيات =

مولانا بشیر احمد مدنی صاحب(۱)، مولانا یوسف صاحب(۲)، مولانا ابوبکر صاحب(۳)،

= الحر بفي السيرة النبوية“ ۲۵۰ر صفحات پر مشتمل ایک بے مثال کارنامہ ہے۔اس وقت ”صدائے اسلام ترکیسر“ اور ”فیضانِ حلیم بمبئی“ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے امت کی رہبری فرمارہے ہیں۔آپ کو داعیٔ سنت حضرت مولانا منیر احمد صاحب زید مجدہم معالیہ کے مُجاز اور معتمد ہونے کا شرف حاصل ہے۔مختلف تنظیموں کے رکن بھی ہیں۔کوساڑی ضلع سورت میں ایک مدت تک ماہِ رمضان المبارک میں خانقاہی نظام چلانے کے بعد فی الحال موسالی میں یہ نظام جاری رکھے ہوئے ہیں۔موصوف اپنی وسعتِ علم، اخلاص وللّٰہیت اور تربیت کے حوالے سے کافی شہرت رکھتے ہیں۔خدا تادیر سلامت رکھے اور دین وملت کی خدمت لیتا رہے۔آمین!

(۱) حضرت مولانا بشیر احمد خان صاحب مدظلہ: خان پور ضلع بھروچ کے باشندے ہیں۔۹ر ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۹ء کو ولادت ہوئی۔ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل فرما کر ۱۲ر ستمبر ۱۹۷۰ء کو دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں داخلہ لیا اور ۵ر جولائی ۱۹۷۹ء کو سندِ فراغت حاصل فرمائی۔رسمی فراغت کے بعد ایک سال مجلس خدام الدین سملک ڈابھیل سے متعلق رہے، پھر مزید علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لیے ۹ر اکتوبر ۱۹۸۳ء کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لیا اور ”كلية الدعوة و أصول الدين“ میں چار سال گزار کر ۲۰ر ستمبر ۱۹۸۷ء کو ہندوستان مراجعت فرمائی۔بعدہٗ کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا میں تدریسی خدمات انجام دیں۔مارچ ۱۹۸۸ء میں دارالعلوم فلاحِ دارین میں تدریسی خدمات مفوض ہوئیں، جہاں آپ نے ابتدائی عربی وفارسی، نیز عربی ادب اور حدیث شریف کی کتابیں پڑھانے کی سعادت حاصل فرمائی۔جون ۱۹۹۶ء سے نیابتِ اہتمام کے منصب پر فائز ہوئے، ۲۰۰۴ء میں مستعفی ہوکر برطانیہ ہجرت فرماگئے، جہاں نیٹن مسجد میں امام وخطیب اور المدرسۃ الاسلامیہ میں تدریسی خدمات کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو انتظام وانصرام کی بہترین خوبی کے ساتھ ساتھ ادبِ اردو وعربی کا بھی صاف ستھرا ذوق عطا فرمایا ہے۔شعر گوئی بھی فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا فیض عام وتام فرمائے۔آمین!

(۲) آپ کا تعارف صفحہ ۴۴ پر گزر چکا ہے۔

(۳) حضرت مولانا ابوبکر صاحب مانجرا مدظلہ: موسالی ضلع سورت کے باشندے ہیں۔یکم دسمبر ۱۹۶۰ء کو پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے مکتب میں حاصل فرمائی، ابھی احسن القواعد اور پارۂ عم تک ہی تعلیم ہوئی تھی کہ آپ کے استاذِ گرامی حضرت مولانا ابراہیم صاحب رویدریا کوساڑی مدظلہٗ حال مقیم برطانیہ نے آپ کی ذہانت وفطانت کو تاڑ لیا اور مشہور کہاوت ”ہونہار بروے کہ چکنے چکنے پات“ کے مطابق آپ کے روشن مستقبل کا اندازہ لگا کر آپ کے والد ماجد سے درخواست کی کہ آپ کو ناظرہ تعلیم دینے کے بجائے سیدھے درجۂ حفظ میں داخل کر دیا جائے، والد ماجد سے اثبات میں جواب پا کر حفظ کی تعلیم شروع کرادی گئی، لیکن اسی دوران آپ کے محبوب استاذ کا سفر برطانیہ کا ہوگیا اور درمیان میں

متعدد اساتذہ کی یکے بعد دیگرے آمد ورفت کی وجہ سے تکمیل میں چار سال کا عرصہ گزر گیا۔۱۹۷۲ء میں آپ نے دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں داخلہ لے کر ۱۹۸۳ء میں فراغت حاصل فرمائی، بعدۂ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کے لیے رختِ سفر باندھا اور درجۂ فنون میں داخلہ لیا۔ مظاہر علوم کے شہرۂ آفاق اساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری نوراللہ مرقدہٗ، حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ، حضرت مولانا سید وقار صاحب بجنوریؒ، امام النحو علامہ یامین صاحبؒ اور حضرت مولانا سلمان صاحبؒ وغیرہ اساتذہ سے کسبِ فیض فرمایا۔ طالب علمی کا زرّیں عہد کس قدر محنت اور اہتمام سے گزارا ہوگا، اِس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ درجۂ عربی دوم سے دورۂ حدیث شریف تک آپ نے یہ اہتمام فرمایا کہ اسباق میں ناغہ تو کجا! اساتذۂ کرام کی زبان سے نکلنے والا ایک حرف بھی فوت نہ ہونے پائے؛ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اساتذہ، مثلاً حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ، حضرت مولانا ایوب صاحب سورتی مدظلہٗ وغیرہ شفقت فرماکر اس بات کا اہتمام فرماتے کہ جب تک آپ درس گاہ میں حاضر نہ ہوجاتے، سبق شروع نہ ہوتا۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء!

فراغت کے بعد سورت مُلّا مسجد میں ایک سال قیام فرماکر تلخیص، ترجمہ اور شرح جامی وغیرہ دقیق کتابیں پڑھائیں، پھر جامعہ آنند میں دوسال تدریس فرمائی، یہاں بھی آپ نے طحاوی شریف، ہدایہ آخرین، ترجمہ، نفحۃ العرب اور تاریخ الخلفاء للسیوطی جیسی کتابیں پڑھانے کی سعادت حاصل فرمائی، اس کے بعد مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ کی دعوت پر دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کی مسندِ تدریس کو رونق بخشی، پہلے ہی سال آپ کو درجۂ پنجم تک کی کتابیں مفوّض ہوئیں۔ آپ کی بے پناہ علمی صلاحیت، خداداد تفہیم اور طلبہ کے مابین مقبولیت کو دیکھ کر حضرت رئیس رحمۃ اللہ علیہ نے صرف تین سال کے بعد ہی مشکاۃ شریف آپ کے حوالے فرمادی، جسے آپ مسلسل اٹھائیس سال تک پڑھاتے رہے۔ فی الحال ابوداؤد شریف، نسائی شریف وغیرہ کتبِ احادیث کے ساتھ ساتھ جلالین شریف بھی زیرِ تدریس ہے۔

آپ کی ٹھوس علمی صلاحیت، ذہانت وفطانت، بے مثال قوتِ حافظہ، بذلہ سنجی، تواضع اور اخفائے نفس جیسی صفات اہلِ علم کے مابین مسلم ہیں۔ آپ کی ذہانت وفطانت کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے استاذِ گرامی اور مربیِّ خاص محدثِ گجرات حضرت مفتی عبداللہ صاحب مظاہری دامت برکاتہم کی موجودگی میں دورانِ طالب علمی اپنے ہم سبق طلبہ کو اسباق پڑھانے کی سعادت حاصل فرمائی ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ☆ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اردو ادب سے بھی خاص شغف رکھتے ہیں، جس کا اندازہ آپ کے درس وتقریر سے بہ خوبی ہوسکتا ہے۔ تحریر کا بھی بہت =

مولانا عبداللہ کاوی صاحب(۱)، مولانا احمد علی صاحب(۲)، مولانا ....

= اچھا ذوق پایا ہے، لیکن افسوس ہے کہ تا ایں دم آپ کی قلمی خدمات سے علمی حلقے محروم ہیں۔ کچھ اہلِ نسبت بزرگوں کی زبان سے سنا گیا کہ روحانیت میں بھی بڑا مقام رکھتے ہیں، لیکن اخفائے نفس کی طبعی عادت کی وجہ سے اس میدان میں لوگ خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ احقر نے آپ سے متعدد کتابیں پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ مسندِ تدریس پر جب رونق افروز ہوتے ہیں تو آپ کی زبانِ مبارک سے علمی جواہر اس طرح نکلتے ہیں کہ طلبہ ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں اور آپ کی مجلس اس مصرع کی مصداق ہوتی ہے کہ ''وہ کہیں اور سنا کرے کوئی''۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کے فیض کو عموم بخشے اور آپ کے ظلِ عاطفت کو ہم گنہ گاروں کے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین!

(۱) حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاوی زیدت معالیہ: یکم جون ۱۹۵۵ء میں ولادت ہوئی۔ 'فلاحِ دارین ترکیسر' سے ۱۹۷۵ء میں سندِ فراغ حاصل کی۔ 'مظاہر علوم سہارن پور' میں ایک سال قیام کر کے فنون پڑھا۔ پھر ''دارالعلوم دیوبند'' پہنچ کر دوبارہ دورے کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عاقل صاحب دام ظلہٗ، مولانا یامین صاحب، مولانا نصیر احمد خاں صاحب، مولانا انظر شاہ کشمیری، مفتی احمد بیمات صاحب، مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی (رحمہم اللہ) جیسی سر برآوردۂ روزگار شخصیات ہیں۔ 'دارالعلوم بروڈہ' میں بارہ سال تک علوم عربیہ اور فقہ کی تعلیم دیتے رہے۔ ۱۹۹۰ء سے 'فلاحِ دارین' سے متعلق ہو کر فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ علوم کی کامیاب تدریس فرما رہے ہیں۔ ترجمہ وتفسیر سے آپ کو خاص مناسبت ہے۔ انتظامی صلاحیت کے بھی خصوصی حامل ہیں، کئی مرتبہ نیابتِ اہتمام عارضی طور پر سنبھال چکے ہیں۔ آپ وجیہ، متواضع اور باوضع شخصیت کے حامل ہیں۔ شیخِ طریقت حضرت مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم سے اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے۔ حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اور آپ کے فیض کو جاری وساری فرمائے۔ آمین!

(۲) حضرت قاری احمد علی بن حسین علی صاحب بتّی والا مدظلہ: آپ حضرت مولانا محمد علی صاحب دامت برکاتہم کے برادر اصغر ہیں، ۱۹/ جولائی ۱۹۶۹ء کو آپ کی ولادت ہوئی، جامعہ حسینیہ راندیر میں حفظ کی تکمیل فرمائی اور دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے شعبۂ عالمیت میں داخلہ لے کر ۱۹۹۰ء میں سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ بعدہٗ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں ایک سال قیام فرما کر افتا کی مشق بہم پہنچائی، اسی دوران حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ کی خدمت کا بھی شرف حاصل فرمایا۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں مسندِ تدریس کو سنبھالا۔ ۲۰۰۸ء تک دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں حدیث شریف اور دیگر فنون کے اسباق پڑھاتے رہے۔ بعدہٗ مدرسہ تجوید القرآن نورنگر کیم چوراہا میں تدریس فرمائی۔ آپ نے ۲۰۱۰ء میں موٹی نرولی میں مدرسہ فیض سلیمانی کے نام سے ایک ارادہ قائم فرمایا، جس میں مشیختِ حدیث اور مسندِ اہتمام پر جلوہ افروز رہے۔ آپ کے خطباتِ جمعہ لوگوں کے درمیان کافی مقبول ہیں؛ نیز آپ کے بیانات بھی ''بیاناتِ قاری احمد علی'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ فنِ خطابت میں آپ کا شمار برصغیر کے چوٹی کے =

......محمد علی صاحب(۱)، کاتب صاحب(۲)، مولانا خلیل دیوا صاحب(۳)، مولانا محمد......

= خطبا میں ہوتا ہے۔ بلا مبالغہ صرف خطاب سننے کی نسبت پر آپ کے خطاب میں جمع ہونے والا مجمع لاکھوں کی تعداد میں ہوتا ہے۔ آپ کے خطبات کے ذریعہ سے ہزاروں لوگوں کی زندگی میں شریعت وسنت کا رنگ آیا اور سینکڑوں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بدعات سے توبہ کی۔ آپ کو مشہور نقش بندی بزرگ شیخ سلیمان مغلیہ دامت برکاتہم سے اجازتِ بیعت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کے فیض کو خوب عام وتام فرمائے۔ آمین!

(۱) حضرت مولانا محمد علی بن حسین علی صاحب بتّی والا مدظلہ کا اصل وطن بمبئی ہے، خوجہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد ماجد حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اپنی اولاد کی بہترین تربیت فرمائی۔ آپ کی ولادت ۱۶/اپریل ۱۹۸۶ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ تعلیم الاسلام سانتا کروز بمبئی میں حاصل فرمائی، اسی مدرسہ میں حفظ کی تکمیل بھی ہوئی، پھر دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے شعبۂ عالمیت میں داخلہ لے کر ۱۹۹۰ء میں فراغت حاصل فرمائی۔ رسمی فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند وقف سے افتا کیا۔ جامعہ حقانیہ اسلامیہ کٹھور میں کچھ مدت تدریس فرمانے کے بعد دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں ایک لمبی مدت تک شعبۂ انگریزی اور عالمیت میں تدریس فرمائی۔ فی الحال مسلم یوتھ سینٹر بلیک برن یوکے، جامعۃ العلم والہدیٰ بلیک برن اور مدرسہ انیس الاسلام میں تدریس فرما رہے ہیں۔ پچھلے سولہ سالوں سے دار العلوم بلیک برن میں تدریس کے علاوہ مسجد انیس الاسلام بلیک برن یوکے میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اس کے علاوہ مدرسہ انیس الاسلام کی مسندِ اہتمام بھی سنبھال رہے ہیں۔ انیس الاسلام ریلیف پروجیکٹ کے نام سے رفاہی اور چیریٹی کاموں کی بنیاد بھی رکھی ہے، اس کے ذریعہ ملک وبیرون میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقریر وتحریر کا صاف ستھرا ذوق عطا فرمایا ہے۔ آپ کے قلم سے 'خطباتِ جمعہ بہ شکل اردو'، 'لطائفِ سورۂ فاتحہ' اور 'اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت' کا انگریزی ترجمہ قابلِ ذکر ہے۔ آپ کی خطابت کا چرچا ملک وبیرون میں پھیلا ہوا ہے، کثیر تعداد میں لوگ آپ سے استفادہ فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور خدمات کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین!

(۲) مراد حضرت کاتب محمد جاوید صاحب جمشید پوری مدظلہ، حال مدرس جامعہ رحمانیہ عالی پور کھامبیہ۔

(۳) **حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ:** دیوا ضلع بھروچ کے باشندے ہیں، مدرسہ انوار الاسلام دیوا میں جناب حضرت قاری ایوب صاحب جیواؒ کے پاس حفظِ قرآن کی تکمیل فرمائی۔ اس کے بعد دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے شعبۂ عالمیت میں داخلہ لے کر ۱۹۸۸ء میں سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ پھر ایک سال جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں گزارا اور وقت کے اکابر علما سے استفادہ فرمایا۔ ۱۹۸۹ء کے اواخر میں دار العلوم فلاحِ دارین میں مسندِ تدریس کو سنبھالا؛ فی الحال وہیں حدیث شریف اور مختلف فنون کی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقریر کا بہت اچھا ذوق عطا فرمایا =

صدیق صاحب(۱)، وغیرہم سب ہی باذوق لوگ ہیں، ان کو خاص طور پر ایسے مقالات اردو، عربی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سب کے علم میں برکت ہو، اور اپنے وسیع علم اور بلند کردار کے ذریعے امت کے نونہالوں کی بہترین علمی اور عملی زندگی کی تعمیر آپ کے ہاتھوں ہوتی رہے۔ آمین!

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

اخوکم فی اللہ......عبداللہ غفرلہ کاپودروی

نزیل حال ٹورنٹو، کینیڈا ۱۰/ مارچ ۱۹۹۵ء جمعہ

☆☆☆☆☆

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

(اقبال)

= ہے، آپ کے خطاب ملک و بیرون ملک ہوتے ہیں اور کافی تعداد میں لوگ شریک ہو کر استفادہ کرتے ہیں۔ تحریر سے بھی قریبی وابستگی ہے، ایک طویل مدت تک گجراتی پرچہ ''دین دنیا'' کے نام سے شائع فرماتے رہے، جو ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر لوگوں کی تشنگی دور کرتا رہا۔ آپ کے قلم سے ''تصحیح القلمین'' کے نام سے جلالین پر ایک تحقیقی کتاب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہے، جس کے بارے میں توصیفی کلمات راقم نے خود حضرت مفکرِ ملت نور اللہ مرقدہٗ کی زبانِ مبارک سے سنے ہیں۔ ماشاء اللہ! سادگی، تواضع اور سخاوت جیسی انمول صفات کے حامل ہیں۔ غریب و پسماندہ علاقوں کے مدارس آپ کی ذات سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور آپ کا فیض عام و تام فرمائے۔ آمین!

(۱) آپ کا تعارف مقالاتِ مفکرِ ملت جلد دوم صفحہ ۳۸۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

قصص النبیین کے جواہر پارے (۱)

بچوں کی نفسیات کے بارے میں علمائے علم النفس التربوی اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کے ذہن کی ساخت، ان کا طرزِ فکر، اور ان کی قوت اخذ وادراک مخصوص قسم کی ہوتی ہے، ایسے بچوں کی کتابیں ان کتابوں سے بالکل مختلف ہوتی ہیں، جو نوجوانوں یا پختہ عمر انسانوں کے لیے مرتب کی جاتی ہیں۔

بچوں کی کتابوں میں سہل عبارت، جملوں کا تکرار اور مضمون کو آسان اور دل چسپ انداز میں پیش کیا جاتا ہے، بل کہ طباعت تک میں رعایت رکھی جاتی ہے کہ بچوں کی کتابیں عموماً جلی خط میں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے رنگین اور خوب صورت انداز میں چھاپی جاتی ہیں، پھر مسلم بچوں کے لیے تو اس کی بھی رعایت ضروری ہے کہ کتاب کے مضامین سے ان کے ذہن میں عقائد کی پختگی اور اخلاق وکردار کی تعمیر ہو، اور وہ اعلیٰ انسانی قدروں سے آراستہ ہوسکیں۔

ہمارے یہاں مسلم بچوں کے لیے ایسی کتابوں اور مجلّات ورسائل کی آج بھی کمی محسوس ہورہی ہے، آج سے چالس پچاس سال پہلے برصغیر کے مدارسِ عربیہ میں ابتدائی درجات کے بچوں کے لیے ادب عربی میں کوئی اس معیار کی کتاب نہیں تھی، اکثر مدارس میں "نفحة اليمن" یا اس جیسی دیگر کتابیں پڑھائی جاتی تھیں،

(۱) زیرِ نظر مقالہ ۱۹۹۹ء کے "تعمیر حیات" میں قسط وار شائع ہوا تھا۔

مصر وشام یا دیگر ممالک سے بچوں کی جو کتابیں آتی تھیں، ان میں بھی جانوروں کی کہانیاں یا دیگر خرافاتی قصص وحکایات کی بھرمار ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہٗ کو کہ انہوں نے اس پہلو پر بھی خصوصی توجہ دی ہے، ربِّ کریم نے حضرت مولانا مدظلہٗ کو قلبِ مومن، فکرِ مومن اور نظرِ مومن کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے؛ اور موصوف نے اپنی اعلیٰ علمی، ادبی صلاحیتوں کو دعوت الی اللہ، اسلام کی تعلیم وتشریح کو عام کرنے اور اس کو موجودہ دور کے تقاضوں اور عصری اسلوب میں پیش کرنے کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوف کو یہ خصوصیت بھی عطا فرمائی ہے کہ جہاں ان کے قلم سے علما اور اصحابِ فکر ونظر کے لیے علمی کتابیں نکلی ہیں وہاں متوسط طبقہ کے ذہن کی تسکین کا سامان بھی تیار کیا ہے اور اس کے ساتھ چھوٹے بچوں کے مزاج وفہم کے مطابق بھی مفید کتابیں تیار کر رکھی ہیں۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشآء!

آج کل ادب اسلامی اور ادب الاطفال پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے؛ اس لیے اس مختصر مقالہ میں ہم حضرت مولانا مدظلہٗ کی کتاب ''قصص النبیین'' سے چند نمونے پیش کرنا چاہتے ہیں، کیوں کہ ان کی کتاب میں ادب الاطفال پر کام کرنے والوں کے لیے بڑی رہ نمائی ہے۔ اس کتاب میں واقعات کی سچائی ہے اور زبان کی چاشنی اور عقائد وکردار کی تعمیر بھی، بلاشبہ یہ ادب اسلامی وادب الاطفال کا بہترین نمونہ ہے؛ چناں چہ قصص النبیین میں بھی حضرت مولاناؒ نے قصص کے ذریعہ ترسیخ عقائد وتہذیب اخلاق کا کام کیا ہے، مصر کے مشہور ادیب مصطفیٰ صادق رافعی نے ادب کے بارے میں فرمایا کہ :

”إن الأدب هو السمو بضمير الأمة“ (۱) مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کا ادب اسی تعریف کا مصداق ہے۔

قصص النبیین پانچ حصوں میں مکمل ہوئی ہے اور یہ کتاب پورے برصغیر بل کہ عالمِ عربی میں بھی بہت مقبولیت حاصل کرچکی ہے۔ پہلے کتاب کے بارے میں عرب فضلا کے خیالات معلوم کرتے ہیں، جامع ازہر کے استاذ شیخ احمد الشرباصی مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”ولقد أحسن أخونا الداعية الإسلامي المخلص، الأستاذ المفضال، السيد أبو الحسن علي الحسني الندوي، أحد علماء الهند الأماثل، حين طرق هذا اللون من الكتابة، فقدم على الفتيان المسلمين في الهند مجموعة من القصص الإسلامي المستمد من وحي الكتاب المجيد، لأنه يحقق بذالك غرضين كريمين: الأول منهما هو إمداد الشبيبة المسلمة بما تطمح إليه من غذاء روحي وعقلي، يرضي العواطف والمشاعر، ويهذب الأخلاق والطبائع. والثاني هو تمكين قواعد اللغة العربية في صدور هذه الشبيبة حتى يوثق الصلة بلغة القرآن ولغة الحديث ولغة التاريخ الإسلامي في أغلب نواحيه“. (ص۳/ج۱)

☆......ترجمہ”اسلام کے مخلص داعی ہمارے بھائی، محترم استاذ سید ابوالحسن علی ندوی– جو ہندوستان کے مایۂ ناز علما میں سے ہیں– نے کتابت اور تحریر کا یہ رنگ

(۱) وحي القلم:۳/۱۹۸

اپنا کر بہت ہی اچھا کیا؛ چناں چہ انہوں نے ہندوستان کے مسلم نوجوانوں کے لیے ایسے اسلامی قصص کا ایک مجموعہ تیار کیا جو کہ کتاب مجید کی وحی سے ماخوذ و مستفاد ہے، اوراس کے ذریعہ سے وہ دو اہم مقصد پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں''۔

مسلم نوجوانوں کو روحانی اور عقلی وہ غذا میسر فرماتے ہیں، جس کی انہیں تلاش اور جستجو ہوتی ہے، اور جو احساسات وجذبات کی تشفی اور اخلاق وطبائع کی تہذیب کرتی ہے۔

اورنوجوانوں کے سینوں میں عربی قوائد کو مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں یہاں تک کہ قرآن، حدیث، اوراسلامی تاریخ کی زبان سے ان کا ارتباط راسخ اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

مصر کے مشہور مصنف وادیب شہید سید قطبؒ نے بھی جزءِ ثالث پر بہترین مقدمہ لکھا ہے، اس کا ایک ایک حرف نقل کے قابل ہے؛ مگر اختصار کے سبب ہم صرف ایک بات نقل کرتے ہیں:

''ولقد قرأت الكثير من كتب الأطفال –بما في ذالك قصص الأنبياء عليهم الصلاة والسلام– و شاركت في تأليف مجموعة ''القصص الديني للأطفال'' في مصر مأخوذا كذا لك من القرآن الكريم، ولكني أشهد في غير مجاملة أن عمل السيد أبي الحسن علي في هذه القصة التي بين يدي، جاء أكمل من هذا كله. وذالك بما احتوى من توجيهات رقيقة وإيضاحات كاشفة لمرامي القصة وحوادثها ومواقفها،

و من تعليقات داخلة في ثنايا القصة، ولكنها توحي بحقائق إيمانية ذات خطر، حين تستقر في قلوب الصغار أو الكبار، جزى اللّٰه السيد أباالحسن خيرًا وزاده توفيقًا...الخ". (ص۱۱/ج۳)

میں نے بچوں کی بہت سی ایسی کتابیں-جن میں انبیا علیہم السلام کے قصے ہوتے ہیں-پڑھیں مجموعہ "القصص الديني للأطفال" (جوکہ قرآن کریم سے ہی ماخوذ ہیں) کی تالیف میں بھی شریک رہا ہوں؛ لیکن میں بلا کسی تکلف اور رواداری کے اس بات کی گواہی دے رہا ہوں کہ شیخ ابوالحسن ندوی کا یہ مجموعہ جو میرے سامنے ہے، ان سب سے فائق اور مکمل ہے، اور یہ تفوق اس وجہ سے ہے کہ وہ لطیف اشارات کرنے، قصے کے مقاصد، اس کے جزئیات اور اس کے نتائج کو اجاگر کرنے اور ان کے ضمنی تخیلات کرنے پر مشتمل ہے۔ نیز وہ قصے ان اہم ایمانی حقائق کی طرف لطیف اشارے کرتے ہیں جو چھوٹوں اور بڑوں کے دلوں میں جاگزیں ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ شیخ ندویؒ کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور مزید توفیق سے نوازے۔ آمین!"

یہ ہیں وہ تاثرات جو عرب کے معروف فضلا کے قلم سے نکلے ہیں، جس سے اس کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ آسانی سے لگا سکتے ہیں، اب ان جواہر پاروں کو ملاحظہ فرمائیں جو اس کتاب میں موجود ہیں۔ وباللہ التوفیق!

قصص النبیین کے پہلے حصہ میں ابوالانبیا سیدنا ابراہیمؑ کے قصہ سے ابتدا کی گئی ہے۔

مورتی پوجا عقل کے خلاف ہے:

"ولــــد آزر" کے عنوان سے سبق (۲) میں مولاناؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ پتھروں کی بنی ہوئی مورتی پوجا بالکل خلاف عقل بات ہے، حضرت ابراہیمؑ کی نسبت سے یہ جملے تحریر فرمائے:

"وكـان إبـراهيـم يـعـرف أن الأصـنام حجارة، وكان يعرف أن الأصنام لاتتكلم ولاتسمع، وكان يعرف أن الأصنام لاتضر ولاتنفع، وكان يـرى أن الـذبـاب يـجلس على الأصنام فلاتدفع، وكان يرى الفأر يأكل طـعام الأصنام فلاتمنع، وكان إبراهيم يقول في نفسه لماذا يسجد الناس للأصنام؟ وكان إبراهيم يسأل نفسه لماذا يسأل الناس الأصنام"

بت پرستی کا بےہودہ عمل ہونا کتنی شیریں وسہل زبان میں سمجھایا گیا ہے۔

جو عبادت کے قابل ہے وہ اللہ کیسا ہے؟:

سبق (۷) میں جو "مــن ربـي" کے عنوان سے ہے حضرت ابراہیمؑ ہی کی زبانی معبودِ حقیقی کی صفات بیان کر کے بچوں کو صفاتِ الٰہی سے واقف کرایا گیا ہے:

"قـال إبـراهيم: لا، هذا ليس برَبي، إنَ الله حيّ لايموت، إنَّ اللّه باق لا يغيب، إن الله قوي لايغلبه شيء، والكوكب ضعيف يغلبه الصبح، والقمر ضعيف تغلبه الشمس، والشمس ضعيفة يغلبها الليل، ويغلبها الغيم ....الخ. (ص۲۳)

پھر صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں:

"الذي خلقني فهو يهدين، والذي هو يطعمني ويسقين، وإذامرضتُ فهو يشفين، والذي يميتني ثم يحيين... الخ".

ان پیارے الفاظ میں اللہ کا حیّ ہونا، باقی ہونا، خالق ہونا، رازق ہونا، مرض وشفا کا مالک ہونا، زندگی وموت دینے والا ہونا سمجھایا گیا ہے، اور یہ کہ جس ذات میں یہ صفات ہوں وہی عبادت کے لائق ہے اور وہی ہمارا خدا ہے۔

نبی اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے:

سبق (۱۰) میں "أمام الملك "کا عنوان ہے، اس میں ذکر فرمایا ہے:

"فغضب الملك، وطلب إبراهيم، وجاء إبراهيم، كان إبراهيم لايخاف أحداً إلا الله".

اس لیے ہر مومن کو چاہیے کہ وہ خدا کے سوا کسی کا خوف نہ رکھے۔

ہر مشرک غبی ہے:

اسی سبق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بادشاہ کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس کا ذکر کیا گیا ہے، بادشاہ نے کم عقلی کے سبب ایک آدمی کو قتل کیا اور دوسرے کو رہا کر دیا، پھر کہنے لگا کہ...... "أنا أحيي وأُميت" مولانا نے اس کو ذکر کر کے فرمایا:

"وكان الملك بليدًا جدًا، وكذالك كل مشرك".

یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور خود انسان کی اپنی ذات میں بے شمار دلائل توحید رکھے ہیں، اس کے باوجود جو آدمی خدا کی وحدانیت کو نہ مان سکے وہ دنیوی اعتبار سے چاہے جتنا عقل مند ہو؛ مگر حقیقت میں وہ غبی اور کم فہم شخص ہے۔

خدا سے تعلق رکھنے والا برباد نہیں ہوتا:

سبق (۱۲) ”إلی مکة“ کے عنوان سے ہے، اس میں مکہ کا بے آب وگیاہ ہونا بتایا گیا ہے اور یہ کہ حضرت ابراہیم علیہم السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہؑ کو اس وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ کے حکم اور بھروسہ پر چھوڑ کر جارہے تھے تو حضرت ہاجرہؑ نے یہ فرمایا:

”إلی أین یاسیدّي؟ أتترکني ھنا؟ أتترکني ولیس ھنا ماء ولا طعام؟ ھل أمرك اللّٰہ بھٰذا؟ قال إبراھیم: نعم! قالت ھاجرة: إذن لایضیعنا“.

اس سے سبق دیا گیا کہ دنیا میں جو شخص اللہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی ضائع نہیں فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نیک بندوں کا امتحان لیتے ہیں:

سبق (۱۴) ”رؤیـــا إبــراھیـم“ کے عنوان سے ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا ذکر ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لاڈلے بیٹے کو قربان کرنے تیار ہو گئے، مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کروانا مقصود نہ تھا، صرف امتحان تھا۔

ولـکـّـن الـلّٰه یحب أن یری ھل یفعل خلیله مایأمره، وھل یحب اللّٰه أکثر أو یحب ابنه أکثر؟

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کا بھی امتحان لیتے ہیں۔

شیطان کے مکروفریب سے بچنا ضروری ہے:

حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرے میں فرمایا گیا:

"وكان يعقوب شيخا كبيرًا، وكان يعرف طبائع الناس، وكان يعرف كيف يغلب الشيطان وكيف يلعب الشيطان بالإنسان".

معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسانوں سے کھیل کھیلتا ہے اور اس کو گمراہی اور غلط راہ پر ڈالتا ہے، اس لیے مکروفریب سے بچنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

حسد آدمی کو ہر برائی کی طرف لے جاتا ہے:

"إلى الغابة" کے عنوان سے جو سبق ہے، اس میں لکھا ہے "وذهبوا به إلى غابة، و ألقوا يوسف في بئر في الغابة، و لم يرحموا يوسف الصغير، و لم يرحموا يعقوب الشيخ الكبير" جب انسان کی طبیعت پر حسد غالب آتا ہے تو وہ بڑے سے بڑے جرم کا ارتکاب کر لیتا ہے، اس لیے حسد سے بچنے کی ضرورت ہے۔

بڑی سے بڑی مصیبت میں انسان کو صبر کرنا چاہیے:

"أمام يعقوب" کے عنوان سے جو سبق ہے اس میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی گفتگو نقل کی گئی ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام عمر رسیدہ تھے، لڑکوں کی بناوٹی بات سمجھ گئے؛ مگر باوجود شدید رنج کے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔

"حزن يعقوب حزنًا شديدًا، ولكنه صبر صبرًا جميلاً."

مومن کا کردار یہی ہونا چاہیے کہ ہر مصیبت میں صبر واستقامت کے ساتھ رہے۔

اللہ کے نیک بندے دین کے خاطر مصیبت برداشت کرتے ہیں:

"الوفاء والأمانة" کے عنوان سے جو سبق ہے، اس میں عزیز مصر کی بیوی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ کا ذکر ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے آقا سے بے وفائی اور امانت میں خیانت کرنے کے بجائے جیل میں جانا پسند فرمایا اور اللہ کے حکم کو توڑنا پسند نہیں فرمایا: "قال یوسف: السجن أحبّ إلي" مومن مخلص کا کردار یہی ہونا چاہیے کہ دین کے مقابل دنیا کے مصائب برداشت کرے۔

انبیا علیہم السلام کی بلند صفات:

حضرت مولانا نے اسباق میں کئی جگہ ایسے جملے تحریر فرمائے ہیں جن سے بچوں کے قلب میں انبیا علیہم السلام کی عظمت قائم ہو جائے، مثلاً:

"وإن يوسف عنده علم عظيم، وأن يوسف في صدره قلب رحيم"

دوسری جگہ فرمایا:

"وكان يوسف فقيرا ولكنه كان جوادا سخيا، وكان يوسف في السجن ولكنه كان حراجريئا".

اس طرح حضرات انبیا کے بارے میں کئی مقامات پر توصیفی کلمات لائے گئے ہیں ہم کو بھی ان اوصاف کے مطابق زندگی بنانا چاہیے۔

اللہ والے قید میں بھی مرجع خلائق ہوتے ہیں:

اللہ کے نیک بندوں کو آزمائش سے گزرتے ہوئے قید میں بھی جانا پڑتا ہے؛ مگر اس سے اللہ والوں کی شان میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور ان کی محبوبیت بڑھ جاتی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

"وأحب أهل السجن يوسف وأكرموه، وفرح الناس بيوسف وعظموه"

ہر انسان خدا کی مخلوق ہونے کے ناطے شفقت کا محتاج ہے:

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب قید کر دیا گیا تو وہاں بھی انہوں نے مخلوق خدا کو اللہ کی طرف بلایا۔ مولانا فرماتے ہیں:

"ألا يستحق أهل السجن الموعظة؟ ألا يستحق أهل السجن الرحمة؟ أليس أهل السجن عباد الله؟ أليس أهل السجن بني آدم؟"

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر بندہ شفقت ورحمت کا محتاج ہے اور ان کے ساتھ سب سے بڑی مہربانی یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے دین وشریعت کی طرف دعوت دی جائے۔

نبی حق گو ہوتے ہیں:

انبیا کی ایک خاص صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی کی پروا کیے بغیر ہر جگہ سچائی کا اظہار کرتے ہیں۔

"إن الأنبياء يجهرون بالحق في كل مكان".

مومن میں بھی یہی صفت ہونا ضروری ہے کہ وہ حق گو اور سچائی کا اظہار کرنے والا ہو۔

داعی ہر موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے:

”حکمة یوسف“ کے ماتحت یہ سبق دیا گیا ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تاویل پوچھنے والوں کو موقع پاکر دعوت دی، ہر داعی کا یہ کام ہے کہ جب بھی موقع ملے لوگوں کو حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”إن الحاجة ساقت الرجلين إلي و أن صاحب الحاجة يلين ويخضع، وأن صاحب الحاجة يطيع ويسمع“.

دعوت کے کام میں حکمت ضروری ہے:

اسی سبق میں حضرت فرماتے ہیں کہ:

”ولكن يوسف لم يستعجل بل قال لهما: أنا أخبر كما بتأويل الرؤيا قبل أن يأتيكما طعامكما، فجلسا واطمئنا“.

مطلب یہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں ان کو مطمئن کیا؛ تاکہ وہ لوگ سکون وتوجہ سے ان کی بات سنیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت کے کام میں موقع کی رعایت اور حکمت کی ضرورت ہے۔

علمِ الٰہی مومن ہی کو ملتا ہے:

”موعظة التوحيد“ میں کہا گیا ہے:

”قال يوسف: ذالكما مما علمني ربي، ولكن الله لا يؤتي علمه كل أحد، إن الله لايؤتي علمه المشرك“.

اس سے یہ بات سمجھائی گئی کہ علم الٰہی اوراس کی برکات مومن ہی کومل سکتی ہیں، مشرک کا قلب اس نور سے محروم رہتا ہے، چاہے دنیا میں اس نے کتنے ہی علوم پڑھ لیے ہوں۔

امرا کی آخرت فراموشی سے دنیا میں بربادی آتی ہے:

”علٰی خزائن الأرض“ کے تحت فرمایا گیا:

و كان يوسف يرىٰ أن الناس يخونون في أموال اللّٰه، و كان يرىٰ أن في الأرض خزائن كثيرة و لكنها ضائعة، إنها ضائعة لأن الأمراء لا يخافون اللّٰه فيها فتأكل كلابهم، و لا يجد الناس ما يأكلون، و تلبس بيوتهم و لا يجد الناس ما يلبسون“.

اس میں یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ جب حکام وامرا خوفِ خدا سے عاری ہوتے ہیں تو ملک کے خزانوں سے خودتو خوب نفع اٹھاتے ہیں مگرعوام کومصیبتوں میں ڈالے رکھتے ہیں، اگرخدا کا خوف ہوتا تو وہ خدا کے مال میں سب کا خیال کرتے، مطلب کہ حکام وامرا کا دین داراورخوفِ خدا سے متصف ہونا ضروری ہے۔

انبیابُردبار ہوتے ہیں:

”جاء إخوة يوسف“ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے مصر آنے اور یوسف علیہ السلام کا ان کو پہچاننے کا ذکر ہے، اگر یوسف علیہ السلام چاہتے تو ان سب کوان کے برے معاملہ کی سخت سزادیتے؛ مگرمولانا فرماتے ہیں ؎

”ولكن يوسف لم يقل لهم شيئا و لم يفضحهم“

انبیا کا طریقہ دشمنوں کو معاف کرنا اور درگزر کرنے کا ہے، مومن کا کردار بھی یہی ہونا چاہیے کہ قدرت ملنے پر عفوودرگزر کا معاملہ کرے اور مخالفین سے انتقام نہ لے۔

دنیا کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر کارفرما ہے:

"إلی یعقوب" کے عنوان کے ماتحت درس میں یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا واپس آنا اور والد سے بنیامین کے بارے میں چوری کرنے کی بات کرنے کا ذکر ہے؛ مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے نور ایمانی سے محسوس کیا کہ اس واقعہ کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی کوئی اور حکمت ہے۔

"و لما سمع یعقوب القصة علم أن للّٰه یدا في ذالك........"

آگے فرماتے ہیں:

"إن للّٰه في ذالك یدًا خفیة، إن للّٰه في ذالك حكمة مخفیة".

انبیا بھی بشر ہیں، حالات سے متاثر ہوتے ہیں:

"یظهر السر" کے عنوان کے ماتحت مولانا تحریر فرماتے ہیں:

ولكن یعقوب كان بشرا، في صدره قلب بشر لا قطعة حجر، فتذكر یوسف و تجدد حزنه الخ.

معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام کے قلوب بھی حالات سے متأثر ہوتے ہیں اوران کو بھی غم ومسرت لاحق ہوتا ہے؛ مگر وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں، مومن کامل کو اسی طرح ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی توجہ رکھنی چاہیے۔

خدا سے مایوسی کفر ہے:

اس سبق میں مولانا فرماتے ہیں:

و لکن یعقوب علیه السلام یعلم أن الیأس کفر و کان یعقوب له رجاء کبیر في الله.

اسی طرح مومنِ صادق مایوسی کو کفر سمجھتا ہے، وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔

متقی آدمی کو اللہ ضائع نہیں فرماتے:

اسی سبق میں حضرت یوسفؑ کی زبانی ارشاد ہوا ہے:

"أنا یوسف وهذا أخي، قد من الله علینا، إنه من یتق ویصبر فإن الله لایضیع أجر المحسنین".

جو بھی مومن صبر و تقویٰ کی صفت پیدا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو غالب فرمائیں گے، متقی آدمی کو اللہ کبھی برباد نہیں فرماتے۔

می دہد یزداں مرادِ متقیں

انبیا کو علم غیب نہیں ہوتا:

"یعقوب عند یوسف" کے عنوان میں فرمایا گیا:

"قال: ألم أقل لکم إني أعلم من الله مالاتعلمون"

معلوم ہوا کہ انبیا جو غیب کی باتیں بیان فرماتے ہیں، اللہ کے بتلانے کے سبب ہوتی ہیں، ان کو ذاتی علمِ غیب نہیں ہوتا۔

مومن شکر گزار ہوتا ہے:

اسی درس میں یہ بات بھی فرمائی گئی کہ جب حضرت یعقوبؑ مصر آ گئے اور سب اہل خانہ جمع ہو گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی:

”وحمد یوسف اللہ حمدا طیبا کثیرا، وشکر یوسف علی ذالك شکرًا عظیمًا“.

مومن نعمت الٰہی کا شکر کرتا ہے؛ تا کہ نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہے۔

دنیا کی نعمتیں انبیا کو اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کرتیں:

”حسن العاقبة“ میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

”لم یشغل یوسف ھذا الملك العظیم عن اللّٰہ ولم یغیرہ، وکان یوسف یذکر اللّٰہ ویعبدہ ویخافہ“.

مومن کی بھی یہی شان ہونی چاہیے کہ مال و دولت، حکومت اور سلطنت اس کو اللہ سے غافل نہ کرے؛ بل کہ اللہ کے احسانات کو یاد کر کے مزید ذکر و عبادت میں مشغول ہو جائے۔

مومن کی آخری تمنا ایمان پر وفات:

اسی سبق میں حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا گیا ہے:

وکان دعاء یوسف: ”رب قد آتیتني من الملك وعلمتني من

تـأويـل الأحـاديث، فاطر السماوات والأرض أنت وليّ في الدنيا والآخرة توفني مسلما وألحقني بالصالحين".

معلوم ہوا کہ ہر مومن کی سب سے بڑی آرزو یہی ہو کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو، تمام انبیا، صحابہ، صلحائے امت نے اسی کی دعا مانگی ہے، اللہ ہم سب کو بھی حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین!

☆☆......☆☆☆......☆☆

آ سکے غیر میرے خانۂ دل میں کیسے
کہ خیالِ رخِ دل دار ہے درباں اپنا

☆☆......☆☆☆......☆☆

............☆☆☆............

میں پھول کی صورت میں چبھتا ہوا کانٹا ہوں
سچ بول کے دنیا کی آنکھوں میں کھٹکتا ہوں

ہے عشق یا مجبوری کیا کہیے وسیمؔ اس کو
شاعر تو ہوں اردو کا گجرات میں رہتا ہوں

(وسیم ملک صاحب)

............☆☆☆............

ماضی وحال کے اہم کتب خانے

جمع وترتیب

مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نور اللہ مرقدہٗ

ناشر

شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی

پیش لفظ

اس حقیقت سے انکارنہیں کیا جاسکتا کہ علمی وتحقیقی کام کرنے والوں کے لیے کتب خانوں اورلائبریریوں کا وجودایک بہت بڑی نعمت ہے، کتب خانہ ماضی وحال کی شخصیات ومصنّفین کی کاوشوں کا ایک زبردست خزانہ ہوتا ہے، اس کے ذریعہ برسوں پرانی علمی تحقیقات سے فیض حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اسی لیے دنیا کے بہت سے ملکوں اورشہروں میں قدیم ترین کتب خانے موجود ہیں، جن کو بڑی بڑی شخصیات' تنظیموں اورحکومتوں نے قائم کیا ہے، جن میں نادرمطبوعات کے ساتھ ساتھ مخطوطات کا بھی وافر ذخیرہ ہے۔

تصنیفی، تحقیقی اورعلمی کام کرنے والوں کو دنیا میں پھیلے ہوئے ان نادرکتب خانوں کا کم ازکم اجمالی علم ہونا ضروری ہے؛ تاکہ ضرورت کے وقت ان سے استفادہ کیا جاسکے۔

ان کتب خانوں کے تعارف پربعض حضرات نے مستقل کتاب شائع کی ہے، جن میں محترم ڈاکٹرمحمد عجاج الخطیب صاحب دمشق (شام) کی یونی ورسٹی میں کلیۃ الحدیث کے استاذ ہیں، انہوں نے ایک مفید کتاب ”لمحات في المكتبة والبحث والمصادر“ کے نام سے تحریرفرماکرشائع کی ہے، جس میں طلبا اورتحقیقی

کام کرنے والوں کی رہ نمائی کے لیے اہم مراجع کا بہت اچھا تعارف کرایا گیا ہے۔

کتاب کے شروع میں دیگر مفید مضامین کے ساتھ اسلامی اور مغربی دنیا کے اہم کتب خانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو بہت مفید اور پُر از معلومات ہے، ہم نے عربی مدارس کے طلبا کے لیے کتب خانوں کے متعلق انہی چند صفحات کا ترجمہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ موصوف نے اکثر اسلامی ملکوں کے بڑے کتب خانوں کا ذکر کیا ہے؛ مگر پاکستان کے کتب خانوں کا ذکر رہ گیا تھا، اس کمی کو ہم نے محترم جناب رضا علی صاحب عابدی (رکن بی بی سی اردو سروس لندن) کی کتاب ''کتب خانے'' سے لے کر پورا کر دیا ہے، ہندوستان کے بھی بعض کتب خانوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے شوقین طلبا مشہور کتب خانوں سے واقف ہو جائیں اور موقع ہو تو عربی و فارسی کے ان قیمتی خزانوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے طلبا میں تحقیقی ذوق پیدا فرما دے؛ تا کہ وہ اپنے اسلاف کے اس عظیم سرمایہ سے خود بھی مستفید ہوں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔

وما ذالك على الله بعزيز!

عبداللہ غفرلہ کاپودروی

یکم محرم الحرام ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۱ء

کتب خانوں کی ابتدا

ہمارے لیے اس بات کا تعین مشکل ہے کہ قدیم زمانے میں سب سے پہلے کس نے کتب خانہ قائم کیا، اس طرح یہ بھی کہنا دشوار ہے کہ سب سے پہلے کس شہر یا ملک میں کتب خانے کی بنیاد پڑی۔

البتہ جدید تحقیقات اور مختلف علاقوں میں آثارِ قدیمہ کی کھدائی سے پتہ چلتا ہے کہ عراق میں دجلہ وفرات کے درمیانی علاقہ میں کتب خانوں کے موجود ہونے کے آثار پائے گئے ہیں اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت سے قبل کی بات ہے؛ چناں چہ نینوا، بابل اور تل العمارنۃ نامی بستیوں کے کھنڈرات میں اس کے آثار پائے گئے ہیں اور ایک امریکی تحقیقی جماعت نے وادی فرات میں پتہ لگایا ہے کہ وہاں تقریباً تیس ہزار پختہ اینٹیں ملی ہیں جن پر خطِّ مسماری میں انتظامی، فنی اور ادبی چیزیں لکھی ہوئی ہیں۔ اس طرح وادی نیل میں بھی بعض کتب خانوں کے آثار پائے گئے ہیں، جس میں قدیم اوسی مندیاس کا کتب خانہ ہے؛ نیز حوقب، خوفر، خفرع کے مکتبات بھی قدیم ترین کتب خانے شمار کیے جاتے ہیں(۱)۔ جہاں تک عربوں کا تعلق ہے، انہوں نے اپنے بعض وقائع اور فکری آثار پتھروں پر نقش کر کے محفوظ کیے ہیں اور اس بات کے کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اسلام میں کتب خانوں کا نظام

(۱) لمحات في المكتبة: ۲۵، بحواله: خزائن الكتب العربية في الخافقين: ۱/۸٤

مسجدوں کے ساتھ ساتھ شروع ہوا تھا، مسجدیں صرف عبادات کی جگہیں نہیں تھیں؛ بل کہ اجتماعی اور سیاسی کاموں کے مراکز اور علمی درس گاہیں بھی ہوتی تھیں، مسلمان بچے قرآن مجید، اس کی تفسیر، حدیث شریف، عربی زبان وغیرہ علوم مسجد کے علمی حلقوں میں بیٹھ کر حاصل کرتے تھے، قرن اول میں کوئی مسجد قرآن مجید، تفسیری کتب اور کتب حدیث سے خالی نہیں ہوتی تھی۔

ہم اس بات کے کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اسلام میں سب سے پہلا کتب خانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ مبارکہ تھا(۱)، اس لیے کہ جو وحی نازل ہوتی تھی کاتبینِ وحی لکھ کر اس کو وہاں رکھتے تھے، پھر حجرۂ مبارکہ سے یہ صحیفے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس منتقل کیے گئے اور انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کے تعاون سے اس کو جمع فرمایا، خود حضرت زیدؓ کاتبینِ وحی میں بلند مقام رکھتے تھے۔ خلیفۂ اول کے بعد یہ صحیفے خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کے پاس محفوظ رہے اور ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے کمرہ میں محفوظ رہے، حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں ان سے عاریتاً لے کر مختلف نسخے تیار کروائے اور اسلامی علاقوں میں پھیلا دیے۔

اس کے علاوہ بہت سے صحابہؓ کے پاس ذاتی کتابیں تھیں۔ مثلاً حضرت سعد ابن عبادہؓ (۱۵ھ) کے پاس کتابیں تھیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھی ہوئی تھیں(۲)، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے پاس ان کا مشہور قرآن اور دیگر صحیفے تھے(۳)، حضرت اسماء بنت عمیسؓ (۳۸ھ) کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

(۱) لمحات في المكتبة: ۲۵ (۲) أصول الحديث: ۱۹۱ (۳) السنة قبل التدوين: ۴۵

احادیث کا مختصر مجموعہ تھا(۱)۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ کا صحیفہ تو مشہور ہے، جس میں دیت اور اسنانِ ابل درج تھے(۲)۔ نیز سیدنا ابو ہریرہؓ کے پاس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے مجموعے تھے(۳)، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اپنی کتابیں اور صحیفے ایک صندوق میں رکھتے تھے(۴)۔ حضرت ابن عباسؓ کی کتابیں اونٹ پر لادی جائیں اتنی مقدار میں تھیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بھی کتابیں موجود تھیں۔ حضرت عروہ بن الزبیرؒ کی کتابیں حرہ کے دن جل گئیں تو انہوں نے فرمایا کہ وددت لو أن عندي كتبي بأهلي ومالي (۵) (میرے مال اور میری اولاد کے بدلہ میری کتابیں باقی رہتیں تو مجھے زیادہ پسند تھا)، ابوقلابہ عبداللہ زید الجرمی (۱۰۴ھ) جو کبارِ تابعین میں سے ہیں، انہوں نے اپنی کتابیں ایوب سختیانی (۶۸-۱۳۱ھ) کو ہبہ کرنے کی وصیت کی تھی، یہ کتابیں ان کے پاس اونٹ پر لاد کر لائی گئیں۔(۶)

حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پاس کتابیں ہیں جن کی ہم بہت حفاظت کرتے ہیں، "إن لنا كتبًا نتعاهدها" (۷)، تاریخ کی کتابوں میں اس طرح کی بہت سی تفصیلات ہیں، ہم نے چند باتیں اس لیے نقل کردیں؛ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مسلمان ابتدا سے علم اور کتابوں کا اہتمام کرتے تھے، اس میں چاہے افراد ہوں یا حکومت کے ذمے دار۔

پھر دوسری صدی کے اخیر میں عمومی کتب خانے کثرت سے قائم ہونے لگے، خلفا، امرا اور ذمے داروں نے اس سلسلہ میں کافی مدد کی، اس کے لیے کارکن،

---

(۱) اصول الحدیث: ۱۹۲ (۲) السنۃ قبل التدوین: ۴۵ (۳) اصول الحدیث لمحمد عجاج الخطیب: ۱۹۲

(۴) اصول الحدیث: ۱۹۷ (۵، ۶، ۷) اصول الحدیث: ۱۹۹

لکھنے کا سامان (کاغذ، قلم، روشنائی وغیرہ) اور جلد سازی کا سامان جمع کیا اور مختلف علوم کی اہم کتابیں جمع کرنا شروع کیں۔

مشرق ومغرب میں حکام اور امرا بہترین اور نادر کتابوں کے جمع کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ منافست کرتے تھے، یہاں تک کہ مختلف کتب خانوں میں ہزاروں کتابیں جمع ہوگئیں، کتابوں میں لکھا ہے کہ اندلس میں خلافتِ اسلامیہ کی ترقی کے دور میں صرف شہر قرطبہ کے کتب خانہ میں چار لاکھ جلدیں موجود تھیں جب کہ فرانس کے بادشاہ شارل (پانچواں) اپنے مرکزی کتب خانے میں ۹۰۰/جلدوں سے زیادہ نہ پاسکا۔(۱)

اسلامی دور کے مشہور کتب خانے

اس مختصر مقالے میں اسلامی دنیا کے سب کتب خانوں کا ذکر تو مشکل ہے؛ مگر ہم بعض کتب خانوں کا ذکر کرتے ہیں، زمانۂ ماضی کے ان کتب خانوں کے تذکرے کے بعد دورِ حاضر کے کتب خانوں پر بھی نظر ڈالیں گے۔ انشاء اللہ!

(۱) دار الحكمة يا بيت الحكمة:

مؤرخین کی اکثریت اس کی قائل ہے کہ اس کتب خانہ کی بنیاد سب سے پہلے خلیفہ ہارون رشید (۱۴۹-۱۹۳ھ) نے ڈالی، اس کی وفات کے بعد اس کے لڑکے مامون نے بے شمار کتابیں اور دواوین سے اس کو مالا مال کردیا، اور یہ کتب خانہ

(۱) لمحات في المكتبة: ۲۹

عباسی دور کا سب سے شان دار اور عظیم الشان کتب خانہ شمار کیا جانے لگا، اس کتب خانے سے علما، طلبا اور شائقین علم برسوں مستفید ہوتے رہے، یہاں تک کہ ۶۵۶ھ میں مغلوں نے حملہ کر کے تسلط قائم کیا اور کتب خانوں کو بھی برباد کر دیا۔

(۲) دار العلم مصر:

مصر میں عبیدیین کا کتب خانہ تھا، عبیدی حاکم نے اس کو دارالحکمۃ کے ساتھ ملا دیا تھا، اس میں بے شمار کتابیں جمع کی گئیں اور اس کی حفاظت کے لیے عملہ مقرر کیا گیا اور مطالعہ کرنے والوں اور کتابوں کی نقل کرنے والوں کے لیے روشنائی، کاغذ، قلم تک کا انتظام کیا گیا، زمانۂ ماضی میں اسلامی دنیا کا یہ بھی عظیم کتب خانہ تھا۔

(۳) قرطبہ کا کتب خانہ (اندلس):

اندلس میں بے شمار کتب خانے تھے، خلافت کے زمانے میں اس کی تعداد ستّر تک پہنچ گئی تھی، خصوصی کتب خانے اس کے علاوہ تھے، ان میں زیادہ مشہور قرطبہ کا کتب خانہ تھا۔ اموی حاکموں نے اس کی بنیاد ڈالی تھی اور مختلف خلفا نے اس کی نگہ داشت کی، یہاں تک کہ مستنصر کا زمانہ آیا (۳۵۰-۳۶۶ھ) اس نے مختلف اسلامی ملکوں میں اپنے وکلا مقرر کیے جو علما کی تازہ بہ تازہ تصنیفات اور قدیم کتابیں خرید کر بھیجا کرتے تھے، جس کے سبب کتب خانوں میں بے حد وحساب نادر کتابیں داخل ہوئیں، تقریباً چار لاکھ جلدیں کتب خانے میں موجود تھیں، اس کے علاوہ بعض دیگر کتب خانوں میں بھی بہترین کتابیں جمع کی گئیں۔

(۴) کتب خانہ حیدریہ، عراق:

یہ کتب خانہ آج تک عراق میں موجود ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام نامی اسم گرامی کی طرف نسبت کی وجہ سے اس کو ''کتب خانہ حیدریہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ حضرات شیعہ کے خیال کے مطابق حضرت علیؓ کے مزار کے قریب کتب خانہ ہے (حضرت علیؓ کی قبر کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے)، خلفا، امرا اور اعیانِ شیعہ نے اس کتب خانہ کی طرف بہت توجہ رکھی، جس میں سب سے مشہور عضدالدولہ البویہی (۳۷۲ھ) ہیں۔ مشہد علیؓ کے ساتھ اس کے الحاق کے سبب شاید یہ کتب خانہ اب تک باقی رہ گیا ہے؛ مگر اس سے استفادہ بہت مشکل ہے؛ کیوں کہ عوام کے لیے اس کو بالکل نہیں کھولا جاتا۔

(۵) ابن سوار کا کتب خانہ، بصرہ میں:

ابوعلی بن سوار الکاتب نے (جو عضدالدولہ کے درباریوں میں تھا) اس کی تاسیس کی تھی، اس میں بہت سی کتابیں تھیں۔

(٦) سابور کا کتب خانہ:

سابور بن اردشیر (۴۱٦ھ) نے ۳۸۳ھ میں مقام کرخ میں اس کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام بھی ''دارالعلم'' رکھا، اس میں تقریباً دس ہزار مختلف علوم وفنون کی بہترین کتابیں جمع کردیں، یہ کتب خانہ اس دور میں بہت اہم ثقافتی مرکز شمار ہوتا تھا جس میں علما اور محققین مطالعہ اور مناظرہ کے لیے جمع ہوتے، ابوالعلاء المعری جب بغداد میں تھا تو کتب خانے میں بار بار آتا تھا۔

(۷) مسجد زیدی کا کتب خانہ (بغداد):

ابوالحسن علی ابن احمد زیدی (۵۷۵ھ) نے اس کی بنیاد ڈالی اور اس کو بہترین کتابوں سے مزین کیا، دوسرے شائقین نے بھی اس کی ترقی میں مدد کی، اس میں بھی مطالعہ کرنے والوں، نقل کرنے والوں اور علما کے لیے سہولتیں فراہم کی گئی تھیں۔

(۸) رامھرمز کا کتب خانہ:

اس کو بھی ابن سوار نے شہر رامھرمز میں بصرہ کے کتب خانہ کے طرز پر قائم کیا تھا۔

ان معروف کتب خانوں کے علاوہ تقریباً تمام بڑے اسلامی مدرسوں میں بہترین کتب خانے موجود تھے، جس میں فکرِ اسلامی - جو اس دور میں پختہ ہو چکی تھی - کو بہترین نتائج سے مالا مال کیا جاتا تھا، مثال کے طور پر:

(۱) مدرسہ نظامیہ کا کتب خانہ: جس کی نسبت وزیر شہیر نظام الملک کی طرف ہے، انہوں نے بہت سے مدارس قائم کیے، جن کو مدارسِ نظامیہ کہا جاتا ہے، عراق کا شاید ہی کوئی قصبہ یا بڑی آبادی اس قسم کے مدارس سے خالی ہوتی۔

(۲) مدرسہ مستنصریہ کا کتب خانہ۔

(۳) دمشق کے مدارس کے کتب خانے: استاد کرد علی نے ''خطط الشام'' میں دمشق کے بہت سے مدارس کا ذکر کیا ہے، پانچویں صدی ہجری میں صرف دمشق میں تقریباً ۳۰ر مدارس موجود تھے، جس میں بڑے بڑے نابغۂ روزگار تعلیم دیتے تھے، ان میں دار الحدیث النوریہ، مدرسہ صلاحیہ، مدرسہ ظاہریہ وغیرہ بہت مشہور ومعروف تھے، اور یہ ادارے اعلیٰ تعلیم کے تھے، ابتدائی اور متوسط تعلیم کے مدرسے تو بے شمار تھے۔

(۴) فاضلیہ کا کتب خانہ: اس مدرسہ کی نسبت قاضی فاضل کی طرف ہے، اس کے علاوہ مصر میں بھی بہت مدارس تھے، مثلاً مدرسہ کاملیہ، مدرسہ صالحیہ، مدرسہ صاحبیہ، علامہ مقریزی نے ''خطط'' میں ان سب کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ شام کے حمص اور حلب میں اعلیٰ مدارس تھے، نیز قدس شریف میں بھی اچھے مدرسے تھے۔

ان کے علاوہ بعض خلفا اور اُمرا نے اپنے اپنے گھروں اور محلات میں اچھے اچھے کتب خانے بنا رکھے تھے، فتح بن خاقان (۲۴۷ھ) نے جو عباسی خلیفہ متوکل کا وزیر تھا، بہترین کتب خانہ اپنے محل میں بنایا تھا۔ اسی طرح مصر کے ایک بڑے امیر مبشر جو بڑے عالم بھی تھے، علوم ریاضی و حکمت کا شان دار کتب خانہ جمع کر چکے تھے، نیز خلیفہ ناصرلدین اللہ (۶۲۲ھ) کا بڑا ذاتی کتب خانہ تھا، اسی طرح خلیفہ معتصم باللہ (۶۵۶ھ) نے مختلف علوم و فنون پر مشتمل نفیس کتابیں اپنے پاس جمع کر دی تھیں۔ کتابوں کے جمع کرنے کا شوق خلفا و اُمرا تک ہی محدود نہ تھا؛ بل کہ بہت سے علما اور طلبا بھی اس کا خاص اہتمام کرتے تھے، بہت سے علما نے اپنی کتابیں طلبا کے لیے وقف کر دی تھیں جیسا کہ امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان البستی (۳۵۴ھ) کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی کثیر تالیفات و دیگر کتب شہر کے ایک خاص مکان میں رکھی تھیں اور اہلِ علم کے لیے ان تمام کتابوں کو وقف کر دیا تھا اور یہ ساری باتیں اس امت کے لیے تعجب خیز نہیں، جن کے مذہب نے اس علم کی قدر سمجھائی ہے اور اس کے لیے اسباب مہیا کیے، اگر مسلمان کتب خانوں اور وراقین کی دکانوں کی طرف بڑھتے تھے تو اس کا سبب بھی تھا کہ اسلام نے ان پر علم کے دروازے کھول دیئے تھے اور علم کو رفعِ درجات کی بنیاد بنایا تھا۔

اسی لیے غیر مسلم محققین مسلمانوں کے اس علمی شوق اور کتابوں سے حیرت زدہ ہو جاتے ہیں، ان کو تاریخ میں ایسی کوئی دوسری قوم نظر نہیں آتی جس نے انسانی تہذیب کو مسلمانوں کی طرح فکری غذا پہنچائی ہو۔

اخیر میں یہ بھی عرض کر دیں کہ یہ علمی ذوق اور کتابوں سے شغف صرف مردوں تک محدود نہ تھا؛ بل کہ بہت سی فاضل عورتیں بھی اس میدان میں سبقت کرتی تھیں، چناں چہ قرطبہ میں ایک بار جب گنتی ہوئی تو اس کے اکیس محلوں میں ایک سو ستّر عورتیں بہترین خطِ کوفی سے مصاحف لکھا کرتی تھیں۔

عائشہ قرطبیہ (۴۰۰ھ) جو مصاحف لکھنے والوں میں سے ایک تھیں، اپنے گھر میں بہترین کتب خانہ رکھتی تھیں، یہ وہ دور تھا جب یورپ میں عورتیں جہالت اور غلامی کے جہنم میں سسک رہی تھیں اور ظلم و جہالت کی وادی میں سرگرداں تھیں۔

مذکورہ تاریخی واقعات پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے انسانی تہذیب کے علمی گوشوں کو نکھارنے اور سنوارنے میں جو مدد کی ہے، وہ دنیا کی کوئی قوم نہ کر سکی، مسلمانوں نے علم کی ترقی اور تہذیب کو پھیلنے، پھولنے اور پروان چڑھانے کے لیے ہر میدان میں فعال کردار ادا کیا ہے، اور یورپ کو اندلس کے راستے سے علم کی روشنی پہنچانے اور اسلامی ممالک کے دیگر پڑوسی ملکوں کی ثقافتی سطح کو بلند کرنے کا سہرا مسلمانوں ہی کے سر پر ہے۔ نیز دیگر سابقہ اقوام کے علمی سرمایہ کی حفاظت اور اس میں اضافہ کرنے میں مسلمانوں کا اہم کردار ہے؛ مگر افسوس ہے کہ یورپ کے بعض ملکوں نے احسان کا بدلہ احسان سے دینے کے بجائے احسان فراموشی اور احسان کے بدلہ برائی کا ثبوت دیا؛ چناں چہ جب بعض اسلامی ملکوں میں

کمزوری پیدا ہوئی تو دشمن ان پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور اسلامی ملکوں میں قتل و غارت گری اور فساد و بربادی شروع کردی اور انہوں نے کتب خانوں اور قیمتی کتابوں کو جلایا، یا ندیوں میں غرق کردیا اور بعضوں نے بہترین کتابوں کا سرقہ کرکے اپنے ملکوں کو منتقل کردیا، اس بربادی سے بہت کم سرمایہ بچ سکا؛ لیکن جب مسلمانوں کے پاس باقی ماندہ قلیل علمی سرمایہ کا مقابلہ دیگر قوموں کے علمی سرمایہ سے کیا جاتا ہے تو اب بھی مسلمانوں کا علمی سرمایہ ان سے کئی گنا ہے، اور اب تک ہمارے مخطوطات کا عظیم سرمایہ دنیا کے کتب خانوں میں موجود ہے جو مرورِ زمانہ کے باوجود مسلمانوں کی علمی ترقی اور فکری پختگی کی شہادت دے رہا ہے۔

یقیناً مسلمان اس قیمتی سرمایہ پر فخر کرتے ہیں اور اس کی حفاظت اور نشر و اشاعت کے لیے کوشاں ہیں۔

اب ہم موجودہ دور کے اہم کتب خانوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

موجودہ دور میں دنیا کے مشہور کتب خانے

ہم دنیا کے موجودہ کتب خانوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کو مناسب خیال کرتے ہیں، اس کے بعد ان کتب خانوں کا ذکر ہوگا جو یورپ اور امریکہ کے مختلف مقامات پر ہیں، جن میں بڑی مقدار میں عربی مخطوطات موجود ہیں، اس جگہ ہم مختلف ممالک کے مشہور کتب خانوں کا ذکر کریں گے، جو کتب خانے امیروں کے محلوں میں یا یونی ورسٹیوں اور اکیڈمیوں میں ہیں، ان کا ذکر نہیں ہوگا۔

ملکوں کے نام تہجی کے اعتبار سے تحریر کیے جاتے ہیں۔

☆......(۱) اردن

اردن کے مشہور شہر عمان میں "دار الکتب الأردنية" کے نام سے معروف کتب خانہ ہے، اس کے علاوہ اردن کے مشرقی شہروں مثلاً اِربد اور عمان میں بھی اچھے کتب خانے موجود ہیں۔

☆......(۲) تونس

(الف) قیروان کی جامع مسجد کا کتب خانہ

قیروان کی جامع مسجد اسلامی دنیا کی مساجد میں سب سے بڑی مسجد ہے، وہ جامع ازہر سے بھی بڑی ہے، جن مسلمانوں نے شمالی افریقہ کو آزاد کرایا تھا، انہوں نے ہی اس کی تعمیر کی تھی، پھر بعد والے اس میں اضافہ کرتے گئے، پھر سلطان المعز بن بادیس ابن منصور نے اپنے زمانے میں اس کی تکمیل کی، ابن بادیس کا دور (۴۰۹ تا ۴۵۴ھ) ہے۔ اس مسجد کے ساتھ ایک عظیم کتب خانہ باقی رہا، اس کے بعد اس میں بھی تنزل شروع ہوا اور بے اعتنائی کے سبب کافی کتابیں چوری ہوگئیں، بالآخر تونس کی حکومت نے (۱۹۴۰ء) میں اس کی طرف توجہ کی اور اس کا نظم سنبھالا۔

(ب) جامع زیتونہ کا کتب خانہ

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شہر زیتونہ کو تابعی جلیل حضرت عبداللہ بن الحجاب ؒ نے ۱۱۴ھ میں تعمیر کیا تھا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ بنو الاغلب نے اس کو ۱۴۵ھ میں تعمیر کیا تھا اور یہ مسجد دنیا کی عظیم درس گاہ بھی بن گئی، اس کی ترقی اور شباب کے دور میں یہ درس گاہ جامع ازہر کے مثل سمجھی جاتی تھی، اس مسجد کے ساتھ ۷۹۶ھ میں ایک عظیم کتب خانہ بنایا گیا جو "مکتبہ جامع زیتونیہ" سے مشہور ہے۔

(ج) عَبدلیہ اور صادقیہ کا کتب خانہ

عبدلیہ کی نسبت ابوعبداللہ محمد بن حسن بن محمد المسعود کی طرف ہے۔
انہوں نے دسویں صدی کے شروع میں اس کی تاسیس کی تھی۔ یہ کتب خانہ ضائع ہونے کے قریب تھا؛ مگر تونس کے حکمراں بای محمد صادق نے اس کی طرف توجہ کی اور اس کی تجدید کی، جس کا دور حکومت ۱۲۷۶ھ تا ۱۲۹۸ھ رہا ہے، اس لیے اس کتب خانے کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ہے، اس میں نفیس کتابیں جمع کر دی گئی ہیں۔

(د) تونس کا کتب خانۂ عمومی (پبلک لائبریری) Public Library

☆......(۳) الجزائر

۱- جامع بائی کا عربی کتب خانہ جو بون شہر میں ہے۔
۲- بوجی شہر کا کتب خانہ۔
۳- کتب خانہ بادیسیہ قسطنطنیہ۔
۴- الجزائر شہر کا مکتبہ اہلیہ۔
۵- الجزائر کی جامع مسجد کا کتب خانہ۔

ان میں ''کتب خانہ بادیسیہ'' شیخ عبدالحمید بن بادیس (متوفی ۱۳۵۹-۱۹۴۰) کی طرف منسوب ہے جنہوں نے اس عظیم کتب خانہ میں بہترین کتابیں جمع کی ہیں، اس کے علاوہ مختلف خانقاہوں کے کتب خانے ہیں۔ مستشرق رینہ باسیہ نے ان کی الگ فہرست مرتب کی ہے۔

☆......(۴) سوریہ (شام)

(الف) دمشق میں دارالکتب الظاہریۃ:

اس کتب خانہ کی نسبت الملک الظاہر بیبرس متوفی ٦٧٦ھ کی طرف ہے، شہر دمشق بہترین کتب خانوں سے بھرا ہوا تھا؛ مگر تیمورلنگ نے ۸۰۳ھ میں اس کو برباد کردیا، یہاں تک کہ دمشق تین روز تک جلتا رہا، تیمور اپنی تمام سفاکیوں کے ساتھ اسی روز تک مقیم رہا۔ اس حادثے کے بعد جو کتابیں مختلف مقامات پر بچ گئی تھیں ان کو ''مکتبہ ظاہریہ'' میں جمع کردیا گیا، مختلف لوگوں نے اس کی دیکھ بھال اور تعمیر وترقی میں حصہ لیا؛ مگر اس کی آبادی کا سہرا علامہ شیخ طاہر الجزائری کے سر ہے جنھوں نے اس کی حفاظت اور ترقی میں بہت جاں فشانی فرمائی۔ اس کتب خانے میں شاید دنیا کے تمام کتب خانوں سے زیادہ قلمی نسخے ہیں، اس میں ایسے نادر مخطوطات ہیں جو شاید ہی کسی اور جگہ مل سکیں، مخطوطات کی تعداد گیارہ ہزار چار سو پچیس جلدیں ہیں، جس میں پچاس سے ساٹھ ہزار کتابیں شامل ہیں۔ اس کتب خانے کی اب تک:

(۱) تاریخ اور اس کے ملحقات (۲) علوم القرآن (۳) شعر (۴) فقہ شافعی (۵) حدیث (٦) طب (۷) ہیئت وجغرافیہ (۸) فلسفہ کی فہرستیں شائع ہوچکی ہیں، عنقریب فقہ حنفی، لغت اور تاریخ (قسم ثانی) شائع ہوگی۔

(ب) شہر حلب میں دارالوطنیہ:

دمشق کی ''المجمع العلمي العربي'' نے حلب میں کتب خانہ ظاہریہ اور عادلیہ کی دوشاخیں قائم کی تھیں، جو ١٣٥٦ھ تک باقی رہیں، اس کے بعد جدید عمارت میں ان کو منتقل کردیا گیا۔

(ج) حلب کے مکتبات الاوقاف:

حلب کی بہت ساری مساجد میں بہترین کتب خانے تھے؛ مگر وہ عدم اعتنا اور چوری کے شکار ہوتے رہے، مدیر اوقاف نے بقیہ کتابوں کو بچایا اور ان کو اوقاف کے مکتبات میں محفوظ کر دیا گیا، ان کے علاوہ ملک شام کے مختلف بڑے شہروں میں اچھے کتب خانے موجود ہیں۔

☆......(۵) سعودیہ

۱- مکہ مکرمہ میں حرم پاک کا کتب خانہ۔

۲- مکتبۂ مکہ مکرمہ: یہ کتب خانہ محلّہ قُشّاشیہ میں واقع ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جو مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف ہے۔

۳- حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کتب خانہ مدینہ منورہ میں۔

۴- مکتبہ عارف حکمت، مدینہ منورہ۔

شیخ الاسلام عارف حکمت بک بہت ہی بڑے فاضل عالم اور ادیب تھے، ۱۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے، ۱۲۷۵ھ میں وفات ہوئی، ان کے پاس ان کا بہت ہی قیمتی ذاتی کتب خانہ تھا، انہوں نے ۱۲۶۰ھ میں اس کو علما اور طلبا کے لیے وقف کر دیا تھا، اس کتب خانے میں تقریباً دس ہزار جلدیں ہیں جس میں بعض نادر مخطوطات بھی ہیں۔

۵- مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ: اس کتب خانے کو سلطان محمود ثانی عثمانی (۱۲۲۳-۱۲۵۵) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

۶- دار الکتب الوطنیہ ریاض۔

۷- اسی طرح دارالافتا کے مختلف کتب خانے جس میں شہر دخنہ کا ''المکتبۃ السعودیہ'' بہت مشہور ہے۔

۸- مکتبہ ادبیہ ماجد کردی، مکہ مکرمہ۔

یہ کتب خانہ بہت سی مؤلفات سے بھرپور ہے، الاستاذ ماجد کردی نے علما' طلبا' اور ادبا کے لیے اس کو وقف کر دیا ہے۔

☆......(۶) سوڈان:

۱- ام درمان کا مکتبہ عامہ۔

۲- دیگر مساجد کے ملحقہ کتب خانے۔

☆......(۷) عراق

۱- دارالکتب العمومیہ، بغداد،

اس کتب خانے کو وزیر علامہ داؤد باشا (۱۷۷۴-۱۸۵۱) نے بنایا تھا، ۱۳۰۱ھ میں اس کا افتتاح عام لوگوں کے لیے کر دیا گیا تھا، جامع حیدر خانہ میں اس کا مرکز ہے۔

۲- مکتبہ عامہ، بغداد۔

۳- مکتبہ الاوقاف، بغداد، اس میں مختلف مساجد کے کتب خانے جمع کر دیے گئے ہیں۔

۴- مکتبہ النجف الاشرف، جس کا دوسرا نام ''مکتبہ حیدریہ'' ہے۔

۵- نجف اشرف میں مکتبہ حسینیہ ہے، اس کو الحاج علی محمد نجف آبادی نے ۱۳۳۲ھ میں اپنی وفات سے قبل طلبا کے لیے وقف کر دیا تھا۔

۶- مکتبہ غازی، موصل:

شہر موصل میں بہت قدیم نفیس ونادر کتابوں پر مشتمل کتب خانے تھے؛ مگر ہلاکو اور تیمور لنگ جیسے ظالموں نے انہیں برباد کردیا، ان کتب خانوں میں سے جو کتابیں محفوظ رہ گئی تھیں، ان کو ملک فیصل اول نے اپنے بیٹے غازی الاول کے نام سے مکتبہ قائم کرکے جمع کردی تھیں۔

☆......(۸)فلسطین

(۱) بیت المقدس میں مکتبہ مسجد اقصی:

مسجد اقصی میں قدیم زمانے سے بہترین کتابوں کا ذخیرہ تھا؛ مگر اس میں بہت سی کتابیں ضائع ہونے لگیں،تو "المجلس الشرعي الإسلامي" نے اس کی حفاظت کے لیے ۱۳۴۱ھ میں یہ کتب خانہ قائم کرکے اس کی صیانت کا انتظام کیا۔

(۲) مکتبہ خالدیہ، بیت المقدس:

اس کو خاندان خالدی نے قائم کیا، اس خاندان کی نسبت حضرت خالد بن ولیدؓ کی طرف ہے، کتب خانے کی تاسیس ۱۳۱۸ھ-۱۹۰۰ء میں ہوئی ہے۔

☆......(۹)الکویت

(۱) شہر کویت کا مکتبہ عامہ۔

☆......(۱۰)لبنان

(۱) المکتبۃ الوطنیہ، بیروت۔

(۲) مکتبہ الجامع الکبیر المنصوری، طرابلس۔

یہ کتب خانہ کئی مختلف کتب خانوں کو جمع کر کے بنایا گیا ہے، بہت سے لوگوں نے اپنے ذاتی کتب خانے جامع منصوری کے لیے وقف کر دیئے تھے۔

☆......(۱۱)مصر

۱-دارالکتب المصریہ، قاہرہ میں:

ہمارے اس دور میں قاہرہ کا "دار الکتب المصریة" کا شمار عظیم کتب خانوں میں ہوتا ہے، ۱۲۸۷ھ-۱۸۷۰ء میں اس کی بنیاد ڈالی گئی تھی اور اس میں قاہرہ وغیرہ دوسرے شہروں کے قیمتی ذاتی کتب خانوں کی کتابیں جمع کی گئیں اور یہ کتب خانہ برابر ترقی پذیر ہے، حتی کہ اس میں دس لاکھ جلدوں سے زیادہ کتابیں ہیں اب اس کے ساتھ ایک مطبع بھی قائم کر دیا گیا ہے جس میں بعض امہات الکتب کو طبع کیا جاتا ہے۔ اس کے ایک حصہ میں متحف (میوزیم) بھی ہے، جس میں نادر عربی مخطوطات رکھے جاتے ہیں، مطبوعہ کتابوں کے علاوہ قلمی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔

۲-مکتبہ الازہریہ، قاہرہ:

جامع ازہر کا یہ کتب خانہ بھی بہت نادر وقیمتی کتابوں کا ذخیرہ ہے جو کتابوں کی کثرت اور نادر مخطوطات کے سبب عالم اسلام کا معروف کتب خانہ سمجھا جاتا ہے۔

۳-اسکندریہ کا مکتبہ عامہ۔

۴-مصر کے دیگر بڑے شہروں کے کتب خانے۔

☆......(۱۲) المغرب (مراکش)

۱-شہر رباط کا مکتبہ عامہ:

مراکش کے شہر رباط میں "المعهد العلمي للدراسات المغربية العليا" کے نام سے ایک ادارہ ہے، اس کے کتب خانے میں بہت قیمتی مخطوطات ہیں، جن میں سے بعض کو معہد نے شائع بھی کیا ہے اور اس کتب خانے کی بہترین فہرست بھی تیار کی ہے۔

۲-مکتبہ جامع قروین، شہر فاس میں۔

۳-خزانۃ الجامع الکبیر، شہر طنجہ میں، اس کتب خانے کی فہرست بھی شائع ہوگئی ہے۔

۴-مغرب کے دیگر بڑے شہروں کے کتب خانے، فاس' سلا' مکناس' مراکش' وجدہ اور دار البیضاء وغیرہ شہروں میں اچھے کتب خانے موجود ہیں۔

☆......(۱۳) یمن:

۱-جامع صنعا کا مکتبہ عمومیہ:

اس کتب خانے میں مطبوعہ کتابوں کے ساتھ ساتھ بہت سی نفیس مخطوطہ کتابیں موجود ہیں۔

☆......(۱۴) ایران

۱-طہران کے مکتبات:

ایران اسلامی سلطنت کا اہم حصہ رہا ہے، اس میں بڑے بڑے علما پیدا

ہوئے اور وہاں بڑے بڑے کتب خانے تھے، اس کا بڑا حصہ طہران کے کتب خانوں میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ طہران کے مشہور کتب خانوں میں شاہی کتب خانہ ہے، اس میں تقریباً پانچ ہزار قلمی کتابیں موجود ہیں، اسی طرح کتب خانہ ناصریہ میں بھی نادر مخطوطات ہیں۔

ملک التجار کا کتب خانہ بھی بہت مشہور ہے۔

۲-اصفہان کے کتب خانے۔ ۳-تبریز کے کتب خانے۔

۴-زنجان کے کتب خانے۔ ۵-اردبیل کے کتب خانے۔

۶- دیگر بڑے شہروں کے کتب خانے مثلاً ساوہ، مشہد، مشہد کے کتب خانے میں بعض نادر مخطوطات ہیں۔

☆......(۱۵)ترکی

۱-استنبول کا مکتبہ الجامعہ، اس کتب خانے میں سترہ ہزار مخطوطات ہیں۔

۲-مکتبہ عمومیہ، استنبول، اس میں پانچ ہزار قلمی نسخے ہیں۔

۳-مکتبۃ الفاتح جو مسجد الفاتح کے ساتھ ملحق ہے، اس میں چھ ہزار قلمی نسخے موجود ہیں۔

۴-مکتبہ نور عثمانیہ، اس میں پانچ ہزار قلمی نسخے موجود ہیں۔

۵-مکتبۃ السلیمانیہ اس کتب خانے کے ساتھ بہت سے دیگر کتب خانے جوڑ دیے گئے ہیں: مثلاً عاشر آفندی، مکتبہ شہید علی، مکتبہ سیرز، مکتبہ مصطفیٰ رئیس الکتاب وغیرہ۔

۶- مکتبہ سرائے طبقو، استنبول کا کتب خانہ، اس کتب خانے کے ساتھ بھی بہت سے دیگر کتب خانوں کو جوڑ دیا گیا ہے۔

۷-شہر بروسہ کا کتب خانہ جس میں خراجی زادہ کا کتب خانہ، حسین چلپی اور بعض دیگر کتب خانے معروف ہیں۔

۸-علی امیری کا کتب خانہ: اس کتب خانہ میں بیس ہزار قلمی نسخے موجود ہیں۔

☆.........(۱۶) ہندوستان

۱-ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کا کتب خانہ

۲-کلکتہ نیشنل لائبریری، بنگال

۳-سر فیروز کتب خانہ بمبئی

۴-بانکی پور کا کتب خانہ پٹنہ (بہار) جو خدا بخش لائبریری کے نام سے مشہور ہے۔

۵-مدراس کا سرکاری کتب خانہ (مدراس)

۶-کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد دکن (۱)

۷-سالار جنگ میوزم حیدرآباد دکن

۸-دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارن پور، ندوۃ العلما لکھنؤ، مسلم علی گڑھ یونی ورسٹی کے کتب خانے۔

---

(۱) یہاں تک ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی مشہور کتاب "لمحات في المكتبة والبحث والمصادر" سے حضرت مؤلف نوراللہ مرقدہٗ نے مکتبات کے بارے میں خلاصہ پیش فرمایا ہے۔ اب آگے رضا علی عابدی صاحب کی کتاب "کتب خانے" سے معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

۹- پیر محمد شاہ کا کتب خانہ، احمد آباد (گجرات)۔

۱۰- احمد آباد کے مشہور عالم شیخ وجیہ الدینؒ کے کتب خانے میں صرف تفسیر و حدیث کی اٹھارہ ہزار کتابیں تھیں۔

۱۱- پٹن کا کتب خانہ، جو مدرسہ کنز المرغوب میں ہے (گجرات)۔

۱۲- ٹونک کا کتب خانہ، راجستھان۔(۱)

۱۳- کتب خانہ رضا، رام پور (یوپی)۔

رام پور کی رضا لائبریری میں تقریباً پندرہ ہزار کے قریب مخطوطے ہیں، جن میں بڑی تعداد عربی کی ہے یعنی تقریباً چھ ہزار مخطوطات، اتنے ہی لگ بھگ فارسی کے ہیں، تقریبا دو ہزار اردو کے۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی پندرہ ہزار قلمی نسخے موجود ہیں، جن میں سے صرف آدھے نسخوں کی فہرستیں چھپی ہیں اور وہ دو چار نہیں چونتیس جلدوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

۱۴- ادارہ تحقیق عربی و فارسی:

Arabic and Persian Research Institute Tonk Rajasthan

اس لائبریری میں بے شمار کتابیں موجود ہیں اور کتابیں بھی ایسی کہ جو شہنشاہوں اور شاہ زادوں کے کتب خانوں میں رہ چکی ہیں، کوئی کتاب ہرات سے پہنچی ہے اس پر جامی کی تحریر موجود ہے، کوئی کتاب لوٹے ہوئے بغداد سے آئی ہے،

(۱) حضرت مؤلفؒ کے اندازِ نگارش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمبر (۱۲) اور (۱۴) پر مذکور دو الگ الگ کتب خانے ہیں؛ حالاں کہ یہ دونوں ایک ہی کتب خانے کا نام ہے۔

اس پر دجلہ کی چھینٹیں موجود ہیں، کسی پر شاہ جہاں کے دستخط ہیں، کسی پر اس کے بیٹے داراشکوہ کی تحریریں ہیں۔ کہیں بیرام خاں کے بیٹے عبدالرحیم خان خاناں نے چند کلمات لکھے ہیں، تو کہیں شاہ ولی اللہ کی تحریر آنکھوں کے راستہ روح میں اثر کر جاتی ہے، اس کتب خانہ میں بھی ۳۰/مختلف فنون کی پندرہ ہزار کتابیں ہیں۔

۱۵- علی گڈھ مسلم یونی ورسٹی کی آزاد لائبریری میں تین یا چار کلکشن (Collection) بہت اہم ہیں۔

۱- سبحان اللہ کلکشن ۲- حبیب کلکشن ۳- سید سلیمان ندوی کلکشن ۴- مسعود حسن رضوان کلکشن ، بے مثال کتابوں اور مخطوطات کے یہ ذخیرے اب علی گڑھ مسلم یونی یورسٹی میں محفوظ ہیں۔

۱۶- کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد (دکن) میں ہے، جو مفتی محمد سعید خاں مرحوم کی یادگار ہے، جس میں چار ہزار سے زائد نایاب قلمی کتابیں موجود ہیں۔(۱)

---

(۱) کتب خانے: ص ۱۰۲

پاکستان کے چند مشہور کتب خانے

(۱) لاہور میں پنجاب پبلک لائبریری لاہور۔

(۲) کراچی کی لیاقت میموریل لائبریری اور ڈاکٹر محمود حسین لائبریری۔

(۳) خیر پور کا کتب خانہ، اس کتب خانہ میں تالپور حکم رانوں کے زمانے کے کلکشن موجود ہیں۔

(۴) بھاولپور کا کتب خانہ۔

(۵) پنجاب یونی ورسٹی کا کتب خانہ (جس نے لاہور میں پنجاب یونی ورسٹی کا کتب خانہ نہیں دیکھا گویا وہ ان پڑھ رہا) (رضا علی عابدی)۔

(۶) اقبال اکیڈمی کا کتب خانہ۔

(۷) انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی۔

(۸) سندھی ادبی بورڈ کے پاس نایاب کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔

(۹) حیدرآباد (سندھ) کی شاہ ولی اللہ اکیڈمی میں تاریخ اسلام پر بہت ہی نایاب کتابیں ہیں جو شاید اور کہیں نہیں، اس کتب خانہ نے جونا گڑھ کے مشہور عالم و محقق قاضی اختر جونا گڑھی مرحوم کی بہترین کتابیں حاصل کر کے اپنے کو مالا مال کر دیا ہے۔

(۱۰) کراچی کے عجائب گھر میں بھی ایک بڑا ذخیرہ قلمی کتابوں کا موجود ہے۔

(۱۱) حیدرآباد سندھ میں پاکستان نیشنل سینٹر کتب خانہ میں ۲۰؍ ہزار نئی پرانی کتابیں ہیں۔

(۱۲) کوٹری محمد کبیر جو ایک قدیم گاؤں ہے، وہاں بھی قیمتی کتابیں موجود ہیں۔

(۱۳) منصورہ کا کتب خانہ۔

(۱۴) جامعہ دارالھدیٰ خیر پور میرس کے کتب خانے میں پانچ چھ سو قلمی نسخے موجود ہیں۔

(۱۵) دارالعلوم کراچی کا کتب خانہ، کورنگی، کراچی میں دارالعلوم کا یہ کتب خانہ بھی بہت سی قیمتی کتابوں سے بھرپور ہے۔

(۱۶) دارالعلوم بنوری ٹاؤن کا کتب خانہ۔

(۱۷) سردار دیال سنگھ لائبریری لاہور، جس میں ایک ہزار کے قریب قلمی نسخے ہیں۔

(۱۸) کراچی کے نیشنل میوزیم میں تقریباً ۹؍ ہزار مخطوطات ہیں، اس کتب خانہ میں ابوبکر محمد کی "التصریف في التصوف" محفوظ ہے، جو ۴۷۳ھ میں لکھی گئی ہے۔

(۱۹) کراچی میں ہداد فاؤنڈیشن (Hadad foundation) کی لائبریری بھی اہم کتب خانہ ہے، اس کتب خانہ میں اسلامیات، طب، سائنس، عمرانیات، ادب اور تاریخ وسوانح کی ہزاروں کتابیں ہیں اور تقریباً ۷؍ سو مخطوطات موجود ہیں۔

یورپ اورامریکہ کے کتب خانے(۱)

یورپ اور امریکہ کے مختلف کتب خانوں میں تقریباً ایک لاکھ عربی زبان کے قلمی نسخے موجود ہیں، اس کے علاوہ معروف مستشرقین، یونی ورسٹی کے اساتذہ اور دیگر اشخاص جن کو عربی مخطوطات کا شوق ہے، ان کے کتب خانوں میں بھی بہت سی نادر کتابیں موجود ہیں، تقریباً ۷۰/ ہزار قلمی نسخے یورپ میں موجود ہیں اور ۲۰/ ہزار سے زائد مخطوطات امریکی کتب خانوں میں موجود ہیں۔

یورپ میں عربی کتابوں کے جمع کرنے کا سلسلہ دسویں صدی سے شروع ہوا ہے؛ چناں چہ انہوں نے عربوں کی طب، فلسفہ، ریاضیات، طبعیات، کیمیا، ادب، لغت وغیرہ علوم کی کتابیں جمع کیں اور ان میں سے بعض کتابوں کا اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا، پھر صلیبی جنگوں کے زمانے میں مسلمانوں سے ان کی مڈبھیڑ کے بعد یہ اہتمام زیادہ ہوگیا۔ اس زمانہ میں بہت سی کتابیں حاصل کر کے وہ اپنے وطن لے گئے؛ چناں چہ فرانس کا بادشاہ یولیس ۱۲۲۶ تا ۱۲۷۰ جب صلیبی جنگ سے واپس ہو رہا تھا تو اس نے شہر دمیاط سے عربی اور قبطی کتابیں بھی جمع کرلیں اور اپنے محل کے کتب خانے کو اس سے مزین کیا، پھر اس کے نقشِ قدم پر بہت سے امرا اور اصحابِ ثروت نے بھی قیمتی کتابیں جمع کرلیں۔

---

(۱) یہاں سے پھر ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی کتاب ''لمحات فی المکتبہ'' سے معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

نیز یورپ میں عربی علوم اور مختلف فنون کی کتابوں کے پھیلانے میں اندلس کا بہت اہم کردار رہا ہے، یورپ کے بہت سے لوگوں نے اندلس کے مدارس میں علم حاصل کیا ہے، ان میں سے زیادہ مشہور بابا سلوستر ثانی ۹۹۹ء،۱۰۰۳ء ہیں جنہوں نے علم کی طلب میں اندلس کا سفر کیا اور اشبیلیہ اور قرطبہ کے مدارس سے سند فراغت حاصل کی۔ جب ان کو پوپ کا منصب سپرد کیا گیا تو انہوں نے دو عربی مدرسوں کی تاسیس کا حکم دیا ایک اٹلی میں، دوسرا فرانس میں، اس کے بعد اور باباؤں نے بھی عربی مدرسوں کے قیام کی ہمت افزائی کی اور مختلف علاقوں میں معاہد قائم کیے، راہب اور مذہبی گروہ اس کی تعلیم میں دل چسپی لینے لگے اور عربی زبان اور اس کے علوم کے سیکھنے کو قابلِ فخر کارنامہ سمجھا جانے لگا۔(۱)

اس طرح قرونِ وسطیٰ کے تاریک دور میں یورپ میں عربی زبان پھیل گئی، اور ابن رشد، ابن سینا، فارابی، جیسے محققین کی تالیفات بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جانے لگیں اور ان میں سے بہت سی کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ کے ذریعہ شائع ہوئیں۔

شہر طلیطلہ میں مستقل ادارہ قائم ہوا جس کا مقصد ہی عربی کتابوں کا لاطینی زبانوں میں ترجمہ کرنا تھا اور یہ کام صرف اندلس تک محدود نہیں تھا؛ بل کہ گیارہویں صدی عیسوی میں اٹلی میں سالینیو یونی ورسٹی (Salinew University) قائم ہوئی، اس کے بعد پالیمو (Palimuw) اور مونیلیہ (Monilia) میں بھی عظیم درس گاہیں شروع ہوئیں، اس کے بعد پیرس (Paris)، بولینیہ (Bolinia)، آکسفورڈ وغیرہ یونی ورسٹیاں وجود میں آئیں۔ ان تمام جامعات میں عربی زبان کی تدریس کا

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب غرائب الغرب استاد محمد کرد علی: ص ۲۴۲

اہتمام کیا گیا، جس کے سبب یورپ میں فکری انقلاب پیدا ہوا اور عرب مصنّفین کی کتابوں نے یورپ والوں کے لیے علم ومعرفت کی راہیں روشن کر دیں، ان کے علاوہ دوسرے اصحابِ ذوق نے بھی نفیس عربی مخطوطات جمع کیے، اس کی تھوڑی سی تفصیل آپ یورپ کے کتب خانوں کے ذیل میں معلوم کریں گے۔

۱-برطانیہ:

لندن آکسفورڈ (Oxford) اور کیمبریج (Cambridge) کے کتب خانے لندن شہر میں برٹش لائبریری میوزیم (British Museum) اور انڈیا آفس لائبریری (Inida office library) شاہی سوسائٹی کا کتب خانہ ہے، اسی طرح آکسفورڈ یونی ورسٹی کا کتب خانہ، نیز اسکاٹ لینڈ (Scotland) کا کتب خانہ، گلاسکو یونی ورسٹی (Glascow)، ڈبلین (Dublin) کا کتب خانہ، مانچسٹر (Manchister) میں ریلائنس (Reliance) کا کتب خانہ معروف کتب خانے ہیں۔

برطانوی لوگوں میں عربی مخطوطات جمع کرنے کا شوق عہدوسطیٰ سے قائم ہے، ان کے وفود مختلف عربی اور اسلامی مما لک میں جا کر نادر مخطوطات خرید کر لاتے تھے اور اس کو اپنے کتب خانوں میں جگہ دیتے تھے۔

۲-فرانس:

پیرس (Paris) کا کتب خانہ: اس کتب خانے میں ایک لاکھ پچیس ہزار قلمی نسخے ہیں، جس میں سے تقریباً ۲۵ ہزار علوم شرقیہ کے عربی زبان کے مخطوطات ہیں۔ فرنچ قوم بھی قدیم زمانے سے عربی واسلامی ملکوں میں وفود بھیج کر اچھی کتابیں جمع

کرنے کی عادی رہی ہے، پیرس کے میڈیکل کالج کے رجسٹر میں- جو بارہ جلدوں پر مشتمل تھا- عرب طبیبوں کی قلمی کتابوں کے نام درج تھے۔

فرانس کے بادشاہ لویس (Louis) (گیارہویں) کو یہ شوق تھا کہ اس کے کتب خانے میں رازی کی فن طب کی کتابیں ہوں؛ مگر بعض کتابیں اس کو کلیۃ الطب کے علاوہ کسی جگہ نہ ملیں تو اس نے وہاں سے عاریت پر حاصل کر کے اپنے کتب خانے میں رکھیں۔

۳- اٹلی:

ویٹکن (Weitikan) کا کتب خانہ:

فلورنسا (Flourensa) اور وینزیہ (Venezia) وغیرہ کے کتب خانے، فلورنسا (Flourensa) میں مادیشیہ نامی کتب خانہ ہے، میلانوں میں امبروز باقیہ کا کتب خانہ ہے، ویٹکن کے کتب خانہ کی فہرست بڑی بڑی چار جلدوں میں ہے۔

۴- اندلس:

۱- مڈریڈ کا اسکوریال گرجے کا کتب خانہ:

اسکوریال مڈریڈ سے ۵۰ رکلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، یہ گرجا ۱۵۶۷ء میں بنایا گیا تھا، اس کے ساتھ ایک قیمتی کتب خانہ شامل کیا گیا، جس میں عمدہ اور نفیس مخطوطات شامل ہیں۔ اس کتب خانے میں تقریباً دس ہزار عربی مخطوطات موجود تھے؛ مگر ۱۶۷۱ء میں بجلی گرنے کا حادثہ ہوا اور بہت سی کتابیں جل کر راکھ ہوگئیں، اب صرف ۲ ہزار جلدیں موجود ہیں۔ اس کتب خانے کی فہرست تین جلدوں میں ہے، کتابوں کے علاوہ تحریر کے بعض اتنے نادر نمونے اس کتب خانہ میں موجود ہیں، جو

مشرق و مغرب میں کسی اور جگہ دست یاب نہیں ہو سکتے، اس میں خط کوفی، خط قیروانی اور خط اندلسی کی نادر تحریریں بھی موجود ہیں، بعض سونے کے پانی کے مصحف اور باتصویر مخطوطات ہیں، بعض کی جلدیں سانپ کے چمڑے کی ہیں جو بہت ہی نادر چیز ہے۔

۲-مڈریڈ (Madrid) کا کتب خانہ، مکتبہ اہلیہ۔

۳-غونطا (Gonta) کا کتب خانہ۔

۵-جرمنی (المانیا):

عربی مخطوطات کی کثرت میں جرمنی کے کتب خانے یورپ کے دیگر تمام ممالک پر فوقیت رکھتے ہیں۔ جرمنی کتب خانوں میں تقریباً پندرہ ہزار مخطوطات ہیں، ان کتب خانوں میں سب سے اعلیٰ اور قیمتی کتب خانہ برلین (Burlin) کا کتب خانہ ہے۔ اس کتب خانے کے مخطوطات کی فہرست ہی دس بڑی بڑی جلدوں میں ہے، اوراس کے ملحقات الگ ہیں۔ برلین (Burlin) کے علاوہ ۲-لیبزگ، ۳-ہمبرگ (Humburg) ۴-میونخ (Miunakh) اور جرمنی کی مشرقی سوسائٹی کا کتب خانہ قابل ذکر ہے۔

۶-روس:

۱-لینن گراڈ (Leningrad) کے کتب خانے، اس میں چار کتب خانے ہیں۔

۲-شہر قازان (Qazan) میں قازان یونی ورسٹی کا کتب خانہ۔

۳-تاشقند (Tashkand) کا کتب خانہ۔

روس کے بہت سے علاقے اسلامی سلطنت کے حصے تھے: اس لیے وہاں بے شمار عربی کتابیں اور قیمتی مخطوطات ہیں، بہت سی کتابوں کے بارے میں اب تک

ہمیں معلوم نہیں ہو سکا، ازبکستان (Azbakistan) میں تقریبا سات سو کتابوں کا ذخیرہ ہے، جو وہاں کی علمی اکیڈمی میں محفوظ ہے۔

۷-ہولینڈ:

۱-امسٹرڈم (Amistordum) کا شاہی کتب خانہ۔

۸-نما (Numa):

۱-ویانا (Vayana) کا کتب خانہ۔

۲-ویانا شہر میں مشرقی علوم کی اکیڈمی کا کتب خانہ۔

۹-سویڈن:

۱-ابسالا یونی ورسٹی (Absala University) کا کتب خانہ۔

۲-اسٹاک ہولم کا شاہی کتب خانہ۔

۱۰-ڈنمارک:

۱-کوپن ہیگن (Copanhegun) کا کتب خانہ۔

۱۱-امریکہ:

۱-کانگریس لائبریری واشنگٹن (Washington)

۲-پبلک لائبریری، نیویارک (Newyork)۔

۳-پرنسٹن یونی ورسٹی کا کتب خانہ، جس میں بہترین عربی مخطوطات موجود ہیں۔

۴-اس کے علاوہ دیگر یونی ورسٹیوں اور علمی اداروں کے قیمتی کتب خانے، امریکہ کے تقریباً ۸۰ رکتب خانوں میں عربی مخطوطات موجود ہیں، ان کتب خانوں کی تھوڑی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

نیویارک کے مکتبہ عامہ میں ۲۷۳؍مخطوطات ہیں، اسی شہر کے مورکان (Morcan) کے کتب خانے میں۲۴؍نفیس اسلامی مخطوطات ہیں۔

واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں ایک ہزار چھ سو چھیالیس (۱۶۴۶) عربی، فارسی، ترکی مخطوطات ہیں۔

فیلا دلفیا کے کتب خانے میں ۱۵۳؍مخطوطات ہیں اور کلیفلنڈ (Califland) کے کتب خانے میں ۱۲۷؍مخطوطات پائے جاتے ہیں، اسی طرح بوسٹن (Boston) میں بھی چند مخطوطات موجود ہیں، دنقر کے کتب خانے میں بھی عربی مخطوطات ہیں۔ پرنسٹن کے کتب خانے میں دس ہزار عربی مخطوطات ہیں، فارسی اور ترکی نسخے اس کے علاوہ ہیں جن میں بہت سی نادر کتابیں ہیں، نیو ہافن (Newhaphan) کی بابل یونی ورسٹی میں ۲۸۷؍عربی مخطوطات ہیں اور کولمبیا یونی ورسٹی (Colombia Uni.) کے کتب خانہ میں ۵۰۰؍اسلامی مخطوطات ہیں۔اس میں تاریخ ابن عساکر کی دس بہت عمدہ جلدیں موجود ہیں، کیتھولک یونی ورسٹی (Catholic Uni.) واشنگٹن میں ۴۰؍عربی مخطوطات موجود ہیں، مشیکان یونی ورسٹی (Mashican Uni.) میں بھی بارہ سو نسخے موجود ہیں۔

دروبی کالج (Drubie College) میں ۱۷۵؍قلمی نسخے ہیں، اسی طرح شکاگو یونی ورسٹی میں کئی عربی مخطوطات موجود ہیں، اس کے علاوہ باتیمور (Batimore)، کیلیفورنیا (California) اور براؤن کے کتب خانوں میں عربی مخطوطات پائے جاتے ہیں اور ان کے علاوہ اصحابِ ذوق کے ذاتی کتب خانوں، نیز مستشرقین کی لائبریریوں میں بعض اہم قلمی نسخے موجود ہیں۔

حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے فیوضات علمی وروحانی امریکہ اور یورپ میں (۱)

حضرات گرامی! ہم سب سے پہلے تہہ دل سے مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری حفظہ اللہ کے شکر گزار ہیں کہ موصوف نے عالم اسلام کے مصلح کبیر، محدث عظیم، برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ کی خدمات اوران کے علمی وروحانی کمالات کو اجاگر کرنے اوران کی مثالی شخصیت سے سبق حاصل کر کے ہمیں اپنی زندگی کو صحیح رخ پر ڈالنے کے لیے یہ سمینار منعقد فرمایا۔ اور ہم سب کو استفادہ کا موقع فراہم فرمایا۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء!

بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے قطب، مصلح کبیر اور محدث عظیم تھے۔ حضرت اقدس کی ولادت باسعادت کی خبر سنتے ہی آپ کے جد امجد ولی کامل حضرت مولانا اسماعیل صاحب کی زبان سے جملہ نکلا تھا کہ ''ہمارا بدل آ گیا''۔ چناں چہ آپ کی تعلیم وتربیت اور نوعمری میں تدریس کی خدمات وغیرہ کی تفصیلات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی ذات گرامی موہوب من اللہ اور

---

(۱) زیرِ نظر مقالہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی یاد میں ۲۴ و ۲۵/ مارچ ۲۰۰۴ء کو جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ یوپی میں منعقد ہونے والے دوروزہ بین الاقوامی مذکرۂ علمی میں پیش کیا گیا تھا۔

آپ کی شخصیت خصوصی عنایات الٰہی کی پروردہ تھی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اکناف عالم میں علمی اور روحانی فیوضات پہنچانا چاہتے تھے۔

برصغیر میں آپ کے فیوضات علمی وروحانی سے جولوگ سیراب ہوئے ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ اور اہلِ علم اس سے بخوبی واقف ہیں۔ ناچیز اس مختصر وقت میں حضرت اقدس کا یورپ وامریکہ، کینیڈا اور افریقہ میں جو روحانی فیض پہنچا اس پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔

امریکہ کے شہر بفیلو میں حضرت کے مسترشد محترم جناب ڈاکٹر اسماعیل میمن صاحب زیدمجدہ ہیں، حضرت کے مجازین میں ان کا اسم گرامی معروف ہے۔ باوجود اس کے کہ ان کا پیشہ ڈاکٹری تھا اور ان کا کام لوگوں کے جسمانی امراض کی تشخیص اور اس کا علاج کرنا تھا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی توجہات عالیہ نے ان کو روحانی طبیب بنا دیا۔ سعودی عرب سے وہ کینیڈا تشریف لے گئے پھر امریکہ میں قیام کرلیا۔ بفیلو (BUFFELO) میں ایک بڑے چرچ کو خرید کر ''مسجد زکریا'' کے نام سے نماز با جماعت کا انتظام کرایا، اور عربی مدرسہ کی بھی ابتدا کی گئی۔ الحمدللہ۔ آج وہاں درجات حفظ وقراءت اور درس نظامی درجۂ ہفتم تک جاری ہو چکا ہے۔ اس تعلیمی کام کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ بہت سے تعلیم یافتہ حضرات جن میں بعض اچھے ڈاکٹر بھی ہیں ڈاکٹر اسماعیل صاحب کی صحبت اور تربیت سے خلافت کے مستحق بھی ہوگئے ہیں۔

رمضان المبارک میں امریکہ کے علاوہ کینیڈا اور بار باڈوز سے بھی بہت سے سعادت مند حضرات اپنی دنیوی مشغولیتوں کو چھوڑ کر بفیلو کی خانقاہ میں پورا ماہ گزار کر عبادت و ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ امریکہ جیسے ملک میں پچاس ساٹھ ذاکرین کا یہ مجموعہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے فیضان کا کھلا ثبوت ہے۔ اللہ تعالی مزید ترقی عطا فرما کر قبولیت نصیب فرمائے۔

ڈاکٹر اسماعیل صاحب کے فرزندان گرامی مولوی ابراہیم سلمہ، مولوی منصور سلمہ اور مولوی مفتی محمد حسین سلمہ بھی تعلیم و تبلیغ اور اصلاح معاشرہ میں پوری پوری توجہ سے لگے ہیں۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء!

کینیڈا:

امریکہ کی طرح کینیڈا میں بھی ٹورنٹو میں ایک عمارت خانقاہ کے نام ہی سے ڈاکٹر اسماعیل صاحب اور ان کے مسترشدین نے خریدی ہے۔ ہر جمعہ وہاں ڈاکٹر صاحب کے متوسلین و مریدین جمع ہوتے ہیں اور ذکر جہری، ختم خواجگان اور بزرگوں کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا انتخاب کر کے پڑھی جاتی ہے۔ ہر ماہ میں ایک بار ڈاکٹر صاحب امریکہ سے تشریف لاکر اس مجلس میں شرکت فرماتے ہیں۔ ٹورنٹو کے علاوہ اطراف کے شہروں سے بھی ذاکرین شرکت کرتے ہیں۔

فللّٰہ الحمد والشکر!

کینیڈا کے ایک دوسرے شہر کون ویل میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے مجاز مسترشد مولانا مظہر عالم بہاری مدظلہ العالی نے بھی عربی مدرسہ قائم فرما کر حفظ و

تجوید اور ابتدائی عربی کتابوں کا درس جاری کر دیا ہے۔ نیز تعلیمی کاموں کے ساتھ صحبت وارشاد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اور الحمد للہ! اس کا نفع عام ہوتا جارہا ہے۔ مولانا مظہر عالم صاحب مدظلہ العالی مظاہر علوم کے فاضل ہیں۔ اس لیے وعظ و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری ہے اور کون ویل کے علاوہ اٹاوہ وغیرہ اطراف کے مسلمان بھائی بھی مولانا کے ارشادات وتوجہات سے مستفید ہو رہے ہیں، حقیقۃ یہ سب فیضان حضرت اقدس شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا ہے۔

برطانیہ:

برطانیہ (U.K.) میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے فیض یافتہ کئی علما موجود ہیں جن میں حضرت مولانا یوسف متالہ مدظلہ، مولانا محمد ہاشم جوگواڑی مدظلہ اور مفتی اسماعیل کچھولوی مدظلہ، مولانا بلال مدظلہ معروف ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو مولانا یوسف متالہ صاحب مدظلہ اور مولانا عد الرحیم متالہ صاحب مدظلہ کے ساتھ بہت عجیب تعلق تھا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ کی خصوصی توجہ کے سبب اللہ تعالی نے دونوں بھائیوں کو دین کی عظیم خدمت کی توفیق بخشی ہے۔ مولانا عبدالرحیم مدظلہ نے زامبیا (افریقہ) کے شہر چیپاٹا میں دار العلوم کی بنیاد ڈالی اور الحمد للہ! دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہو رہی ہے، اس کے ساتھ بیعت و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ لوسا کا اور دیگر مقامات کے بہت سے نوجوان اور دین کی طلب رکھنے والے مولانا سے اصلاح کا تعلق قائم کئے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا یوسف متالہ صاحب مدظلہ نے شہر بولٹن (BOLTON) کے قریب بری میں عالیشان دارالعلوم قائم کردیا ہے، جو برطانیہ کی سب سے معروف ومشہور دینی درس گاہ ہے۔ تعلیم کے ساتھ طلبا کی تربیت کا بھی خصوصی نظام ہے۔ ہفتہ واری اعتکاف اور لباس و بود وباش میں اتباع سنت کا مزاج وہاں کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خانقاہی نظام اور مجالس ذکر کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔ رمضان المبارک میں بھی بہت سے سعادت مند ''دارالعلوم بری'' کی مسجد میں اعتکاف فرماتے ہیں۔ برطانیہ جیسے ملک میں جب ہم اس دارالعلوم اور خانقاہ کو دیکھتے ہیں تو دل کی گہرائیوں سے ہمارے اکابرین اور خصوصا حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کے بلند درجات کے لیے کلمات دعا نکل جاتے ہیں۔

لڑکوں کے دارالعلوم کے علاوہ بریڈفورڈ میں طالبات کے لیے بھی عظیم دارالعلوم قائم ہے۔ مسلم بچیاں وہاں رہ کر علم دین سے سیراب ہورہی ہیں۔ امریکہ، کینیڈا اور یورپ کے دیگر ملکوں سے بھی طالبات فیضیاب ہورہی ہیں۔

''دارالعلوم بری'' کے فضلا مولانا یوسف صاحب کے مشورہ اور نگرانی میں کئی شہروں میں اکیڈمیاں قائم کر چکے ہیں اور وہاں سے مفید ماہ نامے، کتابیں انگریزی زبان میں شائع ہوتی ہیں، اللہ تعالی مزید ترقیات عطا فرمائے۔

بریڈفورڈ میں مفتی اسماعیل کچھولوی مدظلہ نے ''دارالارشاد والافتا'' نامی مفید ادارہ شروع فرمایا ہے اور اصلاح باطن کا کام بھی جاری ہے، الحمد للہ! بہت سے مسلمان منتفع ہورہے ہیں۔

مولانا محمد ہاشم جوگواڑی مدظلہ ''دارالعلوم بری'' میں استاذ حدیث شریف ہیں، کئی سال سے ابو داؤد شریف کا درس دیتے ہیں۔ دوسری طرف سے بیعت و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ رمضان المبارک میں گجرات تشریف لا کر جوگواڑ میں خانقاہی نظام قائم کرتے ہیں۔

یہ ہے مختصر جائزہ حضرت شیخ الحدیث کے فیوضات کا جو امریکہ، کینیڈا اور برطانیہ میں جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اور ہمارے جملہ مشائخ عظام کے درجات بلند فرمائے اور ان کے فیوضات کو ہمیشہ جاری وساری رکھے ۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد و علی اٰلہ وأصحابہ أجمعین!

☆☆☆☆☆

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اوران کی علمی وادبی خدمات

مقالہ نگار: مفکرملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ
پیش کردہ: درمذاکرۂ رابطہ ادب اسلامی، منعقدہ حیدرآباد
بتاریخ: ۷، ۸، ۹/ اکتوبر ۱۹۸۹ء

محترم حضرات! ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ''رابطہ ادب اسلامی'' نے ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں مسلمانوں کے ادبی کارنامے اورخصوصاً سلسلۂ ولی اللّٰہی کے اکابرین کی خدمات پر روشنی ڈالنے کے لیے یہ اہم مجلس مذاکرہ منعقد کی ہے، ہمارے اسلاف، ان کے مجاہدانہ کردار، اوران کی علمی وادبی خدمات کواجاگر کرکے ہم موجودہ دور کی مشکلات کوبھی حل کرنے میں مددگار ہوسکتے ہیں، سلسلۂ ولی اللّٰہی کے اہلِ فکر وقلم حضرات کی فہرست تو بہت طویل ہے، جن کی تحریروں اور کتابوں سے اردو زبان کو عروج نصیب ہوا ہے۔

ابھی حال ہی میں ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب کی اہم کتاب ''اردونثر کے ارتقا میں علما کا حصہ'' ادارہ ثقافت اسلامیہ نے شائع کی ہے، جس میں ۱۸۵۷ء تک کے علمائے کرام کی ادبی خدمات پر جامع تبصرہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد ایوب صاحب نے پیش لفظ میں لکھا ہے:

''شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ارکان خاندان، فیض یافتگان اوراس دور کے

دوسرے علما نے ملت اسلامیہ کے جمود کو توڑا اور دینی و اصلاحی سرگرمیوں کو عام کرنے کے لیے اردو زبان کو ذریعۂ ابلاغ بنایا، ولی اللّٰہی تحریک کی کوکھ سے ایک اور تحریک نے جنم لیا، یہ سید احمد شہیدؒ کی تحریک مجاہدین یا وہابی تحریک تھی''۔(۱)

(افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب بھی ان مجاہدین کو وہابی لکھ رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا پڑھا لکھا طبقہ ابھی تک انگریزی دام سے باہر نہیں نکل سکا۔ إنا للّٰہ و إنا إلیه راجعون)

ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''وہابی علما کی دیکھا دیکھی قدیم علما نے بھی اردو زبان کی طرف توجہ کی اور اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کردیا''۔(۲)

ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' ۱۵ تا ۲۱/ستمبر ۱۹۸۹ء کے شمارے میں جناب محمد عامر علوی صاحب کا مقالہ ''تحریک آزادی اور اردو ادب'' شائع ہوا ہے، اس میں بھی اعتراف ہے کہ:

''شاہ عبدالقادر، سید احمد شہید بریلوی، شاہ اسماعیل شہید اور شاہ ولی اللہ ایسے ہی کرداروں کی تجسیم تھے، انہوں نے مذہب کے سہارے وہ اصلاحی تحریک کی بنیاد رکھی جس نے آزادی، جرأت اور بے باکی پیدا کی، انہوں نے اپنی خدمات کے لیے اردو کا سہارا لیا اور اردو نثر کو ان کی اس جدوجہد سے تہذیبی و فنی اعتبار سے خاصی تقویت ملی۔ انہیں خدا کے نیک بندوں نے جدید اردو کا سنگ بنیاد رکھا، اور اس کی اس حد تک تعمیر کی جہاں سے وہ بآسانی وسیع سے وسیع تر ہونے کے قابل ہوگئی، اگرچہ

(۱) اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ: ۲۲ (۲) اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ: ص ۲۲

ان کی تحریریں مذہبی حیثیت رکھتی ہیں؛ لیکن چوں کہ وہ عوام کے فائدے کے لیے صاف اور سلیس زبان میں لکھی گئی ہیں اس لیے ان سے اردو کو تقویت پہنچی''۔

ادارہ ثقافتِ اسلامی نے جس کام کی ابتدا کی ہے ضرورت ہے کہ اس کو آگے بڑھایا جائے اور ۱۸۵۷ء سے آج تک کے علما واہلِ قلم کے کارناموں کا جائزہ لیا جائے، آج کی مجلس میں جو مقالات پیش کیے جائیں گے، ان شاء اللہ وہ اس نیک مقصد کو پورا کریں گے۔

احقر نے مناسب سمجھا کہ سلسلۂ ولی اللّٰہی کے ایک عظیم مجاہد، محدثِ کبیر اور صاحبِ تصانیف عالم، حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ - جو ''شیخ الہند'' کے لقب سے مشہور ہیں - کی کتابوں سے چند نمونے پیش کرے، جس سے اندازہ ہوگا کہ موصوف نے مسلمانوں کی دینی اور سیاسی اصلاح کے لیے اردو زبان میں جو کچھ لکھا ہے اس نے اردو زبان کی ترقی میں کتنی مدد کی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۱ء میں ''بمقام بریلی'' پیدا ہوئے، آپ کے والد مکرم حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ عربی، اردو کے مشہور عالم ہیں، عربی ادب کی مشہور کتابیں حماسہ اور متنبّی کا اردو زبان میں سلیس ترجمہ ان کا علمی شاہ کار ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے بھی اردو زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ اور سورۂ مائدہ تک کے تشریحی نوٹ تحریر فرمائے، بخاری شریف کا درس دیتے وقت ہمیشہ رواں اردو زبان استعمال فرمائی، اسی طرح سیاسی مضامین میں بھی بہترین اردو کے نمونے چھوڑے ہیں۔

حضرت مولاناؒ کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

''حلقۂ درس دیکھ کر سلف صالحین و اکابر محدثین کے حلقۂ حدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا، قرآن و حدیث حضرت کو ازبر تھے، اور ائمہ اربعہ کے مذاہب زبان پر، صحابہ و تابعین، فقہا و مجتہدین کے اقوال محفوظ، تقریر میں نہ گردن کی رگیں پھولتی تھیں، نہ منہ میں کف آتا تھا، نہ مغلق الفاظ سے تقریر کو ادق اور بھدی بناتے تھے، نہایت سبک اور سہل الفاظ میں یا با محاورہ اردو میں اس روانی اور تسلسل سے تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ دریا امنڈ رہا ہے''۔(۱)

دوسری جگہ تحریر فرمایا:

''دماغ ایسا قوی الحافظہ عطا کیا گیا جس میں نہ صرف علوم نقلیہ وعقلیہ کے بے شمار مسائل محفوظ رہتے تھے، بل کہ واقعات تاریخیہ اور اشعار ادبیہ اردو، فارسی، عربی کے بے شمار خزانے بھی جمع رہتے تھے۔(۲)

اب حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمۂ قرآن مجید کے چند نمونے ملاحظہ فرمایئے:

☆......(۱) سورۂ بقرہ کی آیت ''أولئك الذين اشتروا الضلالة بالهدىٰ الخ'' (سورۂ بقرہ: آیت ۱۶ کا ترجمہ وتشریح مع تفسیر عثمانی: ۵) کا ترجمہ ''یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے، سو نافع نہ ہوئی ان کی سوداگری اور نہ ہوئے راہ پانے والے''۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''یعنی منافقین نے بظاہر ایمان قبول کیا اور دل میں کفر کو رکھا جس کی وجہ

(۱) تاریخِ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۱/۲، بحوالہ حیات شیخ الہند از مولانا سید اصغر میاں صاحبؒ، بیس بڑے مسلمان: ص ۲۳۶

(۲) بیس بڑے مسلمان: ص ۲۴۰

سے آخرت میں خراب اور دنیا میں خوار ہوئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان کے احوال پر سب کو مطلع فرما دیا، ایمان لاتے تو دارین میں سرخ رو ہوتے“۔

☆......(۲) سورۂ آل عمران کی آیت ”ویحذر کم اللّٰہ نفسہ الخ“ (۱) (سورۂ آل عمران: آیت ۳۰ کی تشریح: ۶۸) کی تشریح اس طرح فرمائی ہے:

”یعنی مومن کے دل میں اصلی ڈر خدا کا ہونا چاہیے، کوئی ایسی بات نہ کرے جو اس کی ناراضی کا سبب ہو، مثلاً جماعتِ اسلام سے تجاوز کر کے بے ضرورت کفار کے ساتھ ظاہری یا باطنی موالات کرے، یا ضرورت کے وقت صورتِ موالات اختیار کرنے میں حدودِ شرعی سے گزر جائے، یا محض موہوم وحقیر خطرات کو یقینی اور اہم خطرات ثابت کرنے لگے اور اسی قسم کی مستثنیات یا شرعی رخصتوں کو ہوائے نفس کی پیروی کا حیلہ بنالے، اسے یاد رکھنا چاہیے کہ سب کو خداوند قدوس کی عدالتِ عالیہ میں حاضر ہونا ہے، وہاں جھوٹے حیلے حوالے کچھ پیش نہ جائیں گے“۔

☆......(۳) سورۂ مائدہ میں ”یا أیھا الذین اٰمنوا اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم ......الخ“ میں ”أن یبسطوا إلیکم أیدیھم“ (سورۂ مائدہ: آیت ۱۱ کا ترجمہ وتشریح مع تفسیر عثمانی: ۱۴۴) کا ترجمہ ”تم پر ہاتھ چلاویں“ سے کیا ہے، اور اس آیت کی تشریح میں تحریر فرمایا: عمومی احسانات یاد دلانے کے بعد بعض خصوصی احسان یاد دلاتے ہیں یعنی قریشِ مکہ اور ان کے پٹھوؤں نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچانے اور اسلام کو مٹانے کے لیے کس قدر ہاتھ پیر مارے؛ مگر حق تعالیٰ کے فضل ورحمت نے ان کا کوئی داؤ چلنے نہ دیا.....الخ

☆......(۴) "کل امرئ بما کسب رهين" (سورۃ الطّور: آیت۲۱) کا ترجمہ "ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے"۔

☆......(۵) "أدنی الأرض" (سورۂ روم: آیت۳) کا ترجمہ "ملتے ہوئے ملک میں" (پاس والے کے معنی میں)۔

☆......(۶) "إذا رجت الأرض رجًا" (سورۂ واقعہ: آیت۴،۵) کا ترجمہ "جب زمین لرزے کپکپا کر اور ریزہ ریزہ ہوں پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر"۔

☆......(۷) "عذبنٰها عذابًا نكرًا" (سورۂ طلاق: آیت۸) کا ترجمہ "آفت ڈالی ان پر بن دیکھی آفت"۔

☆......(۸) "وکنتم أمواتا فأحيا كم ثم يميتكم ثم يحييكم ثم إليه ترجعون" (سورۂ بقرہ: آیت۲۸) کا ترجمہ "حالاں کہ تم بے جان تھے، پھر جلایا تم کو، پھر مارے گا تم کو، پھر جلائے گا تم کو، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

☆......(۹) "کدأب أل فرعون" (سورۂ آل عمران: آیت۱۱) کا ترجمہ "جیسے دستور فرعون والوں کا"۔

☆......(۱۰) "ولما سقط في أيديهم" (سورۂ اعراف: آیت۱۴۹) اور جب پچھتائے۔

☆......(۱۱) "إن الله لا يحب الخائنين" (سورۂ انفال: آیت۵۸) بے شک اللہ کو خوش نہیں آتے دغا باز۔

☆......(۱۲) "لمسجد أسس على التقوىٰ" (سورۂ توبہ: آیت۱۰۸) البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی پرہیز گاری پر۔

☆......(۱۳) ”وتأكلون التراث أكلا لما وتحبون المال حبًّا جمًّا“ (سورۂ فجر: آیت۱۹،۲۰) اور کھا جاتے ہو مردے کا مال سمیٹ کر سارا اور پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کر۔

☆......(۱۴) اس طرح سورۂ زلزال اور سورۂ قارعہ کا ترجمہ وغیرہ شان دار ترجمے ہیں جو بطورِ نمونہ ذکر کر دیئے ہیں۔

الابواب والتراجم کی ایک عبارت:

حضرت شیخ الہندؒ نے بخاری شریف کے تراجم ابواب پر بھی ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے:

”حمد وصلاۃ کے بعد، بندہ ظلوم وجہول ارباب فہم وانصاف کی خدمت میں ملتمس ہے کہ کچھ عرصہ سے رغبت قلبی اور بعض مکرمین مخلصین کا ارشاد متقاضی تھا کہ تراجم اصح الکتب بعد کتاب اللہ العظیم کے متعلق بنام خدا خامہ فرسائی اور تقدیر آزمائی کروں، جو سلفاً اور خلفاً مطمحِ افکار اور محلِ انظار اکابر علما ہے اور انہیں تراجم کو امیر المؤمنین فی الحدیث کی تمام عمر کی کمائی اور اصح الکتب کا ایک بڑا رکن بتلایا جاتا ہے، اس مبارک اور مقدس کتاب کی جو مبسوط، مختصر اور متوسط شروح لکھی گئی ہیں اس میں شک نہیں کہ ان کی نظیر نایاب ہے اور اہل اسلام کے حق میں مایۂ افتخار۔ جزاهم الله أحسن الجزاء و أفضل الجزاء!“(۱)

(۱) الابواب والتراجم: ص۳

خطبۂ صدارت کے اقتباسات:

حضرت شیخ الہندؒ جب مالٹا سے واپس تشریف لائے تو بالکل کمزور ہو چکے تھے، اس کے باوجود جمعیۃ علمائے ہند کے سالانہ جلسہ منعقدہ دہلی بتاریخ ۲۰/۱۹ر نومبر ۱۹۲۰ء کی صدارت قبول فرما کر تاریخی خطبۂ صدارت تحریر فرمایا، جس کو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا، اب اسی تاریخی خطبۂ صدارت سے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

اولاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے تراجم ملاحظہ فرمائیں:

☆......(۱)"إن حقًا على المؤمنين أن يتوجع بعضهم لبعض كما يألم الجسدللراس".(۱)

یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے لیے ایسے دردمند ہوں جیسے سر کے درد سے تمام اعضائے بدن دکھ پاتے ہیں۔

☆......(۲) "المؤمنون كرجل واحد، إن اشتكى عينه اشتكى كله، وإن اشتكى رأسه اشتكى كله".(۲)

یعنی تمام مسلمان ایک جسم ہیں، اگر آنکھ میں درد ہو تو تمام بدن دکھ اٹھاتا ہے اور سر میں درد ہو تو تمام بدن تکلیف پاتا ہے۔

☆........(۳) "المسلم أخوالمسلم لايظلمه ولايسلمه" وفي رواية

(۱) الجامع لابن وهب: ۱۹۵/۱، كنز العمال: برقم: ۷۰۷۰

(۲) أخرجه المسلم في صحيحه: رقم: ٦٧٥٤

المسلم: " ولا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره". (۱)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے دشمن کے پنجہ میں چھوڑتا ہے (اور مسلم کی روایت میں ہے) کہ نہ اس پر ظلم کرے اور اس کی نصرت اور نہ مدد سے منہ موڑے اور نہ اسے حقیر کرے۔

ان روایتوں کے بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"یہ ہیں خدائے برتر اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرمان اور یہ ہیں مقدس مذہب اسلام کے جلیل القدر احکام، جن کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان اپنے سمندر پار کے مذہبی بھائیوں کی امداد و اعانت کو اپنا مذہبی پاک فریضہ سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اگر ہم نے اس حالت دردناک میں ان کی بات نہ پوچھی، کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے رہے اور ان کو دشمنوں کا تختۂ مشق بنانے کے لیے چھوڑ دیا، اور ان کی امداد اور اعانت میں امکانی کوشش نہ کی تو قیامت کے دن خدائے جلیل و جبار کے قہر سے چھٹکارا مشکل ہے۔" (۲)

اسی خطبۂ صدارت میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"جمہور اہل اسلام کے اتفاق سے سلطان ترکی خلیفۃ المسلمین مانے جاتے تھے، اور خلافت کے فرائض نہایت خوبی سے انجام دیتے تھے، ان کا عروج و ترقی اور ان کی سلطنت کی وسعت جابر و غاصب مسیحی سلطنتوں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی

(۱) أخرجه البخاري في صحيحه: برقم: ۲۴۴۲ و ۶۷۰۶

(۲) خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علمائے ہند منعقدہ دہلی ۱۹، ۲۰ر نومبر ۱۹۲۰ء، منقول از جمعیۃ علمائے ہند از پروین روزینہ اسلام آباد، شیخ الہند مولانا محمود حسن ایک سیاسی مطالعہ: ۱۹۸

تھی اور وہ ہمیشہ اس فکر میں لگی رہتی تھیں کہ خلیفۃ المسلمین کا اقتدار گھٹایا جائے اور مستقر خلافت پر قبضہ کر کے یورپ سے اسلام کا نام ونشان مٹا دیا جائے، اگرچہ سلطان ترکی پر ان مسیحی بھیڑیوں کے درمیان بالکل بتیس دانتوں میں ایک زبان کی مثل صادق آتی تھی؛ مگر خلیفۃ المسلمین کی اسلام کے لیے جان بازانہ مقاومت ان غاصبوں کی متعصّبانہ خواہشیں پوری نہ ہونے دیتی تھی۔

تاہم ان دشمنان اسلام کے دندان آز غریب ترکی کے بدن سے گوشت کے لوتھڑے نوچتے رہے اور ۱۸۷۷ء سے تو اس نوچ کھسوٹ کا متواتر ایک سلسلہ قائم ہوگیا، مصر جیسا زرخیز علاقہ، جزیرۂ قبرص، طرابلس، سالونیکا، یونان، بلغاریہ اور البانیہ وغیرہ ترکی علاقے یکے بعد دیگرے ان ظالموں کی جوع الذئب کی بھینٹ چڑھ گیے، اور یہ ان بڑے بڑے لقموں کو ایسا ہضم کر گئے کہ ڈکار تک نہ لی۔"(۱)

اسی خطبہ میں آگے تحریر فرماتے ہیں:

"اخوت ایمانی کی ایک عالم گیر لہر اٹھی اور طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک دوڑ گئی، سوئے ہوؤں کو بیدار کر دیا، بیداروں کو اٹھا کر کھڑا کر دیا اور کھڑے ہوؤں کو بے محابا دوڑا دیا۔

حجرہ نشین زاہد، کتاب کے کیڑے طالب علم، مدرسوں میں درس دینے والے برق تقریر عالم، دکانوں پر بیٹھنے والے تاجر، اسباب ڈھونے والے مزدور سب ایک ہی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے۔"(۲)

---

(۱) شیخ الہند مولانا محمود حسن ایک سیاسی مطالعہ: ۲۰۰ (۲) شیخ الہند مولانا محمود حسن ایک سیاسی مطالعہ: ۲۰۱

اور ایک جگہ "أخرجوا الیهود والنصاری من جزیرة العرب"(۱) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان احکام میں تمام مسلمان مخاطب ہیں، عرب وعجم کی کوئی تفریق نہیں، چینی، شامی یا ترکی یا ہندی کا کوئی امتیاز نہیں، ان احکام کی وجہ یہ ہے کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ اسلام کے اصلی سرچشمے ہیں، حجاز کی مقدس سرزمین پہلی جگہ ہے کہ جہاں توحید ربانی کا آفتاب طلوع ہوا اور اس کے ذرّوں کو روشن کرکے ہر ذرے کو دنیا کے مختلف حصوں کے لیے ایک آفتاب بنا دیا''۔(۲)

''اس پاک اور مقدس سرزمین پر اسلام کے حقیقی جاں نثاروں اور خدائے پاک کی توحید پر جان قربان کرنے والوں کے خون کے محترم قطرے گرے ہیں اور انہوں نے نہایت جلیل القدر قربانیوں کے بعد ان مقامات کو کفر وشرک کی نجاست سے پاک کیا ہے، پس اس لیے کہ جزیرۂ عرب اسلام کا اصل سرچشمہ ہے، آفتاب توحید کا مطلع ہے، اسلامی شوکت کا مرکز اور تجلیات الٰہی کا مظہر ہے، اس میں خدا کے سب سے زیادہ مقدس اور محبوب رسول صلی علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے، اس میں دنیا کا سب سے پہلا توحید کا عبادت خانہ ہے، اس کے ریگستان کے ذرّے صحابۂ کرامؓ کے خون سے سیراب کیے گئے ہیں، اس میں اسلام کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ

(۱) أخرجه البزار: ۲۳۰، ۱۲۷۸، والبیهقي في المعرفة: ۵۷۴۵، والشیباني في الآحاد والمثاني: ۲۳۴، والفاکهي في أخبار مکة: ۱۷۴۹، والدارمي في السنن: ۲۴۹۷، و سنده صحیح

(۲) شیخ الہند مولانا محمود حسن ایک سیاسی مطالعہ: ۲۰۳

علیہ السلام کی یادگاریں ہیں، ضروری ہے کہ کسی غیر طاقت اور دشمن اسلام سلطنت کے قبضہ اور تسلط سے پاک رہے۔''(۱)

۱۹۲۰ء یعنی آج سے تقریباً ۶۹ر سال پہلے کی اس تحریر میں کتنی روانی اور تازگی ہے اور سرزمین حجاز سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کتنے شان دار طریقہ پر کیا گیا ہے۔ جزاهم الله عنّا جميعًا أحسن الجزاء!

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی ایک محققانہ تصنیف ''ایضاح الادلہ'' ہے، جس کی ابتدائی عبارت یہ ہے:

''بعد حمد وصلاۃ کے ابجد خوانِ لوح نادانی وحرف آموز صفحۂ ہیچ مدانی احقرِ زمن خاک پائے اہلِ اسلام بندہ محمود حسن غفر اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما طالب علم مدرسہ عربی دیوبند ناظران باانصاف کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہے کہ کئی برس کا عرصہ گزرا کہ جناب اجتہاد مآب گلِ سرسبد محدثین پنجاب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک اشتہار متضمن سوالات عشر بمقابلہ مقلدین بالخصوص مقلدان حنفی المذہب کے مشتہر کیا تھا، اس کے جواب میں ایک رسالہ مختصر مسمّٰی بہ ادلۂ کاملہ ہم نے بھی طبع کرایا تھا، ہر چند اس قسم کے مباحثات باہمی میں قلم اٹھانے سے جی رکتا ہے؛ مگر ان حضرات کی جسارت غیر مہذبانہ اور زبان درازی بے باکانہ کی وجہ سے ناچار ہم کو بھی اس کش مکش میں پھنس کر اپنی اوقات وضروریات کا خون کرنا پڑا......الخ''۔

---

(۱) شیخ الہند مولانا محمود حسن ایک سیاسی مطالعہ: ۲۰۲

کتاب کے آخری صفحہ پر تحریر ہے:

''اور غضب تو یہ ہے کہ مجتہدِ زمن نشترِ تعصب سے سرشار، فہم انصاف سے بے زار جب جوش میں آتے ہیں تو بلا تخصیص واستثنا جملہ مقلدین کو اپنی تبرا گوئی کا مخاطب بنا لیتے ہیں اور ان کی بے باکی و بدفہمی کی وجہ سے اگر ہم کو بہ مجبوری کچھ کہنا پڑتا ہے تو ان کی طرح ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ خدانخواستہ جملہ ظاہر متقدمین و متأخرین کو برائی سے یاد کیا جائے، کسی نے سچ کہا ہے۔

مرد جاہل در سخن باشد دلیر

زاں کہ آگاہ نیست از بالا وزیر

محترم جناب ڈاکٹر ایوب قادری صاحب نے اپنے پیش لفظ میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ اردو کی نشو و نما میں صوفیا و علما کی کوششوں کا بڑا دخل رہا ہے، جب عربی اور فارسی علمی و تہذیبی اور سرکاری و درباری زبانیں تھیں، اس وقت صوفیا نے برصغیر کی عام فہم زبان ہندی کو اپنایا، اور اس کے ذریعہ عوام سے رابطہ رکھا، میٹھے بولوں سے ان کے دلوں کو لبھایا اور روح کو تڑپایا، یہاں تک کہ لوگوں کے دل بدل دیے، ''رام'' سے ''رحیم'' کہلایا اور لوگ ''دھرم'' سے ''دین'' کے دائرے میں داخل ہوئے۔

ہم دوبارہ منتظمین اجلاس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے اس موضوع پر سیمنار کر کے ان اکابرین امت کی خدمات کا حق ادا کرنے کی اپنی سی کوشش کی، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین!

............☆☆☆............

برگِ احساس پہ شبنم سی بکھر جاتی ہے
ذکر اُن کا جو سرِ گوشِ سماعت اُترے
اُن ٹھکانوں پہ درِ غیب سے نکہت اُترے
جن پہ برجستہ بھی آپ ﷺ آیۂ رحمت اُترے

............☆☆☆............

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
(علامہ اقبال)

ملفوظات حکیم الامتؒ

اور فارسی ادب

مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ
سابق رئیس دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر، سورت، گجرات

تقریظ

شیخِ طریقت حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم. أمابعد!

حضرت حکیم الامت، مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی ذاتِ بابرکت اپنی اصلاحی خدمات اور تجدیدی کارناموں کی وجہ سے محتاجِ تعارف نہیں ہے؛ چناں چہ ماشاءاللہ! آپ کی ہزاروں تحقیقی تصنیفات اور گراں قدر مواعظ و ملفوظات آپ کی عظمتِ شان پر شاہدِ عدل ہیں۔اس کے علاوہ آپ کے سیکڑوں خلفا و مجازین نے دین وطریق کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ بھی محتاجِ بیان نہیں،اس لیے یہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مقبولیت عنداللہ پر بین ثبوت ہے۔ اسی بناپران کی تصنیفات وملفوظات پر نصف صدی سے زیادہ گزرنے کے بعد بھی ان کے مطالعہ سے بالیقین اصلاحی وتربیتی نفع اور باطنی فیض عیاناً محسوس ہوتا ہے؛ چناں چہ ان کے خلفائے کرام ان کے سننے سنانے کا ہمیشہ سے اہتمام فرماتے رہے ہیں، بل کہ تحریری طور پر بھی ان کے اقتباسات وانتخابات کوامت کے سامنے پیش کرکے ان کو محظوظ ومتاثر کرتے رہے ہیں۔ چناں چہ مولانا محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادیؒ جنہوں نے حضرت حکیم الامت کی حیات میں بھی ان میں سے صدہا ملفوظات کا ایک مجموعہ تیار کرکے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں پیش کیا، جسے حضرت حکیم الامتؒ نے

پسند فرمایا اور اس کا نام ''انفاسِ عیسیٰ'' تجویز فرمایا، جواب بھی ماشاءاللہ دست یاب ہے اور اس کا مطالعہ سالکینِ راہ کے لیے بے حد مفید ہے۔ پھر حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ -خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ- نے ''جامع المجد دین'' کے نام سے ایک جاذبِ قلب، نئے اسلوب ونفیس ترتیب سے حضرت حکیم الامتؒ کے تجدیدی ملفوظات وارشادات کو جمع فرمایا جس کی افادیت میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔

پھر حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب -خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ- نے ''بصائر حکیم الامت'' کے نام سے طریق وسلوک کی شان میں ایک مفید ومؤثر مجموعۂ ملفوظات شائع فرمایا۔ اس کے بعد بعض حضرات نے حضرت حکیم الامتؒ کے ملفوظات ومواعظ میں جو فقہی مسائل تھے ان کو کئی جلدوں میں جمع کیا اور بعض لوگوں نے ملفوظات میں جو حکایات تھیں ان کو یکجا کردیا جو یقیناً نہایت نصیحت آمیز واقعات پر مشتمل ہے۔ غرض! یہ حضرت حکیم الامتؒ کی مقبولیت کی علامت ہے، کہ ان کے ملفوظات اور مواعظ سے انتخابات اور اقتباسات کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے؛ چناں چہ اب حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی جو ماشاءاللہ عالم باعمل ہیں اور ادبی ذوق بھی رکھتے ہیں، ان کے قلب میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت حکیم الامتؒ کے وہ ملفوظات سامنے لائے جائیں جن میں آپ اپنے بلند ادبی ذوق کی بنا پر فارسی یا عربی کے اشعار کو برمحل لائے ہیں۔ چناں چہ انھوں نے بہت سے ملفوظات اس قسم کے آپ کے ان ملفوظات سے جو ''حسن العزیز'' کے نام سے موسوم ہیں' منتخب فرمایا، اور جو انشاءاللہ جلد ہی منصۂ شہود پر آجائیں گے، جن کے مطالعہ سے انشاءاللہ آنکھوں کو نور اور قلب کو سرور حاصل ہوگا اور ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے مزید وجد وکیف کا باعث ہوگا۔

مولانا زید مجدہٗ کو ان ملفوظات کے جمع کرنے کا اس بنا پر بھی داعیہ پیدا ہوا کہ علوم دین وطریق کے طالبین اور سالکینِ راہ کو فارسی زبان سیکھنے کی طرف رغبت دلائیں، اس لیے کہ بغیر اس کے اپنے اکابر صوفیا کے ارشادات ومکتوبات سے پورے طور پر مستفیض نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ اکثر وبیش تر ان کے ارشادات خواہ نثر میں ہوں یا نظم میں، فارسی ہی زبان میں ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی کو اس خدمتِ جدیدہ ومفیدہ پر ثواب کثیر واجر جزیل عطا فرمائے اور ناظرینِ کرام کو اس کے مطالعہ سے نفع اور صاحبِ ملفوظات کے فیض سے مستفید فرمائے۔ آمین!

اس کے علاوہ مولانا صاحب کے اصلاحی وتربیتی مذاق اور ادبی ذوق پر وہ رسالہ بھی دال ہے جو ابھی حال میں (شعبۂ نشر واشاعت مجلسِ دعوۃ الحق برطانیہ) نے ''مکارم الشیم ترجمہ وشرح عنوان الحکم'' کے نام سے شائع کیا ہے، جس میں علامہ محدث ابوالفتح علی بن محمد البستی رحمہ اللہ نے اشعار میں موعظت وحکم کی باتیں کہی ہیں جن کا ترجمہ ومختصر شرح نہایت سلیس وشگفتہ اردو زبان میں مولانا نے فرمایا ہے، جو یقیناً طالبینِ علومِ دینیہ کے لیے یاقوت ومرجان سے کم قیمت نہیں ہے، اس لیے ہم سب طلبۂ دین کی طرف سے مولانا صاحب دعائے خیر کے مستحق اور حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس سے استفادہ وانتفاع کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

فجزاهم الله خير الجزاء وأحسن الجزاء!

محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

حال مقیم خانقاہ کنتھاریہ بھروچ (گجرات) / ۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

پیش لفظ

''دارالعلوم دیوبند'' کو اللہ تعالیٰ نے عالمِ اسلام میں جو ممتاز مقام عطا فرمایا ہے، شاید اسلامی دنیا کی اور کسی درس گاہ کو وہ مقام حاصل نہیں ہوسکا، اس الہامی درس گاہ سے جو عبقری شخصیتیں پیدا ہوئیں وہ علم و عمل، تقویٰ وطہارت، زہدوقناعت اوراسلامی علوم کے احیا میں ایسے نمایاں مقام پر فائز ہوئیں کہ پچھلی کئی صدیوں میں اسلامی تاریخ میں ان کی برابری کرنے والی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔

انہی جامع کمالات شخصیتوں میں ایک نام حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، جن کو برصغیر کے مسلمان ''حکیم الامت'' کے نام سے جانتے ہیں۔حضرت حکیم الامتؒ جہاں تفسیر وحدیث، فقہ واصولِ فقہ میں نگاہ کامل رکھتے تھے وہاں تصوف وسلوک اور تزکیہ واحسان کے مسائل میں تجدیدی شان کے مالک تھے۔ آپ کے علمی فیوضات آپ کی گراں قدر تصانیف کے ذریعہ پورے عالم میں پھیل چکے ہیں۔

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ دینی علوم میں کمال کے ساتھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین ادبی ذوق بھی عطا فرمایا تھا، اردو، فارسی،عربی کے بے شمار اشعار آپ کو محفوظ تھے،خصوصاً فارسی ادب پر آپ کی گہری نظر تھی، حافظ شیرازیؒ،مولانا رومیؒ اور سعدیؒ

کے کلام کا بڑا حصہ آپ کو محفوظ تھا اور ان کے اشعار کو بہت خوبی کے ساتھ اپنے ملفوظات و مواعظ میں بہت مناسب انداز و موقع پر پڑھا کرتے تھے۔

آپ کی فارسی ادب میں مہارت اور تنقیدی نظر کا اندازہ آپ کے ملفوظات سے ہوتا ہے، ایک موقع پر فرمایا کہ حضرت عارف شیرازیؒ کے کلام میں حظ اور اثر بہت ہے؛ کیوں کہ ان کا کلام عاشقانہ ہوتا ہے اور حضرت سعدی کا کلام حکیمانہ ہوتا ہے، اس میں علوم و مسائل بہت ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا حضرت سعدیؒ نے فردوسی کے مقابلہ میں ایک رزمیہ حکایت لکھی ہے؛ لیکن وہ بات کہاں جو فردوسی کے کلام میں ہے، حضرت شیخ تو اہلِ بزم تھے، فردوسی اہلِ رزم۔

پھر فرمایا کہ انیس و دبیر وغیرہ کے مرثیوں میں صنعتیں تو ہیں؛ لیکن وہ قوت اور صولت نہیں جو فردوسی کے کلام میں پائی جاتی ہے؛ کیوں کہ اس کے لیے قلب میں شجاعت اور قوت کا ہونا ضروری ہے اور وہ ان مرثیوں والوں میں کہاں؟ گو پڑھتے ہیں بہت زور لگا لگا کر۔ (ملفوظات حسن العزیز: ص ۱۴۵)

ظاہر ہے کہ شعرا کے کلام میں اس طرح کا موازنہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کی ادبی نظر گہری ہو اور ذوق بلند پایا ہو، پھر حضرت حکیم الامتؒ تو ''مثنوی'' شریف کے شارح ہیں اور ''مثنوی زیر و بم'' کے مصنف بھی ہے اور ''مثنوی'' کا مقام ادب فارسی میں کیا ہے وہ تو اس شعر سے معلوم ہوتا ہے ؎

مثنویٔ مولویٔ معنوی ہست قرآن در زبانِ پہلوی

فارسی ادب کا یہ عظیم شاہ کار آج بھی مقبول عام ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ نے اس کی شرح میں جو محنت فرمائی اور اس کے مطالب بیان کرنے کے لیے جو قوت صرف فرمائی اس کا اندازہ اس ملفوظ سے ہوتا ہے، خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''آج کل حضرت دفتر ششم مثنوی کی شرح تحریر فرما رہے ہیں، صبح سے نماز ظہر کے قریب تک اوپر کے کمرہ میں برابر تحریر میں مشغول رہتے ہیں اور اکثر قیلولہ تک کی فرصت نہیں ملتی، فرمایا کرتے ہیں کہ بڑے جھگڑے کا کام ہے، سراپا کھپ جانا پڑتا ہے، جنگل ہے، دل افگندیم بسم اللہ مجرہا ومرسہا الخ۔'' (ص۱۰۴)

جس شخص نے مثنوی شریف میں اس طرح اپنے آپ کو کھپا دیا ہو اس کے بلند ذوق ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے مواعظ اور ملفوظات میں کثرت سے فارسی اشعار نظر آتے ہیں، اردو، عربی اشعار بھی مل جاتے ہیں مگر زیادہ تر مولانا رومؒ، حافظ شیرازیؒ اور شیخ سعدیؒ کے کلام سے نقل فرماتے ہیں۔

بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کل مدارس عربیہ میں بھی فارسی زبان برائے نام رہ گئی؛ حالاں کہ ہمارے اسلاف کا بڑا علمی سرمایہ فارسی زبان میں ہے؛ مگر فارسی زبان سے عدم واقفیت کی بنا پر ان کتابوں سے استفادہ مشکل ہو رہا ہے؛ بل کہ طلبا اردو وعظ اور ملفوظات کو بھی کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ فیاحسرتاہ!

اس مقالہ میں ملفوظات حسن العزیز میں سے ان ملفوظات کا انتخاب کیا گیا ہے جس میں کوئی اردو، فارسی، عربی شعر کا ذکر ہے؛ تاکہ حضرت حکیم الامتؒ کے ادبی ذوق اور خصوصاً فارسی ادب سے دلچسپی کا اندازہ ہوسکے۔

حضرت حکیم الامتؒ کے مکتوبات اور ملفوظات میں بعض بہت ہی دل چسپ جملے نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ جی ہاں! طبیعت میں شاعری کا مادہ بہت ہے گو شعر کہنے پر تو قدرت نہیں؛ لیکن جہاں تک ہوسکتا ہے طبیعت یہی چاہتی ہے کہ رعایت شاعرانہ بھی رہے تو اچھا ہے؛ لیکن خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہیں پڑتا، جو بات بلاتکلف سوجھ گئی اور اصل مقصود میں ذرا مخل نہ ہوئی تو خیر ایسی رعایتوں کو بھی استحسان کے مرتبہ میں جی چاہا کرتا ہے۔(۱)

چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

فرمایا: (۱) آج کل کی ہم دردی قومی ہم دردی نہیں ہمہ دردی ہے۔

فرمایا: (۲) تعذیبِ جدید تعذیبِ حدید ہے۔

(۳) ایک اسلامی بادشاہ کے زہد کا ذکر فرمایا کہ دولت باطنی جس کو چاہے حق تعالیٰ دے دے، کوئی شاہ صاحبوں ہی کا حصہ تھوڑا ہی ہے، بادشاہ صاحب کو بھی مل جائے تو کیا تعجب۔

(۴) ایک مرتبہ مزاحاً فرمایا کہ آپ جس غرض سے آئے ہیں اس میں بے چونی کی کیفیت ہونی چاہیے پھر کیوں چونہ پھرایا جائے۔

(۵) ایک صاحب سے فرمایا کہ جب مقدر میں یہ ہے تو مکدر ہونے کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) حسن العزیز: ص ۳۰۹

(۶) ایک مرتبہ ہنس کر فرمایا بس ایسی مختصر نویسی بہت اچھی، ایک دن لکھ لیا بوٹی اور ایک دن لکھ لیا روٹی۔

(۷) فرمایا کہ جناب آپ نے فٹ بال والے لڑکوں کا حال بھی سن لیا کہ انہوں نے کیا حرکت کی؟ دیکھا فٹ بال کا نتیجہ اخیر میں وبال ہی ہوتا ہے۔

(۸) ایک صاحب بڑھاپے میں حضرت سے جلالین شریف پڑھتے تھے، ایک موقعہ پر کسی بات کے نہ سمجھنے پر انہوں نے معذرت سے عرض کیا کہ یہ میری جہالت ہے، حضرت نے فوراً لطف کے ساتھ فرمایا کہ جی نہیں! جہالت کیوں؛ چہ حالت ہے! (یعنی کیسی اچھی حالت ہے)۔

(۹) فرمایا کہ ان کے باپ کو بہت صدمہ ہے، اس لیے فرط شفقت سے وہ ان کے حق میں صدماں (یعنی سوماں) ہیں۔

(۱۰) کسی نے عمدہ جائے نماز بنانے کی درخواست کی تو فرمایا اتنا روپیہ کسی نیک کام میں لگا دیا جائے، ہنس کر فرمایا ایسی دری، دری نہیں بل کہ ایک در ہے جو اکثر بیچ میں آجاتا ہے اللہ میاں اور بندے کے۔

(۱۱) فرمایا جہاں خلوص ہوتا ہے وہاں فلوس خود بخود آجاتا ہے۔

(۱۲) وہاں نہ چندہ تھا نہ کچھ تھا پھر بھی ہر وقت خندہ ہی خندہ تھا، یہ شان علما کی ہونی چاہیے۔

حضرت کے ملفوظات ومکتوبات میں اس قسم کے بہت جملے پائے جاتے ہیں جس سے آپ کی لطافت طبع اور رعایت لفظی میں کمال کا پتہ چلتا ہے۔

اس کی بھی ضرورت ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ نے مثنوی شریف کی شرح پر جو محنت فرمائی ہے اس کی خوبیوں کو اجاگر کیا جائے، شاید اللہ کا کوئی بندہ اس کو انجام دے دے؛ بہر حال ان ملفوظات کے انتخاب کا مقصد یہی ہے کہ ہمارے اکابرین کے ادبی ذوق کا اندازہ کیا جا سکے اور ہمارے مدارس کے طلبا میں سے کم از کم چند طلبا ادبیات فارسی میں بھی مہارت حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوں، ورنہ رومی وشیرازی، سعدی وفردوسی، اقبال وغالب کا قیمتی ورثہ صرف کتب خانوں کی زینت بنا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اسلاف کے سرمایۂ علمی کو سمجھنے اور اس کی حفاظت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

والله الموفق إلى سواء السبيل

وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد وعلى اٰله وأصحابه أجمعين.

احقر عبد اللہ غفرلہ کاپودروی

مقیم حال ٹورنٹو، کینیڈا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملفوظات

گل از رُخت آموختہ نازک بدنی را
بلبل ز تو آموختہ شیریں سخنے را

پھول نے تیرے رخسار سے سیکھا ہے نازک بدن ہونا، بلبل نے تجھ سے سیکھی ہے شیریں کلامی کو۔

(۱) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اس قدر بڑی شان ہے کہ اگر شاہانِ دنیا کی طرح اس کے خطاب کے لیے مناسبِ شان القاب وآداب کی قید ہوتی تو عمریں تمام ہو جاتیں اور ایک بار بھی اس کے نام لینے کی نوبت نہ آتی، القاب وآداب بھی ختم نہ ہوتے، لوگ نام لینے کے لیے ترس جاتے؛ لیکن اللہ اکبر! کیا رحمت ہے کہ اپنے نام لینے کے لیے کسی قسم کی قید نہیں لگائی۔ جس وقت اور جس حالت میں جی چاہے اس کا نام لے کر خطاب کر سکتے ہیں، بجز چند خاص موقعوں اور چند خاص حالات کے، کہ اس وقت زبان سے ذکر کرنا خلاف ادب ہے، غریب سے لے کر امیر تک اور عابد وزاہد سے لے کر فاسق وفاجر تک ہر شخص کو بے تکلف خطاب کرنے کی اجازت ہے، ورنہ اس کی عظمت وجلال کا مقتضا تو یہ تھا کہ ہماری زبان اگر سات سمندر کے پانی سے بھی دھوئی جاتی تب بھی اس کے نام کے قابل نہ ہوتی، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی ست

میں منہ کو مشک اور گلاب سے ہزار مرتبہ دھوؤں، اس کے بعد بھی تیرا نام (اس منہ سے) لینا بڑی بے ادبی ہے۔

(۲) فرمایا کہ ہماری عبادت میں ہرگز اس کی اہلیت نہیں کہ وہ قبولِ بارگاہ خداوندی ہو سکے، محض فضل سے نجات ہوگی، ورنہ ہماری عبادت کی تو وہ حالت ہے کہ اگر عتاب بھی نہ ہو تو غایت حلم و کرم ہے، قبولیت تو بڑی چیز ہے، اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں ۔

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ
وز گراں جانی و چالاکی ہمہ

ہم پاکی و ناپاکی اور گراں جانی و چالاکی سب سے دور ہیں۔

ایں ثنا گفتن ز ما ترکِ ثنا ست

ہماری طرف سے یہ ثنا کہنا ہی ترک ثنا ہے۔

شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست
ایں نہ مدح است او مگر آگاہ نیست

اگر کوئی آدمی بادشاہ (کی تعریف) کو کہے کہ جولاہا نہیں ہے، یہ اس کی مدح سرائی نہیں ہے؛ لیکن وہ بے چارہ اس سے واقف نہیں ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ پاکی سے بھی پاک ہیں، یعنی جس قسم کی پاکی ہم بیان کرتے ہیں وہ اس پاکی سے بھی پاک ہیں، ہماری ثنا بھی گویا ترکِ ثنا ہے؛ کیوں کہ اگر کسی بادشاہ کی کوئی یہ تعریف کرے کہ آپ جولاہے نہیں ہیں، تو دراصل یہ

مدح نہیں بل کہ ایک قسم کی مذمت ہے؛ لیکن باوجود اس کے ہمارے عجز پر نظر فرما کر حق تعالیٰ ہمارے اس ٹوٹے پھوٹے نماز روزہ کو بھی غایت رحمت وشفقت سے قبول فرما لیتے ہیں ؂

قبول است گرچہ ہنر نیستت
کہ جز ما پناہِ دیگر نیستت

تمہارے اندر اگرچہ کوئی خوبی نہیں ہے پھر بھی اس لیے قبول کرتے ہیں کہ ہمارے علاوہ دوسری کوئی جائے پناہ بھی تو نہیں ہے۔

(۳) خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار عرض کیا کہ حضرت کیا کروں جیسا جی چاہتا ہے ویسا ضبط نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ حضور کی زبان فیض ترجمان سے تو علوم ومعارف کے دریا کے دریا نکلے چلے آتے ہیں، یہ بے بضاعت کس طرح لکھے اور کیا لکھے، سخت الجھن ہوتی ہے، ہنس کر فرمایا کہ جہاں الجھن ہوا کرے بس یہ شعر لکھ دیا کیجیے ؂

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گل چینِ بہارِ تو ز دامان گلہ دارد

ہماری نگاہوں کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول بے شمار ہیں، جو شخص تیری بہار کے پھول چن رہا ہو اس کو اپنے دامن (کی تنگی) کا گلہ رہتا ہے۔

(۴) فرمایا: ایک صاحب نے میرے نام کا سجع کہا تھا ''از گروہِ اولیاء اشرف علی'' میں نے بھی سیکڑوں سجعے لوگوں کی فرمائش سے کہے ہیں اور بہت عجیب

عجیب ؛لیکن محفوظ نہیں ہیں۔ایک کسبی تھی جس کا نام ''نینی'' تھا،اس نے بہت سے شاعروں سے اپنے نام کے سجع کی فرمائش کی ؛لیکن چوں کہ بے ہودہ نام تھا سب نے ٹال دیا، ذوقؔ سے فرمائش کی تو انہوں نے فی البدیہہ کہا کہ تیرا سجع تو شیخ سعدیؒ پہلے ہی فرما چکے ہیں ۔

نازت بکشم کہ ناز نینی

تیرا ناز اٹھاؤں گا اس لیے کہ واقعتاً تو نازنین ہے۔

واقعی کمال ہی کیا، کیسی سوجھی ہے۔

(۵) ایک صاحب نے اس شعر کا مطلب دریافت کیا ۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

اولیاءاللہ کے ساتھ تھوڑی دیر کی صحبت،سوسال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

فرمایا کہ صحبتِ اولیا میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہوجاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا،خواہ گناہ اور فسق وفجور سبھی کچھ اس سے وقوع میں آویں؛لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاوے،مردودیت تک کبھی نوبت نہیں پہنچتی ، برخلاف اس کے ہزار برس کی عبادت میں بھی بذاتہٖ یہ اثر نہیں کہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے؛ چناں چہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی، یہی معنی ہے اس شعر کے۔

(۶) فرمایا کہ صحبت نیک کے متعلق یہ قطعہ مجھے بہت پسند ہے، اس کو اکثر پڑھا کرتا ہوں ۔

گلے خوشبوئے درحمام روزے رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دل آویزئ تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم و لیکن مدتے باگل نشستم
جمالِ ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ایک روز خوشبودار مٹی کی ٹکیا، ایک محبوب کے ہاتھوں میرے ہاتھ میں آئی، میں نے اس سے کہا تو مشک ہے یا عبیر ہے؟ کہ تیری دل موہ لینے والی خوشبو سے میں مست ہوں، اس نے کہا میں معمولی مٹی تھی، لیکن ایک مدت تک پھول کے ساتھ بیٹھی، ہم نشیں کے جمال نے میرے اندر اثر ڈالا، ورنہ میں تو اب بھی وہی مٹی ہوں جو تھی۔

(۷) فرمایا کہ دیکھئے میں انہیں تجربوں کی بناپر کبھی کسی کو دنیوی امور میں رائے نہیں دیا کرتا، رائے کی حقیقت تو ہے محض کوئی نیک بات سجھا دینی، اور لوگ اس کو اپنے مقاصد کے حصول کا آلہ بناتے ہیں، افسوس! طبیعتیں کیسی بھدّی ہوگئیں، ذرا لطافت باقی نہ رہی، بس اغراض نے ادراک اور حس کو بالکل برباد کردیا ہے ۔

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

جہاں غرض آتی ہے ہنر چھپ جاتا ہے، دل کی طرف سے سو پردے آنکھ پر آجاتے ہیں۔

(۸) ارشاد فرمایا کہ بھائی اکبر علی کی اولاد کے رشتہ کی بابت میرے پاس خطوط آئے؛ کیوں کہ میں گھر میں بڑا ہوں، لیکن میں نے صاف لکھ دیا کہ ؎

ماہیچ نداریم غمِ ہیچ نداریم دستار نداریم و غمِ پیچ نداریم

ہم کچھ نہیں رکھتے ہیں، اس لیے کسی چیز کا غم نہیں رکھتے، پگڑی نہیں رکھتے اس لیے (پگڑی کے) پیچ کا فکر بھی نہیں رکھتے۔

(۹) فرمایا کہ جس کام کا میں ہوں اس کام کی باتیں مجھ سے پوچھی جائیں، کیوں کہ اس سے مجھے دل چسپی ہے، دنیاوی امور میں بحمد اللہ مجھے دل چسپی بھی تو نہیں اور جس کام میں دل چسپی نہ ہو وہ اس سے ہو بھی تو نہیں سکتا ؎

ما قصۂ سکندر و دارانہ خواندہ ایم

از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

ہم نے سکندر اور دارا کا قصہ نہیں پڑھا ہے، ہم سے محبت اور وفا کی حکایت کے علاوہ اور کچھ نہ پوچھیے۔

(۱۰) فرمایا: دیکھیے! لوگ مجھ کو خواہ مخواہ وہمی کہتے ہیں، گو گذشتہ واقعات نہ یاد ہیں؛ لیکن ان کا اثر تو قلب پر رہتا ہے، اب دیکھیے اگر میں بلا پوچھے کچھ لے لیتا اور بعد کو معلوم ہوتا تو طبیعت کو کس قدر ناگوار ہوتا اور اس کی زکاۃ بھی ادا نہ ہوتی، وہ تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قلب میں پیش تر ہی نفرت پیدا ہو گئی تھی، ورنہ انہوں نے اپنی طرف سے کیا کسر رکھی تھی، پھر یہ شعر فرمایا ؎

قتلِ ایں خستہ بہ شمشیرِ تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دم شمشیرِ تو تقصیر نہ بود

اس خستہ حال کا قتل آپ کی تلوار سے مقدر نہیں تھا، ورنہ آپ کی تلوار کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔

(۱۱) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر وساوس دفع نہ ہوں تو ان کو بھی مرآۃِ جمالِ خداوندی بنالیوے اور سوچے کہ اللہ اکبر! حق تعالیٰ نے قلب کو بھی کیسا بنایا ہے کہ کتنا ہی روکا جائے؛ مگر وساوس سے رکتا ہی نہیں، کیا شان ہے! غرض ہر چیز کو مظہر ذات وصفات حق تعالیٰ کا تصور کرے ۔

ہر کہ بینم در جہاں غیرے تو نیست
یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

جہاں کہیں دیکھتا ہوں دنیا میں تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے، یا تو ہے یا تیری خو اور بو ہے۔

(۱۲) فرمایا کہ ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے، نہ کوئی کیفیت یا حالت اپنے لیے ذہن میں یا حق تعالیٰ کے سامنے تجویز کرے، اپنی تجویز کو مطلق دخل نہ دے، سب احوال کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے، جو بہتر ہوگا وہ خود عطا فرمائیں گے ۔

کہ خو اجہ خود روشِ بندہ پروری داند

آقا خود اپنے غلاموں کی پرورش کا طریقہ جانتا ہے۔

(۱۳) فرمایا کہ اگر ثمرات کی بھی تمنا ہو تب بھی ثمرات پر نظر نہ کرنا چاہیے، کیوں کہ ثمرات حاصل ہوتے ہیں یکسوئی سے اور جب ثمرات کے ورود کی جانب متوجہ رہا تو یکسوئی کہاں رہی؟ پھر فرمایا کہ ذہین آدمی کو کیفیات وغیرہ نہیں ہوتیں؛

کیوں کہ اس کا ذہن ہمیشہ چلتا رہتا ہے، اس کو یکسوئی ہوتی ہی نہیں اور بلا یکسوئی کے کوئی کیفیت ہو نہیں سکتی؛ اسی وجہ سے عاقل شخص کو کیفیات بہت کم ہوتی ہیں برخلاف اس کے جن میں عقل کا مادہ کم ہوتا ہے ان کو کشف وغیرہ کیفیات بہت ہوتی ہیں، فلاں ملک والوں میں چوں کہ ذکاوت کم ہوتی ہے، اس لیے ان کو آثار سے بہت مناسبت ہوتی ہے، اسی لیے مولانا فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقلِ دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

اپنی دور اندیش عقل کو آزما چکا ہوں، اس کے بعد سے اپنے آپ کو دیوانہ بنالیتا ہوں۔

(۱۴) ملفوظ ۹۲ طویل ہے، اس میں ایک مولوی صاحب سے گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا ؎

یا مکن با پیل باناں دوستی
یا بنا کن خانہ بر اندازِ پیل

یا تو ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی مت کر، یا پھر ہاتھی کے حساب سے مکان تعمیر کر۔

یہ سب ناز تو اسی کے ساتھ ہیں جو پیر بنانا چاہے، ورنہ پھر کوئی میرے اخلاق دیکھے۔

(۱۵) فرمایا کہ لوگ بے طریقہ آنا چاہتے ہیں، ابواب سے آنا چاہیے اور

لوگ ظہور سے آنا چاہتے ہیں، مولانا فرماتے ہیں ۔

ادخلوا الأبيات من أبوابها

اطلبوا الأرزاق من أسبابها

گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوؤ، روزی اس کے اسباب سے تلاش کرو۔

پھر مولانا کی تعریف فرمائی کہ عربی میں بھی نظم کس قدر صاف فرماتے ہیں۔

(۱۶) حضرت حکیم الامتؒ صرف بے تکلف ملنے جلنے والوں سے ہدیہ قبول فرماتے تھے، پھر اس میں زیادہ مقدار کا ہدیہ ناپسند فرماتے، اسی سلسلہ میں ہنس کر فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا دینے میں پیر کی دنیا کا بھی نفع ہے؛ کیوں کہ تھوڑا تھوڑا کر کے بہت جمع ہو جاتا ہے ۔

چرا نستانی از ہر یک جو سیم　　　کہ گرو آید ترا ہر روز گنجے

کیوں نہ ہر ایک سے ایک جَو برابر چاندی حاصل کرتے رہو؛ تا کہ روزانہ تمہیں ایک خزانہ مل جائے۔

(۱۷) ہدیہ کے رد کرنے کے سلسلہ میں فرمایا، ہدیہ رد کرتا ہوں تو گو وجہ کے ساتھ ہو؛ لیکن بہت ڈرتا ہوں۔ آگے ارشاد فرمایا کہ خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے، ورنہ ہمارا ہر قول، فعل، حال، قال سب ہی پُر از خطر ہے، کوئی حالت خطرہ سے خالی نہیں، مجھے تو اب وہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے جو کبھی بچپن میں پڑھا تھا ۔

من نہ گویم کہ طاعتم بپذیر　　　قلمِ عفو بر گناہم کش

میں نہیں کہتا کہ میری عبادت قبول کیجیے، میری درخواست تو یہ ہے کہ میرے گناہوں پر معافی کا قلم پھیر دیجیے۔

(۱۸) ایک صاحب کہیں ملازم تھے، وہاں ان کی کسی سے بنتی نہ تھی، وہ شکایت کررہے تھے، فرمایا برتاؤ وہ چیز ہے کہ دشمن بھی دوست ہو جاتا ہے، پھر ہنس کر فرمایا کہ میاں نکاح کرلو سب جوش نکل جائے گا، اور اگر وہ بھی تیز ہوئی تو پھر تمہیں باہر ہی کے لوگ غنیمت معلوم ہونے لگیں، وہ تمہارا پورا پورا علاج کردے، میاں ؎

چہ تواں کرد ، مرد ماں ایں اند

باہمیں مرداں بباید ساخت

کیا کیا جائے لوگ یہی ہیں، انہیں لوگوں کے ساتھ نباہ کرنا چاہیے۔

(۱۹) ایک مرتبہ حضرتؒ کی ناک میں سخت تکلیف ہوگئی، اس سلسلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ پریشانی بالکل بھی نہیں، اگر پریشانی دے دیتے تو تکلیف ہوتی، یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے ؎

درد از یارست و درماں نیز ہم

درد دوست کی طرف سے آیا ہے اور علاج بھی۔

یہ سکون ہی درماں ہے بل کہ درماں سے بھی بڑھ کر، پھر دوسرا مصرعہ پڑھا۔

ع دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

دل اس پر قربان ہو گیا اور جان بھی۔

(۲۰) ملفوظ ۱۲۲۳ بھی اسی مرض کے سلسلہ میں ہے، حضرت نے شعر پڑھے ؎

درد از یار ست ودرماں نیز ہم دل فدائے او شد و جاں نیز ہم
آنچہ می گویند آں بہتر زحسن یارِ ما ایں دارد وآں نیز ہم

درد دوست کی طرف سے آیا ہے اور علاج بھی، دل اس پر قربان ہو گیا اور جان بھی۔

کچھ لوگ کہتے ہیں وہ اس سے بھی اچھا ہے، ہمارا دوست یہ اور وہ سب (خوبیاں) رکھتا ہے۔

اور فرمایا کہ حضرت عارف شیرازیؒ کے کلام میں حظ اور اثر بہت ہے؛ کیوں کہ ان کا کلام عاشقانہ ہوتا ہے اور سعدی کا کلام حکیمانہ ہوتا ہے، اس میں علوم اور مسائل بہت ہوتے ہیں۔

(۲۱) فرمایا کہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب بھی بہت ہی بے نفس اور بے حد متواضع تھے، ایک نائب تحصیل دار جن کا مقام دورہ کا جلال آباد میں تھا، مولانا سے ملنے آئے، مولانا کہیں سفر میں تشریف لے گئے تھے، نائب تحصیل دار ایک جوان اور لاابالی آدمی تھے، وہ ایک پرچہ پر یہ شعر لکھ کر ایک طالب علم کو دے گئے کہ مولانا کو دے دیں ؎

چو غریب مستمند ے بہ درت رسیدہ باشد
چہ قدر طپیدہ باشد چوں ترانہ دیدہ باشد

جب غریب حاجت مند تیرے دروازے پر پہنچا ہوگا، جب تجھے نہ دیکھا ہوگا تو کس قدر پریشان ہوا ہوگا۔

مولانا جب سفر سے لوٹے تو آتے ہی طالب علم نے وہ پرچہ دے دیا، دیکھتے ہی بدوں گھر گئے سیدھے جلال آباد پہنچے اور فرمایا کہ بے چاروں کو میرے نہ ملنے کی وجہ سے بڑی حسرت ہوئی۔

(۲۲) ملفوظ ۱۳۹ طویل ہے، اس میں ایک جگہ فرمایا کہ مصنّفین میں یہ عام مرض ہے کہ تنقیصِ انبیا سے باک نہیں کرتے، یہی معاملہ معجزات کے مضمون میں بھی کرتے ہیں، ایک شعر کسی نے کہا ہے ؎

موسیٰ زہوش رفت بہ یک پر توِ صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسمے

صفات کی ایک پر چھائی سے موسیٰ علیہ السلام ہوش کھو بیٹھے تو مسکراتے ہوئے عین ذات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

یہ شاعر صاحب حضور کے ساتھ گئے تھے جو ان کو معلوم ہو گیا کہ حضور نے ذات ہی کا مشاہدہ کیا تھا۔

(۲۳) ملفوظ ۱۴۱ میں فرمایا کہ اہلِ بدعت کو تنقیصِ انبیا کے وقت یہ خیال نہیں آتا اور انبیا بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہی ہیں، خصوصاً حضرت یوسفؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی شان میں تو بہت گستاخانہ کلمات کہتے ہیں ؎

بر آسمانِ چہارم مسیح بیمار است
تبسمِ تو برائے علاج درکار ست

چوتھے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیمار ہیں، علاج کے لیے آپ کی مسکراہٹ درکار ہے۔

اور غضب کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک بھی پہنچتے ہیں، یہاں ایک شعر بطور نقل پڑھا ؎

طوافِ کعبہ مشتاقِ زیارت کو بہانہ ہے
کوئی ڈھب چاہیے آخر رقیبوں کی خوشامد کا

نعوذ باللہ!

(۲۴) کسی جماعت کے کسی عیب کا ذکر تھا، فرمایا ؎

علتِ ابلیس اَنَا خَیرٌ بدست
ایں مرض در نفسِ ہر مخلوق ہست

شیطان کا مرض انا خیر (میں اچھا ہوں) برا ہے، یہ مرض ہر مخلوق کے اندر ہے۔

(۲۵) دورانِ درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ یہ اشعار قابل وظیفہ بنانے کے ہیں ؎

یاغیاثي عند کل کربةٍ یا معاذي عند کلِّ شدةٍ
یامجیبي عند کلِّ دعوةٍ یا ملاذي عند کلِّ محنةٍ

اے میرے مددگار ہر تکلیف میں، اے میری جائے پناہ ہر شدت میں، اے میری ہر پکار کو قبول کرنے والے، اے میری پناہ گاہ ہر مصیبت میں۔

(۲۶) حضرت فرماتے تھے کہ عورتوں اور مریضوں سے (بیعت کا) انکار نہیں کرتا؛ کیوں کہ یہ دونوں امتحان لینے کے قابل نہیں ہیں، پھر یہ شعر فرمایا ؎

طالباں را کہ طلب باشد و قوت نبود
گر تو بیداد کنی شرطِ مروت نہ بود

جن طالبوں میں طلب ہے لیکن قوت نہیں ہے، اگر آپ ظلم کریں تو یہ مروت نہیں ہے۔

(۲۷) ملفوظ ۱۶۵ میں مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ کا واقعہ نقل فرمایا، ایک صاحبِ کشف بزرگ کس طرح ان کے دل میں جو شبہات پیدا ہو رہے تھے، اس کا جواب دیتے جاتے تھے، اس واقعہ پر شعر فرمایا ؎

پیشِ اہلِ دل نگہدارید دل
تا نہ باشید از گمانِ بد خجل

اہلِ دل کے سامنے دل کی (برے خیالات و وساوس سے) حفاظت کرو تا کہ بدگمانی کی وجہ سے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

(۲۸) فرمایا کہ ایک ہی حالت میں طبیعت اکتا جاتی ہے، کامل کی بھی اکتا جاتی ہے، کبھی کبھی ہنس بول لیں تو طبیعت تازہ ہو جاتی ہے، نشاط ہو جاتا ہے، تجدیدِ نشاط کی مصلحت کے لیے ابو الوقت تو خود دوسری طرف مشغول ہو جاتا ہے، ابن الوقت چوں کہ مغلوب الحال ہوتا ہے، اس لیے وہ خود تو جس حال میں ہے اس سے نکلتا نہیں؛ لیکن خود اللہ تعالیٰ اس کے اوپر کوئی حالت قبض کی طاری فرما دیتے ہیں؛ تا کہ غیبت ہونے کے بعد پھر حضور کی لذت محسوس ہو، اسی کو حضرت حافظؒ فرماتے ہیں ؎

از دستِ ہجرِ یار شکایت نمی کنم
گر نیست غیبتے نہ دہد لذتے حضور

محبوب کی جدائی اور فراق کی شکایت نہیں کرتا، اس لیے کہ اگر غیبت (جدائی) نہ ہو تو حضور (وصال) میں لذت نہیں آتی۔

اسی کومولانا فرماتے ہیں:

چوں کہ قبض آمد تو دروے بسط بیں　　تازہ باش و چین میفگن بر جبین
چوں کہ قبضے آیدت اےئ راہ رو　　آں صلاحِ تست آئیس دل مشو

جب قبض کی کیفیت پیدا ہوتو اس میں بسط کی امید رکھ، خوش رہ اور پیشانی پر بل نہ ڈال، اے سلوک کی راہ چلنے والے جب تجھ پر قبض آئے، اس میں تیری بھلائی ہے، مایوس دل نہ ہو۔

(۲۹) فرمایا کہ ایک مشہور قول ہے ؎

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند
روز و شب در زق زق و در بق بق اند

کافر لوگ حقیقی دنیادار ہیں جو رات دن زق زق اور بق بق میں مبتلا رہتے ہیں۔

ہمارے مولانا یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اہلِ دنیا کو کافر کہا ہے بل کہ یہ مطلب ہے کہ کافرانِ مطلق کو اہلِ دنیا کہا ہے یعنی پورے اہلِ دنیا وہی ہیں جو بالکل کافر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ دنیا خبر اور کافرانِ مطلق مبتدا ہے، نہ کہ عکس۔

(۳۰) حضرت رحمہ اللہ کے بھائی اکبر علی صاحب نے مکان بنوایا، اس میں حضرت حاجی صاحب کا مکان بھی تھا، حاجی صاحب کا مکان بالکل اسی طرح نقشہ میں باقی رہا، اس پر فرمایا ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہرگز نہ میرد

اگر سارے عالم پر آندھی مسلط ہو جائے تب بھی اللہ والوں کا چراغ بجھتا نہیں ہے۔

(۲۱) فرمایا کہ صحت وحیات کی بڑی حفاظت رکھنی چاہیے، یہ وہ چیز ہے کہ پھر کہاں میسر، حضرت حافظؒ فرماتے ہیں ؎

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنارِ آبِ رکنا باد گل گشتِ مصلی را

اے ساقی! باقی شراب بھی لا، اس لیے کہ جنت میں تو نہ پا سکے گا، رکنا باد کی نہر کا کنارہ اور مصلی کی سیر گاہ۔

میں نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اعمال جن سے درجات بڑھتے ہیں جنت میں کہاں میسر ہوں گے، یہ اس زندگی میں ہو سکتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ واقعی زندگی بڑی قدر کی چیز ہے ؎

عمرِ عزیز لائق سوز و گداز نیست
ایں رشتہ را مسوز کہ چندیں دراز نیست

عمر عزیز سوز وگداز کے لائق نہیں، اس رسی کو مت جلا کہ یہ زیادہ لمبی نہیں ہے۔

(۲۳) فرمایا: حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاوے، فرمایا کہ بھائی تمہارے بڑے حوصلے ہیں، ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد شریف کی زیارت کی بھی قابلیت نہیں رکھتے، پھر حضرت نے فرمایا کہ بعض صحابہ کی عمر بھر گزر گئی، آنکھ بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو نہیں

دیکھا، ان سے حلیہ شریف پوچھا گیا تو کہا کہ ہم نے عمر بھر بھی آنکھ بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔

غیرت از چشم بَرَم روئے تو دیدن نہ دہم
گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن نہ ہم

مجھے اپنی آنکھ پر بھی غیرت آتی ہے، اس لیے تیرا چہرہ اس کو دیکھنے نہیں دیتا اور کان کو تیری بات سننے نہیں دیتا۔

اگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زیارت کسی کو کروا دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت ہے، ورنہ ہم اس قابل کہاں۔

خود بخود آں شہِ ابرار بہ بر می آید
نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید

وہ شہِ ابرار خود بخود تشریف لاتے ہیں، زور وقوت اور رونے دھونے اور پیسہ سے نہیں آتے۔

پھر فرمایا کہ اس کا مصرعۂ اول تو یہ تھا۔

خود بخود آں بت عیّار برمی آید
(وہ چالاک دوست خود ہی آتا ہے)

لیکن ''بتِ عیّار'' کہنے کی شریعت سے اجازت نہیں، گستاخی ہے، اس لیے میں نے شہِ ابرار کر دیا؛ اسی طرح بہت سے اشعار میں میں نے تصرف کیے ہیں، مثلاً۔

فارغ از دغدغۂ جیب و گریبان کردی
اے جنون ِگر دِتو گردم کہ چہ احسان کردی

دامن وگریبان کے فکر سے تو نے آزاد کردیا، اے جنون! تیرے آس پاس چکر کاٹوں کہ تو نے بڑا احسان کیا۔

اس میں جیب وگریبان کے بجائے گبر ومسلمان تھا۔

(۳۳) فرمایا کہ توکل شاہ صاحب مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند سے فرماتے تھے کہ مولوی جی! جب ذکر اللہ کرتا ہوں تو اللہ قسم منہ میٹھا ہو جاوے ہے، سچ مچ میٹھا ہو جاوے ہے، جیسے میٹھائی کھا کر۔ پھر فرمایا۔

اللہ اللہ ایں چہ شیرین ست نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

اللہ اللہ! یہ کیسا میٹھا نام ہے (کہ اس کے بولنے سے) میری پوری جان شیر وشکر ہو جاتی ہے۔

(۳۴) ملفوظ ۲۱ میں پردہ کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ذکر کیا گیا کہ آیتِ حجاب تو ازواجِ مطہرات کے بارے میں ہے، اس پر نہایت افسوس کے لہجہ میں شعر پڑھا۔

اے بہ سرا پردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

اے وہ ذات اقدس جو مدینہ منورہ میں محوِ خواب ہے، اٹھ کہ مشرق ومغرب (پورا عالم) خراب ہو چکا ہے۔

(۳۵) ملفوظ ۲۷ میں مسجد میں نقش ونگار کے سلسلہ میں گفتگو فرمائی ہے،

آخری حصہ میں فرمایا ہے کہ بس عبدیت محضہ خالصہ ہونی چاہیے، مبتدیوں کو مواجید واحوال سے بہت رغبت ہوتی ہے، محققین کو ان سے نفرت ہوتی ہے؛ لیکن یہ خود ایک حال ہے۔ بیان کرنے سے تھوڑا ہی سمجھ میں آسکتا ہے، بلا پیش آئے یہ سمجھ میں نہیں آسکتا۔ پھر فرمایا، مولانا فرماتے ہیں ؎

دل کہ او بستۂ غم و خندیدن ست
تو بگو کے لائقِ آن دیدن ست

جو دل کہ وہ غم کا جکڑا ہوا یا خوشی کا مارا ہوا ہے، تو بتلا کہ وہ اس کے دیدار کے قابل کہاں ہے۔

عاشقی زیں ہر دو حالت بر تر ست
ایں نہ آں عشق ست کہ خشک و تر ست

عاشقی ان دونوں حالتوں سے بہتر ہے، یہ وہ عاشقی نہیں ہے جو خشک اور تر ہو۔

(۳۶) ملفوظ ۲۸۱ کے آخر میں فرمایا کہ لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق مجھ کو سمجھتے ہیں اور میرے اصلی مذاق کا کسی کو پتہ نہیں، پھر فرمایا کہ میں تو اکثر اپنی حالت پر یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
وز درونِ من نجست اسرارِ من

ہر آدمی اپنے اپنے خیال وگمان کے مطابق میرا دوست بنا ہوا ہے، اور میرے اندر میرے حالات واسرار کیا ہیں، وہ کسی نے معلوم نہیں کیے۔

(۳۷) ایک وکیل صاحب کے صاحب زادہ سے مزاحاً حضرت پوچھ رہے تھے کہ وکیل ہونا چاہتے ہو؟ عالم ہونا چاہتے ہو؟ سب کے جواب میں وہ نہیں کر دیتا تھا، پھر پوچھا کہ پھر اور کیا ہونا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ آدمی، بہت خوش ہوئے کہ ہاں بھئی ٹھیک تو ہے۔

زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند
ایں جملہ شدی و لیکن انسان نہ شدی

بزرگ بن گئے، شیخ بن گئے، عقل مند بن گئے، یہ سب کچھ بن گئے؛ لیکن آدمی نہیں بنے۔

(۳۸) فرمایا کہ انبیا علیہم السلام کی عبادات بھی حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کے درجہ تک نہیں ہوتیں گو وہ خود نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں، پھر یہ شعر پڑھا۔

آسمان نسبت بعرش آمد فرود
گرچہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود

عرش کے مقابلہ میں آسمان نیچا ہے، اگرچہ مٹی کے تودے کے مقابلہ میں بہت اونچا ہے۔

یعنی آسمان گو تودۂ خاک کے مقابلہ تو نہایت رفیع ہے؛ لیکن عرش کے سامنے تو اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

(۳۹) ایک شخص نے ایک مرتبہ عدم انضباط اوقات کی شکایت لکھی تو تحریر فرمایا کہ میں حالت موجودہ ہی میں آپ کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں، انشاء اللہ

آپ ہرگز محروم نہ رہیں گے، میرے اس قول کی دلیل ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش تادمِ آخر دمے فارغ مباش

تادمِ آخر دمِ آخر بود کہ عنایت با تو صاحبِ سر بود

کوئے نومیدی مرو کامیدہا ست سوئے تاریکی مرو خورشیدہا ست

اس راہ (سلوک) میں ہر وقت تراش وخراش میں رہو، آخری وقت تک ایک گھڑی بھی فارغ ہوکر مت بیٹھو، موت تک ایک گھڑی تو ایسی ہوتی ہے کہ تیری طرف اس کی عنایت وتوجہ ہوتی ہے، ناامیدی کے کوچہ میں نہ جاؤ کہ بے شمار امیدیں ہیں، اندھیرے کی طرف نہ جاؤ کہ بے شمار سورج موجود ہیں۔

(۴۰) خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ترکِ ملازمت کے لیے بہت مرتبہ عرض کیا؛ لیکن کبھی مشورہ نہیں دیا، بل کہ اکثر یہ شعر فرمادیا ؎

چوں کہ برمیخت بہ بند و بستہ باش

چوں کشاید چابک و برجستہ باش

جب وہ تمہیں باندھ دے تو بندھ جاؤ اور جب کھول دے تو ہوشیار ہو جاؤ اور حرکت میں آجاؤ۔

ایک مرتبہ ایک عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا آپ کا خط آیا حرفاً حرفاً پڑھا بہت لذت آئی، پس لکھنے والے کو لکھتے وقت کیا کچھ لذت آئی ہوگی ؎

ساقی تیرا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا

جب تو نے یہ مئے ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

آگے فرمایا کہ آپ بے کار فکروں میں نہ پڑیئے ؂

من غمِ تو میخورم تو غم مخور
بر تو من مشفق ترم از صد پدر

میں آپ کا غم کھا رہا ہوں اس لیے آپ غم نہ کیجیے، میں آپ پر سو باپ سے زیادہ مہربان ہوں۔

(۴۱) ملفوظ ۳۴۷ میں فرمایا کہ شیخ یحییٰ منیری نے ایک شناخت لکھی ہے کہ یہ دیکھے کہ جس وقت اس نور کا انکشاف ہوا ہے، اس پر نیستی غالب ہے یا ہستی، اگر ہستی غالب ہے تو سمجھے یہ نور روح ہے اور اگر فنا غالب ہے تو سمجھے کہ نور حق ہے، نور حق کا خاصہ ہے کہ غیر حق کو فنا کر دیتا ہے ؂

چوں سلطانِ عزت علم بر کشد
جہاں سر بہ جیبِ عدم در کشد

جب وہ قوت و عزت کا مالک علم بلند کرتا ہے تو جہاں عدم کے پردے میں چلا جاتا ہے۔

(۴۲) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ رات بھر روتے ہوئے اور اس شعر کو پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے ؂

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم ہم سرِّ من پیدا مکن

اے اللہ! اپنے اس بندے کو رسوا نہ کیجیے، اگر میں برا ہوں تو کوئی میرا ہمراز پیدا نہ کیجیے۔

(۴۳) ملفوظ ۳۶۸ میں ذکر فرمایا کہ خدمت لینے کی عادت ہی نہیں بس وہ عادت ہے کہ ؎

نہ بہ اشتر سوارم نہ چو اشتر زیرِ بارم
نہ خدا وندِ رعیت نہ غلامِ شہر یارم

نہ اونٹ پر سوار ہوں اور نہ اونٹ کی طرح بوجھ کے نیچے ہوں، نہ کسی رعیت کا بادشاہ ہوں اور نہ کسی بادشاہ کا غلام ہوں۔

(۴۴) فرمایا کہ سمجھ لو کہ بے نفسی کے یہ معنی نہیں کہ ذلیل ہوں، حضرت جنیدؒ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ کچھ کام ہے، ایک درویش کو میرے ساتھ کر دیجیے، حضرت نے خانقاہ میں سے ایک درویش سے کہا کہ ہم لوگ اسی واسطے ہیں کہ مخلوق کی خدمت کریں ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

طریقت مخلوق کی خدمت کے علاوہ کچھ نہیں ہے، تسبیح اور مصلّٰی اور گدڑی کا نام نہیں ہے۔ بھائی جاؤ مسلمان بھائی کا کام کر آؤ، وہ سمجھے کہ اس کا کوئی کام ہوگا، تھوڑی دیر بعد وہ شخص لوٹا، درویش کے سر پر خوان تھا، خانقاہ والوں کے لیے کھانا لایا تھا، اسی واسطے یہاں سے آدمی لے گیا تھا۔ حضرت جنیدؒ مارے غصہ کے سرخ ہو گئے، فرمایا کیوں صاحب کیا یہی قدر ہے اللہ اللہ کرنے والوں کی؟ انہیں کے لیے کھانا اور انہیں کے سر پر رکھوا کر لائے، اسی وقت وہ کھانا واپس کر دیا کہ ایسے کھانے کی ہمیں ضرورت نہیں۔

(۴۵) مثنوی شریف میں ایک حکیم شخص کا قصہ آیا جو باوجود عقل وفہم کے یہاں تک غریب تھا کہ پیادہ سفر کررہا تھا، فرمایا حقیقت میں ؎

بناداں آنچناں روزی رساند
کہ دانا اندراں حیراں بماند

بے وقوف وکم عقل کو اس طرح روزی پہنچاتا ہے، کہ عقل منداس میں حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ پھر ایک عربی شعر پڑھا ؎

کم عاقل عاقلٍ أعیت مذاهبه — و جاهلٍ(۱) تلقاه مرزوقا

بہت سے عقل مند ایسے ہیں کہ ان کے روزی کے راستے دشوار گزار ہیں اور بہت سے جاہلوں کو آپ روزی میں کشادہ دیکھیں گے۔

(۴۶) فرمایا کہ نقش بندیہ نے علوم بہت ظاہر کیے ہیں، چشتیہ کے یہاں علوم ولوم نہیں ہیں سوائے رونے' چیخنے' مرنے' کھپنے' جلنے' گھلنے کے، بس یہاں سوز وگداز، شورش ومستی اور عشق ہی سے کام ہے، میں کہتا ہوں یہی جڑ ہے تمام علوم کی، ان کا تو مشرب ہے ؎

افروختن و سوختن و جامہ دریدن
پروانہ زمن، شمع زمن، گل زمن آموخت

جلنا اور جلانا اور کپڑا اپھاڑنا پروانے اور شمع اور گل نے مجھ سے سیکھا۔

(۴۷) فرمایا مجھے قرض لینا دینا دونوں ناپسند ہیں، حضرت ملا جامی رحمہ اللہ

---

(۱) اصل کتاب میں اسی طرح مذکور ہے، لیکن صحیح و جاهلٍ جاهلٍ ہے۔ دیکھئے حاشیۃ الدسوقی علی المختصر: ۱/ ۷۰۷

فرماتے ہیں ؎

مدہ شاں قرض ، مستاں نیم حبہ　　فإن القرض مقراض المحبة

قرض چاہے آدھا دانہ (پیسہ) ہو، نہ دیجیے نہ لیجیے، اس لیے کہ قرض محبت کاٹنے والی چیز ہے۔

(۴۸) فرمایا کہ لوگوں کو مقتدیٰ بننے کا بڑا شوق ہے، مولانا فرماتے ہیں ؎

خویش را رنجور ساز و زار زار　　تاترا بیروں کند از اشتہار

اشتہارِ خلق بندِ محکم ست　　بندِ ایں از بندِ آہن کے کم ست

اپنے آپ کو غمگین اور پریشان حال رکھو تا کہ شہرت سے دور رکھیں، لوگوں میں شہرت ہونا ایک مضبوط بندھن ہے، یہ بیڑی لوہے کی بیڑی سے کیا کم ہے؟

مجھے تو اس مقام کا ایک شعر بہت پسند آیا ہے، اسی کے آگے پیچھے فرماتے ہیں ؎

چشمہا و خشمہا و رشکہا　　برسرت ریزد چو آب از مشکہا

لوگوں کی نگاہیں اور ان کے غصے اور ان کے حسد، تمہارے سر پر ایسی مصیبتیں برسائیں گی جیسے مشکیزوں سے پانی۔

(۴۹) فرمایا کہ ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند　　گر نہ بینی نورِ حق بر ما بخند

آنکھ بند کرو، کان بند رکھو اور ہونٹ بھی بند رکھو، اس کے بعد بھی اگر نور حق نظر نہ آئے تو ہم پر ہنسنا۔

کھلی ہوئی بات ہے، جب چاہو تجربہ کرلو، ملنا جلنا کم کرلو، ادھر ادھر فضول دیکھنا بھالنا بند کردو، معاصی سے اجتناب کرو، اس سے خود بخود فہم وعقل میں نورانیت پیدا ہوگی۔ جو لوگ بک بک بہت کرتے ہیں، ان کا فہم اور عقل برباد ہوجاتی ہے، معاصی سے، ادھر ادھر دیکھنے بھالنے سے حواس منتشر ہوکر عقل خراب ہوجاتی ہے، مشاہدہ کی بات ہے۔

(۵۰) مثنوی شریف کے ایک شعر کی شرح میں فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ صاف دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن ست — کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن ست

دنیا کی شہوت کی مثال کوڑے کرکٹ کی طرح ہے، کہ اس سے تقویٰ کا حمام گرم رہتا ہے۔

(۵۱) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں اس کا بہت اہتمام تھا کہ جمعیت ہو، اس لفظ کو بہت فرمایا کرتے تھے کہ جمعیت بڑی چیز ہے، پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا ؎

احفظ منيك أن يصب فإنه — ماء الحياة يصب في الأرحام

اپنے مادۂ منویہ کی حفاظت کر اس لیے کہ وہ آب زندگی ہے جو رحم عورت میں ڈالا جاتا ہے۔

(۵۲) کوئی صاحب اسعد آفندی نامی مولانا رومی کے سلسلہ کے مثنوی کے درس میں حاضر تھے، حضرت اردو میں تقریر فرما رہے تھے، وہ شیخ بیٹھے محظوظ ہورہے

تھے، مولوی نیاز احمد نے عرض کیا کہ اگر یہ اردو سمجھتے ہوتے تو بہت حظ آتا، فرمایا کہ اس حظ کے لیے اس زبان کی ضرورت نہیں اور برجستہ یہ اشعار پڑھے ؂

پارسی گو گرچہ تازی خوش تر ست عشق را خود صد زبانِ دیگر ست
عشق آن دلبر چو پراں می شود ایں زبان ہاجملہ حیراں می شود

فارسی میں بات کرتے رہو اگرچہ عربی اس سے اچھی ہے، عشق کی خود اپنی دوسری سوزبانیں ہیں، اس محبوب کا عشق جب اڑنے لگتا ہے تو یہ تمام زبانیں حیرت میں پڑ جاتی ہیں۔

(۵۳) فرمایا کہ لوگ غضب کرتے ہیں، خدا کو ایسا سمجھتے ہیں جیسا پنشن یافتہ حاکم، اس کو کچھ اختیار نہیں رہتا، شیخ فریدالدین عطارؒ کتنے بڑے صوفی ہیں، فرماتے ہیں ؂

در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس زاں کہ نہ بود جز خدا فریاد رس

مصائب میں حق تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ مدد مانگ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی فریادرسی کرنے والا نہیں ہے۔

(۵۴) ضرورت شیخ کا ذکر مثنوی شریف میں آیا، فرمایا شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؂

گر روی صد سالہ در راہِ طلب براہ بر نبود چہ حاصل زاں تعب

راہِ طلب میں اگر (بغیر شیخ) سو سال تک چلتے رہو، تب بھی راہ پوری نہ ہوگی تو اس مشقت سے کیا فائدہ؟

(۵۵) مثنوی شریف میں یہ شعر آیا ہے ؎

جز نیاز وجز تضرع راہ نیست زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست

رونے اور گریہ وزاری کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ (حالات اور قلب کے) الٹ پھیر سے ہر وقت آگاہی نہیں ہے۔

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا جو انتقال ہوا تو ان کے چودہ آدمی گھر کے ان سے پیش تر چند ہفتوں کے اندر اندر مر چکے تھے، بڑے صابر تھے، کبھی نہ روئے نہ کوئی بے صبری کی بات منہ سے نکالی، ہاں! ایک مرتبہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے میں نے سنا کہ یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

جذبۂ تسلیم و رضا کو چارۂ در کفِ شیر نر خونخوارۂ

تسلیم ورضا کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے، کہ معاملہ ایک خونخوار شیر کے ہاتھ میں ہے۔

(۵۶) مولانا محمد یعقوب صاحبؒ صاحبِ کشف تھے، دیوبند میں وبا پھیلنے کا کشف ہوگیا تو لوگوں سے صدقہ نکالنے کو فرمایا، اس پر کسی نے گستاخی کی اور کہا معلوم ہوتا ہے مدرسہ میں ضرورت ہوگی وغیرہ، کسی نے مولانا سے ذکر کر دیا، غصہ میں آکر فرمایا یعقوب، یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند، حکیم الامت فرماتے ہیں کہ وبا آنے والی ہی تھی، اس پر گستاخی کا وبال مزید ہوگیا، واقعی سچ کہا ہے ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد تا دلے صاحبدلے نامد بہ درد

بس تجربہ کردیم دریں دیرِ مکافات با دردکشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

کسی قوم کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرتا جب تک کہ کسی اللہ والے کے دل کو دکھاتے نہیں، اس بدلہ کے گھر (دنیا) میں ہم نے خوب تجربہ کیا، اللہ والوں کے ساتھ جو الجھا وہ مارا گیا۔

(۵۷) ملفوظ ۵۲۷ میں ایک صاحب کا قصہ نقل فرمایا، جن کو ایک گولی لگی تھی، جب دوسری گولی لگی تو پہلی بھی باہر نکل گئی، اس پر فرمایا۔

دردم نہفتہ بہ ز طبیبانِ مدعی   باشد کہ از خزانۂ غیبش دوا کنند

مدعی طبیبوں سے تو میرا درد پوشیدہ رہے یہی اچھا ہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے اس کی دوا کرے۔

(۵۸) ایک ملفوظ میں ذکر تھا کہ لوگ غلط اعتراضات کرتے رہتے ہیں؛ مگر اس پر توجہ کی ضرورت نہیں۔

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند   آرے آرے می کنم باخلق و عالم کار نیست

لوگ کہتے ہیں کہ خسرو بت کی پوجا کرتا ہے، جی ہاں کرتا ہوں، مجھے لوگوں اور دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔

عرض کیا کسی سے کوئی کچھ کہا کرے:

(۵۹) فرمایا کہ آج کل تو شرافت و ریاست کا وہ خلاصہ رہ گیا ہے جو میرے سب سے چھوٹے ماموں صاحب نے اس شعر میں دکھلایا ہے۔

ہے شرافت تو کہاں بس شر و آفت ہے فقط
ست ریاست سے گیا صرف ریا باقی ہے

(٦٠) ایک حکیم صاحب نے احوالِ باطنی لکھ کر پیش کیے، آخر میں پنسل سے لکھا کہ آپ کو اور دیگر حضرات کو لوگ برا بھلا کہتے ہیں، اس سے بہت صدمہ ہوتا ہے وغیرہ، حضرت نے ان کو بہت تفصیل سے سمجھایا اور یہ بھی فرمایا کہ ایسوں سے وابستہ ہو جئے جن کو سب اچھا کہیں، حضرت یہاں تو یہ حالت ہے ؎

درکوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند　　گر نمی پسندی تغیر کن قضا را

نیک نامی کے کوچہ میں ہمیں جانے نہ دیا، اگر تمہیں یہ حالت ناپسند ہے تو نوشتۂ تقدیر کو بدل ڈالو۔

پھر ارشاد فرمایا کہ جو شخص دوست میں مشغول ہو اس کو فرصت کہاں کہ دشمن کی طرف متوجہ ہو ؎

گر ایں مدعی دوست بشناختے　　بہ پیکارِ دشمن نہ پر داختے

اگر یہ (عشق کا) دعوے دار (حقیقی معنی میں) دوست کو پہچانتا ہوتا تو دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول نہ ہوتا۔

(٦١) فرمایا کہ قلب کیا ہے، سرائے ہے، کوئی کسی کوٹھری میں نورِ حق ہوتا تو یہ خرافات کہیں قلب میں رہ سکتی تھیں ؎

عشق آں شعلہ ست کو چو برفروخت　　ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق ایک ایسا شعلہ ہے کہ جب وہ بلند ہوتا ہے تو معشوق کے علاوہ ہر چیز کو (دل میں سے) جلا دیتا ہے۔ نورِ حق وہ چیز ہے کہ جب پھیلتا ہے تو ساری کوٹھریوں کو بھر دیتا ہے۔

(٦٢) فرمایا کہ ہمیں جنید بغدادیؒ سے کیا مطلب، ہمیں تو حضرت حاجی صاحب چاہیے، سو واقعی ؎

دل آرامے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

تو جس محبوب سے تعلق رکھتا ہے، اپنے دل کو اسی میں لگا اور تمام دنیا سے آنکھیں بند کر لے۔

(٦٣) فرمایا کہ اگر ہم پانچ ہی کی خدمت کی قدرت رکھتے ہیں؛ لیکن نیت یہ ہے کہ اگر قدرت ہوتی تو سو کی خدمت کرتے تو ہمیں اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا سو کی خدمت کرنے میں ملتا؛ بل کہ یہ تو اور بھی اچھا ہے کہ دماغ رہا ہلکا اور ثواب ملا پورا۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ اور طریقہ سے کہتے ہیں ؎

سر جدا کرد از تنم یارے کہ باما یار بود
قصہ کوتاہ کرد ورنہ دردِ سر بسیار بود

میرے بدن سے اس دوست نے سر جدا کر دیا جو ہمارا دوست تھا، معاملہ نمٹا دیا ورنہ دردِ سر بہت تھا۔

(٦٤) حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ بہت روز سے بیمار ہوں، سخت قلق ہے کہ حرم میں نماز نصیب نہیں ہوئی، صحت کی دعا فرما دیجیے، حضرت نے دعا کر دی۔ ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ عارف کو اس کا بھی رنج نہیں ہوتا کہ بیماری کی وجہ سے حرم میں نماز نصیب نہیں ہوئی؛ کیوں کہ مقصود تو رضا ہے، اس کے مختلف طرق ہیں، جیسا یہ طریق ہے کہ حرم میں جماعت

سے نماز پڑھیں، یہ بھی ایک طریق ہے کہ بیمار ہو جائیں اور بیماری پر صبر کریں۔اور ایک مثال دے کر فرمایا ؎

دست بوسی چوں رسید از دستِ شاہ پائے بوسی اندراں دم شد گناہ

جب دست بوسی کا حکم بادشاہ ہی کی طرف سے پہنچے تو اس وقت پابوسی گناہ قرار پائے گی۔

(۶۵) فرمایا کہ اگر حکیم صاحب یہاں کچھ روز رہیں تو انہیں اس فن میں تو میں فاضل بنادوں یعنی فضول اور غیر فضول کی تمیز میں؛ کیوں کہ بھولے ہیں، ایک دفعہ کی بات ذہن میں آتی نہیں ؎

بہر چہ از دوست وامانی چہ زشت آں حرف وچہ زیبا
بہر چہ از یار دورافتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا
ہر چہ جز ذکر خدائے احسن ست
گر شکر خواریست آں جاں کندن ست

جس کی وجہ سے تو دوست سے دور ہے وہ بات کیا اچھی کیا بری برابر ہے، جس کی وجہ سے تو دوست سے دور پڑے کیا برا وہ نقش اور کیا اچھا برابر ہے، جو کچھ کہ خدائے پاک کے ذکر کے سوا ہے، اگرچہ شکر کھانا ہے (تو وہ بھی) روح کو تکلیف دینا ہے۔

(۶۶) ایک موقعہ پر اس مضمون پر کہ کتابوں میں کیا رکھا ہے، یہ شعر پڑھا ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن سینہ را از نورِ حق گلزار کن

تمام کتابیں اور تمام اوراق آگ میں ڈالو، سینہ کو نورِ حق سے گلزار بناؤ۔

(٦۷) فرمایا کہ اب تو سوائے تھانہ بھون کے کسی جگہ جی ہی نہیں لگتا، یہ حالت معلوم ہوتی ہے۔

تولائے مردانِ ایں پاک بوم   بر انگیختم خاطر از شام و روم

اس پاک سرزمین کے رہنے والے لوگوں کی محبت نے میرا دل شام اور روم سے اٹھادیا۔

(٦۸) فرمایا کہ واقعی کثرتِ کلام اور بک بک سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

دل زپر گفتن بمیرد در بدن   گرچہ گفتارت بود درّ عدن

زیادہ بولنے سے دل مرجاتا ہے، چاہے آپ کی باتیں عدن کے موتی کیوں نہ ہوں۔

(٦۹) عرض کیا گیا کہ صبح کو بہت غلبہ نیند کا ہوتا ہے، نیند پوری نہیں ہوتی، فرمایا کہ صبح کے وقت خوب سویا کیجیے، پھر فرمایا کہ ہمارا سونا ہی اچھا ہے، ورنہ بیداری میں معصیت ہی کرتے رہتے ہیں اور کچھ نہیں تو وسوسے ہی معصیت کے آتے رہتے ہیں، ہمارا سونا تو ویسا ہے جیسا۔

ظالمے را خفتہ دیدم نیم روز
گفتم ایں مردہ ست خوابش بردہ بہ

ایک ظالم کو دوپہر کے وقت سویا ہوا دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ آدمی مردہ ہے، سویا ہوا رہے یہی اچھا ہے۔

(۷۰)فرمایا کہ صاحب بات یہ کہ جس میں اصل نہ ہو گی نقل سے وہی پوت پورا کرے گا ۔

نباشد اہلِ باطن در پئے آرائشِ ظاہر
بہ نقاش احتیاج نیست دیوارِ گلستاں را

اہلِ باطن ظاہری زینت کے پیچھے نہیں پڑتے، باغ کی دیوار کو نقش کار کی ضرورت نہیں۔

(۷۱)فرمایا کہ تصنع واہیات ہوتی ہے اور اصلی حسن تو ہر حال میں اچھا ہی معلوم ہوتا ہے،اس کا تو یہ حال ہوتا ہے ۔

چلی شوخی نہ کچھ بادِ صبا کی بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

(۷۲)استجازتاً عرض کیا گیا کہ حضرت حاجی صاحب کے حجرے میں بغرض برکت حاصل کرنے کے کبھی کبھی ذکر کرنے بیٹھ جاتا ہوں،فرمایا کیا مضائقہ ہے، پھر یہ شعر فرمایا ۔

درمنزلِ جاناں روزے رسیدہ باشد با خاکِ آستانش داریم مرحبائی

جس منزل میں کہ محبوب کسی دن پہنچا ہو،اس کے آستانہ کی خاک سے بھی ہم خوش آمدید رکھتے ہیں۔

(۷۳)ایک صاحب کے جواب میں لکھا کہ یہ حالت مقصود نہیں ؛ تا کہ مفقود ہونے پر ان کو پریشانی نہ ہو اور یہ شعر بھی لکھ دیا ۔

باغ سبز عشقِ وے کہ منتہا ست جز غم و شادی درو بس میوہا ست

اس ذات کے عشق کا باغ سبز جو کہ ہر چیز کا منتہی ہے، اس باغ میں غم اور خوشی کے علاوہ بہت سے میوے ہیں۔

(۷۴) فرمایا کہ مجھے خاص طور سے اہتمام ہے کہ مخلوق کو دوسرے سے ایذا نہ پہنچے۔

مباش در پئے آزار ہر چہ خواہی کن ‍ ‍ ‍ ‍ کہ درشریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

کسی کی ایذارسانی میں مت لگو جو چاہے کرو، ہماری شریعت میں اس کے علاوہ کوئی گناہ نہیں۔

(۷۵) حضرت نے فرمایا کہ جو میرے اختیار کی بات نہیں اس کو میں کیا کر سکتا ہوں، باقی اپنی طرف سے سب کو دل سے معاف کرتا رہتا ہوں ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیرِ مکافات ‍ ‍ ‍ ‍ با درد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

اس دنیا میں ہم نے بہت تجربہ کیا کہ اللہ والوں کے ساتھ جو الجھا وہ مارا گیا۔

(۷٦) مثنوی شریف میں یہ شعر آیا ہے ؎

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں ‍ ‍ ‍ ‍ می دہد حق آرزوئے متقیں

تو ایسا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کی دلی مراد پوری کرتا ہے۔

فرمایا: حدیث شریف میں حضرت عائشہؓ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب منقول ہے "ما أرى ربك إلا يسارع في هواك"۔(۱)

(۱) بخاری شریف: رقم: ۴۷۸۸، ۵۱۱۳، مسلم شریف: رقم: ۱۴۶۴

(۷۷) کسی نے عرض کیا کہ موت کی تمنا کیسے ہو؟ فرمایا: اس کے لیے ذکر اللہ کی کثرت سے بہتر کوئی چیز نہیں، فرمایا کہ دوسرے خیالی لوگوں سے یہ کہنے کو دل چاہا کرتا ہے ۔

خواب را بگذار امشب اے پسر یک شبے در کوئے بے خواباں گزر

سونے کو چھوڑ آج رات اے بیٹے، ایک رات نہ سونے والوں کی گلی میں گزار۔

(۷۸) ایک دفعہ مولانا فتح محمد صاحب خلوت میں حاضر ہوئے، حضرت ان سے باتیں کرتے رہے، وقت زیادہ ہوگیا، مولانا نے بطور معذرت عرض کیا، حضرت کے اوراد اور عبادت میں آج حرج ہوا، فرمایا: احباب کی اور اہلِ دل کی دل جوئی کرنا کیا عبادت نہیں؟ غرض حضرت کو شفقت بہت زیادہ تھی، حضرت سے نفع زیادہ ہوا اس واسطے کہا ہے:

بندۂ پیرِ خراباتم کہ لطفش دائم است زانکہ لطفِ شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

میں اس پیر کامل کا غلام ہوں کہ جس کا لطف ہمیشہ ہے، اس لیے کہ شیخ اور زاہد کا لطف کبھی ہے اور کبھی نہیں۔

(۷۹) فرمایا: حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں ہوتا تو منصور کے قتل کے فتویٰ میں کبھی شریک نہ ہوتا، فرمایا حضرت والا نے: منصور پر یہ ظلم فتویٰ کی آڑ میں کیا گیا جیسا کہ مثنوی میں موجود ہے ۔

چوں قلم در دستِ غدارے فتاد لاجرم منصور بردارے فتاد

جب قلم غدار کے ہاتھ پہنچا تو بے شک منصور سولی پر پہنچے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے بعض وہ خطوط جن میں ادبی چاشنی پائی جاتی ہے

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ سے کون ناواقف ہے، اپنے زمانے کے قطب الارشاد، مفسر قرآن، فقیہ ومحدث اور تصوف کے امام، صدہا تصانیف کے مصنف، ہزار ہا علما وفضلا ان کے مرید ومسترشد۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کہ جن کا شمار خود بھی ہندوپاک کے بلند پایہ مصنفوں اور صاحبِ طرز ادیبوں میں تھا، مولانا تھانویؒ سے اصلاحی تعلق رکھتے تھے، مختلف موضوعات پر صدہا خطوط کا سلسلہ کئی سال جاری رہا۔ ۱۹۴۸ء میں ان ہی مکتوبات کو ''نقوش وتاثرات'' کے نام سے مولانا دریابادیؒ نے شائع کیا جو ایک بیش بہا علمی خزانہ ہے، مولانا تھانویؒ کا طرزِ تحریر خالص عالمانہ ہے؛ مگر ہندوستان کے علما کی خصوصیت ہے کہ ان کا تعلق ادب سے بھی برابر گہرا رہا۔ حضرت تھانویؒ نے تو مثنوی شریف جیسی فارسی کی بلند ادبی حیثیت رکھنے والی کتاب کی شرح بھی لکھی، اس لیے مواعظ ومکاتیب میں جابجا فارسی اشعار نظر آتے ہیں؛ نیز حضرت کی بعض لطیف عبارتیں تو ایسی ہیں کہ طبیعت پڑھ کر اچھلنے لگتی ہے، حضرت تھانویؒ کا ادبی ذوق بلند تھا؛ مگر ان کے ہاں ادب برائے اصلاح تھا اور بس۔

ان مکتوبات میں سے بعض وہ مکتوبات جن میں ادبی چاشنی پائی جاتی ہے، بطورنمونہ پیش خدمت ہیں، کاش کہ حضرت تھانویؒ کے ان جملہ مکاتیب کو جو ہندوپاک کے بہت سے علما وفضلا کے پاس موجود ہیں، جمع کرلیا جاتا تو علم کا ایک نادرخزانہ ہاتھ آجاتا، اللہ تعالیٰ کسی بندہ کوتوفیق عطافرمائے۔آمین!

(۱)

مولانا عبدالماجد القادری البدایونی صاحب نے ''شاردا ایکٹ'' کے خلاف کان پور میں ایک جلسہ طلب کیا تھا، حضرت اقدس تھانویؒ کو بھی اس میں شرکت کے لیے دعوت نامہ مع ایک مکتوب ارسال کیا گیا، مولانا بدایونی صاحب اور حضرت تھانویؒ میں عقائدی اختلاف تھا؛ مگر حضرتؒ نے جس انداز میں جواب تحریر فرمایا وہ قابلِ داد ہے: از ناکارہ وآوارہ اشرف علی غفرلہٗ

بہ گرامی خدمت عالی درجت مخدومنا معظمنا ادام اللہ تعالیٰ افاداتہم وافاضاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

باوجود میرے ناقابل خطاب ہونے کے مجھ کو خطاب سے سرفراز فرمانا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کس طرح شکرادا کروں، بجزاس کے کہ ؎

از دستِ گدائے بے نوا ناید ہیچ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

جس خدمت کے لیے مجھ کوارشاد ہوا ہے، اول تو اس کا دینی خدمت ہونا، پھرمزید برآں جناب کا حکم ہونا، فی نفسہٖ کسی عذر کا متحمل نہیں؛ لیکن اگرکوئی عذرحدعذر سے متجاوز ہوکرحدعجز تک پہنچ گیا ہو، غالباً اس کا پیش کردینا نقض امر نہ ہوگا، اسی غرض

(۱) ترجمہ: فقیر بےنوا صدقِ دل سے دعا کرنے کے علاوہ کیا خدمت انجام دے سکتا ہے۔

سے چھپا ہوا عذر نامہ پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں اور بجائے شرکتِ جسمانی کے شرکتِ روحانی پر جس کا ظہور بصورت دعا ہو رہا ہے، اکتفا کرنے کی اجازت چاہتا ہوں اور علاوہ دعا کے خدمات محتملہ کے متعلق شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو اپنے کچے چٹھے کا کاشف اور شفیع بناتا ہوں ؎

آں راکہ عقل و ہمت وتدبیر ورائے نیست
خوش گفت پردہ در کسے در سرائے نیست (۱)

والسلام ...... ازتھانہ بھون، ۴/رجب ۱۳۴۸ھ

مولانا دریابادیؒ تحریر فرماتے ہیں: یہ ہے خشک مزاج، درشت مزاج، مولانا تھانویؒ کا جواب، اپنے سے ایک کہیں کم عمر اور اعتقادی اور سیاسی دونوں حیثیتوں سے ایک مخالف کیمپ کے مولوی صاحب کے نام۔

خشک مزاج و درشت مزاج کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہوگیا (۲)

(۲)

اخبار ''سچ'' میں ایک مضمون ظہور مسیح دجال پر نکل رہا تھا، لکھنے والے خانقاہ جیلانیہ کے عبداللہ شاہ قادری صاحب تھے، مولانا دریابادی رحمہ اللہ نے اس مضمون کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کی رائے بھی معلوم فرمائی، مولانا کے جواب کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمائیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''اصل سبب اس توسع کا مذموم نہیں یعنی حسنِ ظن، لیکن ہر شئ کے حدود

(۱) ترجمہ: وہ شخص جس میں عقل وہمت اور تدبیر ورائے نہیں ہے، اُس نے بہت اچھا کہا کہ گھر میں کسی سے پردہ نہیں ہے۔
(۲) نقوش وتاثرات: ص ۹۸

ہوتے ہیں، حسنِ ظن کی بھی ایک حد ہے، اس سے تجاوز ایسا ہے جیسے غذائے لطیف و مقوی کی مقدار معقول سے متجاوز کر کے تخمہ کا سبب بن جاتی ہے؛ چناں چہ شیخ سعدی شیرازیؒ نے جہاں گلستاں میں حسنِ ظن کی تعلیم فرمائی ہے:

ہر کرا جامۂ پارسا بینی پارساداں و نیک مرد انگار (۱)

وہاں بوستاں میں اس کی حد بتلانے کو یہ بھی فرمایا ہے ؎

نگہدار آں شوخ در کیسہ دُر کہ داند ہمہ خلق را کیسہ پُر (۲)

یعنی قبل تجربہ و امتحان سب کے ساتھ معاملہ احتیاط کا کرے، اسی طرح ہر صالح صورت عالم نام کا ادب وعظمت تو ضروری ہے؛ مگر اس کی تحریر و تقریر کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنا جس کا اثر اپنے نفس پر یا دوسروں کے نفس پر ایسے رنگ میں ہو جو بڑی خطرناک ہے، یہ حد سے تجاوز ہے۔

میرا یہ معروضہ اگر موجبِ ثقل ہو، معافی کے بعد مطلع فرمادیا جائے؛ تا کہ آیندہ صرف دوستی کا علاقہ رکھوں اور حد مشورہ میں قدم نہ رکھوں۔'' والسلام اشرف علی

مولانا دریابادیؒ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا کی اصل تنقید تو آگے چل کر آئے گی، سردست دادِ مکتوب کی جامعیت وبلاغت کی دے لینے دیجیے، تبلیغ کی تبلیغ اور پھر اتنی نرم وشیریں زبان میں .....! حق کون کہتا ہے کہ ہمیشہ کڑوا ہی ہوتا ہے؟ تنقید مضمون نگار کے اصل مضمون پر جو ہوئی وہ تو ہوئی، باقی خود ایڈیٹر کی تنبیہ بھی بہت برمحل رہی۔ (۳)

---

(۱) ترجمہ: جس شخص کو بھی نیک لوگوں کے لباس میں ملبوس دیکھے، اُسے نیک گمان کر۔ (۳) نقوش وتاثرات: ص ۱۰۴

(۲) ترجمہ: وہی چالاک موتیوں کو تھیلی میں محفوظ رکھ سکتا ہے جو سب کو جیب کترا سمجھتا ہے۔

(۳)

کانگریس میں شرکت وعدمِ شرکت کے مسئلہ میں حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ میں رائے کا اختلاف تھا، مولانا دریابادیؒ کا تعلق دونوں سے برابر تھا، چوں کہ مولانا دریابادیؒ حضرت مدنیؒ سے بیعت بھی تھے، حضرت تھانویؒ نے اس خیال سے کہ اس سیاسی اختلاف کا ان کے شیخ کی طبیعت پر اثر ہو، مولانا دریابادیؒ کو تھانہ بھون کی آمدورفت موقوف کرنے کا مشورہ دیا۔ مولانا دریابادیؒ نے حضرت تھانویؒ کو خط ارسال فرمایا، وہ بھی قابلِ مطالعہ ہے، یہاں حضرت تھانویؒ کے جواب کا مطالعہ فرمایئے:

مشفقی ومکرمی!......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) یہ مصلحت مضائقہ نہ تھا؛ لیکن آپ کی طبیعت جو محبت کا محل ہے فتویٰ عقلی پر جو مصلحت کا منشا ہے غالب آ گئی، جس میں آپ معذور بھی ہیں، یہ ظالم محبت اکثر مصلحت پر ظلم کر کے غالب آ جاتی ہے۔

(۲) اس پر مجھ کو بے ساختہ شعر یاد آ گیا:

عشق را نازم کہ یوسف را بازار آورد ہمچو صفا زاہدے را زیرِ ناز آورد(۱)

مگر اب میں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ آپ کا لقب بجائے فلسفی کے عاشق ہونا چاہیے، اس لیے کہ فلسفی ہمیشہ عقل کو غالب رکھتا ہے اور عاشق طبیعت کو۔

(۳) میں نے جو کچھ مشورہ دیا تھا اپنی کسی مصلحت سے نہیں بل کہ محض آپ کی مصلحت سے دیا تھا کہ خدانخواستہ مولانا سے آپ کو بُعد نہ ہو جائے، میرا تو بل کہ ایک نقصان ہی تھا کہ ایک دوست کم ہوتے تھے؛ مگر میں (گو مدعی ایثار نہیں لیکن)

(۱) ترجمہ: عشق پر ناز کرتا ہوں جو یوسفؑ کو بازار میں لے آیا، اسی طرح صفائِ قلب زاہد کو ناز کی طرف لے آتی ہے۔

الحمدللہ کہ دوسروں کی مصلحت کوخصوص دوستوں کی مصلحت کواپنے مصالح پرمقدم رکھنے پر پسند کرتا ہوں اور کبھی عمل بھی نصیب ہو جاتا ہے، میں مشورہ کا حق ادا کر چکا، اب اگر خدانخواستہ مولانا کو کوئی گرانی ہوئی تو میں سبک دوش ہوں، آپ سرآنکھوں پر آئیں۔

اشرف علی

مولانا دریابادیؒ تحریرفرماتے ہیں:

کیسے ظالم یا نابینا ہیں وہ دانا دشمن یا نادان دوست جنہوں نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو''خشک'' یا''چوب خشک'' خود سمجھا' یادوسروں کو سمجھایا۔(۱)

(۴)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی بیوی صاحبہ کا بغرض علاج لکھنؤ سفر ہوا، اتفاق سے مولانا دریابادیؒ کواس کی بروقت اطلاع نہ ہوسکی، انہوں نے اپنے کسی مکتوب میں نیازمندانہ شکایت تحریرفرمائی، حضرت اقدس تھانویؒ کا جواب آیا:

''میں تو شکایت کو نازمندانہ قرار دے کرمحظوظ ہوں، واقعی میرا ذہن اس طرف اس لیے نہیں گیا کہ دریاباد اور لکھنؤ کا فاصلہ مجھ کو معلوم نہ تھا، وہ ابھی لکھنؤ سے نہیں آئیں، خواجہ صاحب سے مدت قیام پوچھ کر حال معلوم ہوسکتا ہے، اگر گھر میں تکلیف فرما کر مل لیں گی تو ملیں گی وہ؛ اور مسرور ہوں گا میں۔''

مولانا دریابادیؒ تحریرفرماتے ہیں:

اس آخری فقرہ کی لطافت کیا اردو کے نامور شاعروادیب غالب کے لطیف فقروں سے کچھ کم ہے۔(۲)

---

(۱) نقوش وتاثرات: ص۱۷۴ (۲) نقوش وتاثرات: ص۲۰۷-۲۰۸

(۵)

۱۹۳۱ء کے اواخر میں تحریکِ خلافت کے پُر جوش کارکن وجمعیۃ العلما کے ممتاز رکن مولانا عبدالماجد بدایونی قادری کا انتقال ہوگیا تو مولانا دریابادیؒ نے دعائے مغفرت کے لیے حضرت تھانویؒ کو خط لکھا، ۱۸ر دسمبر کو حضرت تھانویؒ کا جواب آیا:

''میں کل کے خط کا جواب لکھ کر روانہ کر چکا ہوں کہ دوسرا کارڈ آیا، جس سے ایک محبّ اسلام واہلِ اسلام کی مفارقت ناسوتی کا علم ہو کر قلق ہوا، رائے کا اختلاف میری نظر میں کچھ زیادہ وزنی نہیں ہے، اصول اور نیت پر نظر رہتی ہے، سو مرحوم کے متعلق اس کے خلاف کوئی بات نہیں سنی گئی، اس لیے خاص قلق ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رحمت ومغفرت کا معاملہ فرماویں اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ مجھ سے جو فرمائش ان کی گفت وشنید کے معاف کرنے کے متعلق فرمائی ہے، میں اس کا اس لیے شکر گزار ہوں کہ اس میں دو مسلمانوں کا بھلا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ میرے قلب میں بحمداللہ تعالیٰ کسی کی طرف سے غِل نہیں ہے، اور ایسی گفت وشنید میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ ان کو گناہ بھی نہ ہوتا تھا، کیوں کہ وہ روایات کے تحت معذور ہیں، اس لیے معافی کی حاجت بھی نہیں، لیکن اس سے آپ کی طبیعت خوش نہ ہوگی، اس لیے آپ کے مذاق کا اتباع کر کے صریح الفاظ میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! میں نے سب کچھ ان کو معاف کیا آپ بھی معاف فرمائیں، اور ان کو تو ایک خاص امتیاز تھا کہ وہ بدایوں کے متوطن تھے جو وطن ہے ہمارے شیخ المشایخ حضرت سلطان جیؒ کا، میں تو خیر اہلِ بدایوں کے لیے یہ سمجھ کر ایسے امور گوارا کرتا ہوں کہ ''بدا.... یوں'' ہی تھا، حضرت مولانا کی زیارت مبارک ہو۔''

مولانا دریابادیؒ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا (وہی خشک مزاجی کے لیے بدنام مولانا) رعایت لفظی کے استاد ماہر تھے، بدایوں کی مناسبت سے پورا فقرہ ''بدا...... یوں'' ہی تھا' کیا خوب۔(۱)

(٦)

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے تحریراً فرمایا کہ اب تو یہ تحریر لکھا جاچکا کہ ادھر دعا کے لیے عریضہ روانہ ہوا، ادھر قبول دعا کے آثار نمایاں ہوگئے، اور حضرت رومیؒ کے قول کی تصدیق ہوگئی:

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں
می دہد یزداں مرادِ متقیں(۲)

حضرت تھانویؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

''جب تک میرے پاس خط نہ پہنچے اس وقت تک ''تو چنیں خواہی'' کا مصداق آپ ہوں گے، الحمدللہ! بہت تواضع کے بعد ایک کمال کا تو اقرار کیا۔''

مولانا دریابادیؒ فرماتے ہیں:

مولانا جس لطیف انداز سے مزاح فرماتے رہتے اس کی مثالیں تو اوپر بھی جابجا گزر چکی ہیں، باقی یہ'' تو چنیں خواہی'' کے تحت میں لطیفہ تو بھولنے والی چیز نہیں...!(۳)

---

(۱) نقوش وتاثرات: ص۲۲۰-۲۲۱ (۳) نقوش وتاثرات: ص۲۲۴

(۲) ترجمہ: تو ایسا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کی دلی مراد پوری کرتا ہے۔

(۷)

مولانا عبدالماجد صاحب نے سہیل صاحب اعظمی کی ایک پُر لطف فارسی نظم جو حضرت مدنیؒ کے خیر مقدم میں پڑھی گئی تھی، حضرت اقدس تھانویؒ کی خدمت میں ارسال فرمائی، حضرت تھانویؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

''واقعی نفیس ہے اور لطف یہ کہ سلیس ہے، گویا سہل ممتنع ہے، میں نے نقل کر لی۔''

مولانا دریابادیؒ نے اسی مکتوب میں لکھا تھا:

''اللہ آپ کا ان کا دونوں بزرگوں کا سایہ مدتوں قائم رکھے، بعد میں لوگ ان صورتوں کو ترسیں گے۔''

حضرت تھانویؒ نے تحریر فرمایا:

''حسب وعدۂ صادق ومصدوق بہت سے بادل پیدا ہوتے رہیں گے جو ہم سے زیادہ 'برسیں گے۔''

مولانا دریابادیؒ تحریر فرماتے ہیں:

وسط مکتوب گرامی میں ''نفیس'' کا قافیہ ''سلیس'' اور میرے ''ترسیں گے'' کے جواب میں ''برسیں گے'' یہ ان ہی ''خشک'' مولانا کے قلم سے ہے۔(۱)

(۸)

مولانا دریابادیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں کئی مہینے کے بعد حاضر خدمت ہونے کی اطلاع کی۔

---

(۱) نقوش وتاثرات: ص۲۳۳

حضرت تھانویؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

ادائے حقِ محبت عنایتے ز دوست (۱)
وگرنہ عاشقِ مسکین بہ ہیچ خورسند است (۲)

(۹)

مولانا دریابادیؒ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

لکھنؤ مولانا مناظر احسن گیلانی بیمار ہوکر علاج کے لیے آئے ہیں، میرے دوست ہی نہیں محبوب بھی ہیں، اب ادھر چندروز لکھنؤ ان کے پاس گزارنے ہیں، خدا کرے وہ جلد شفایاب ہوکر روانہ ہولیں، اس وقت انشاءاللہ حاضری کا قصد کروں گا۔''

حضرت تھانویؒ نے اس فقرہ پر جواب تحریر فرمایا:

''مناظر احسن کے مناظر احسن واہم ہیں، عجلت نہ فرمائیے، جب تک کافی اطمینان نہ ہوجائے۔''

(۱۰)

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے اپنے تھانہ بھون کے قیام میں ایک روز کئی کھانے قورمہ' مرغ' پلاؤ وغیرہ پکوا کر حضرت کی خدمت میں روانہ کردیئے، رسید میں حسب ذیل پرچہ موصول ہوا:

''ماشاءاللہ! کل کھانا اتنا بھیجا کہ نصف کے قریب بڑے گھر بھیج دیا، بقیہ

---

(۱) ترجمہ: محبت کا حق ادا کرنا دوست کی طرف سے ایک عطیہ ہے، ورنہ بے چارہ عاشق تو تھوڑی چیز پر خوش ہوجاتا ہے۔
(۲) نقوش وتاثرات: ص۲۴۴

چھوٹے گھر کے پورے خرچ کے لیے کافی ہو گیا اور پھر بھی بچ رہا، حقیقت اس کی تألف تھی؛ مگر صورت اس کی تکلف کی ہوگئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ!''(۱)

(۱۱)

مولانا دریابادیؒ نے اپنے کسی مکتوب میں تحریر فرمایا:

''آپ نے فرطِ کرم سے مجھے جو آزادیاں دے رکھی ہیں، ان ہی کے بل پر گستاخانہ سب کچھ لکھ ڈالتا ہوں اور سب کچھ بک جانے کے بعد یہ مصرع بھی پڑھ لیتا ہوں:

خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم(۲)

حضرت تھانویؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

گفتگوئے عاشقاں در کارِ رب(۳)
جوششِ عشق است نے ترکِ ادب(۴)

☆☆☆☆☆

(۱) نقوش وتاثرات: ص۲۹۶

(۲) میں نے خطا کی ہے اور اللہ سے امید رکھتا ہوں۔

(۳) ترجمہ: کارِ خداندی کے سلسلے میں عاشقوں کی گفتگو، جوشِ عشق کا نتیجہ ہوتی ہے نہ کہ ترکِ ادب

(۴) نقوش وتاثرات: ص۳۰۶

مثنوی گلزارابراہیم-علم ومعرفت کاخزانہ

(۱) حضرت مولاناشاہ حکیم اختر صاحب مدظلہٗ صاحبِ دل بزرگ ہیں، ان کے مواعظ بڑے مؤثر و دل پذیر ہوتے ہیں، ان کا رسالہ ''تعلق مع اللہ'' کا مطالعہ کر رہا تھا جو بہت مفید اور دل پر اثر کرنے والا معلوم ہوا، اس رسالہ میں حضرت تھانویؒ کا یہ ملفوظ دیکھا:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو کتابیں جو پڑھ لے گا وہ خدا کے عشق ومحبت کی دولت پا جائے گا۔ ایک مثنوی مولانا رومؒ اور دوسری گلزارابراہیم، یہ اللہ کی تڑپ پیدا کرنے والی کتابیں ہیں، مثنوی شریف تو کبھی کبھی مطالعہ میں رہتی ہے؛ مگر گلزارِابراہیم کو پڑھنے کا کبھی موقع نہیں ہوا۔

(۲) حضرت تھانویؒ کے اس ارشاد کو دیکھنے کے بعد اس کتاب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ ایک عزیز کو کتاب کی تلاش پر لگایا تو انہوں نے دارالعلوم فلاحِ دارین کے کتب خانہ سے گلزارِابراہیم کا ایک قدیم نسخہ مطبوعہ ۱۲۸۹ھ لاکر پیش کیا، ۱۲۵/سال پرانا نسخہ دیکھ کر مسرت ہوئی (۱)۔ مصنفؒ کے حالات تو ناچیز کو معلوم نہ ہو سکے؛ مگر جوں جوں مثنوی کے اشعار پڑھتا گیا دل پر اس کا اثر بڑھتا گیا، واقعی یہ کتاب گنجینۂ معرفت ہے۔ مصنف نے بالکل صحیح تحریر فرمایا ہے ؎

خلق پر میں نے کیے ہیں یہ نثار گوہرِ تاباں و درِّ آب دار

(۱) یہ نسخہ ۱۲۸۹ھ میں مطبع حیدری سے طبع ہوا ہے۔ سرورق پر کسی مولوی ابوالحسن صاحب کی طرف منظوم کلام کو منسوب کیا گیا ہے۔

(۳) ہمارے ہندوستانی علما کا کمال ہے کہ انہوں نے بہت سلیس اورسادہ زبان میں توحیدورسالت اورعلم ومعرفت کے مسائل سمجھا دیئے، ''گلزارِابراہیم'' میں ایک فقیر بےنوا کی داستانِ عشق کو بیان کرتے ہوئے علم ومعرفت کے جوموتی پروئے گئے ہیں، وہ اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ ان بزرگوں نے ادب کومخلوقِ خداکوخداتعالیٰ سے جوڑنے اوران میں عشقِ الٰہی کی آگ بھڑکانے کے لیےاستعمال کیا، برخلاف اس دورکے اکثر اصحابِ قلم کے کہ ان کا ادب خدابےزاری اورنفس پرستی کی دعوت دیتارہتاہے جس نے انسانیت کوہلاکت کےغارمیں ڈھکیل دیاہے۔

(۴) مولانااسماعیل خاں میرٹھی نے اردوزبان سکھانے کے لیے پانچ حصے مرتب فرمائے ہیں، مگرزبان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں میں عقائدِ صحیحہ بھی راسخ کرتے جاتے ہیں، وہ پڑھاتے ہیں گائے کاسبق، مگرابتدایوں ہوتی ہے ؎

رب کاشکراداکر بھائی جس نے ہماری گائے بنائی

چندشعروں کے بعدفرماتے ہیں:

دودھ، دہی اورمٹھامسکا، دے نہ خداتوکس کے بس کا

سبحان اللہ! پہلے مصرعہ میں زبان سکھائی جارہی ہےاوردوسرےمصرعہ میں خداتعالیٰ کےساتھ تعلق پیداکیاجارہاہے، یہ کمال ہےان اللہ والوں کا۔اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کونورسےبھردے۔آمین!

(۵) مثنوی گلزارابراہیم بھی ۱۲۵ رسال قبل کی کتاب ہے، مگرزبان میں جو روانی اورشستگی ہےوہ پڑھنے سےتعلق رکھتی ہے،اورکتاب کےایک مصرعہ سےمعلوم

ہوتا ہے کہ ایسی سلیس زبان کو بھی اُس دور میں ہندی زبان کہا جاتا تھا، بہر حال اس کو اردو کہیں یا ہندی؛ مگر ہے یہ مثنوی ادبِ اسلامی کا بہترین نمونہ اور اس قابل ہے کہ ہمارے طلبہ اس کو بار بار پڑھیں۔

(۶) کتاب کے شروع میں جو عبارت ہے وہ صدی قبل کی اردو زبان کا نمونہ ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں نثر کے مقابل نظم زیادہ سہل اور رواں تھی۔ گلزارِ ابراہیم کی ابتدائی عبارت جو نثر ہے، وہ اس طرح ہے:

''یہ دفتر دوسرا ہے بحر الحقیقت کا اور نام اس کا گلزارِ ابراہیمی ہے، اس میں بظاہر قصہ ہے عاشق ہونے کا، ادہم کے اوپر دختر بادشاہ ہے بلخ کی اور تکالیف اور محنت ان کی عشق میں بادشاہ زادی کے، اور مرجانا بادشاہ زادی کا بیمار ہوکر، اور بعد مرنے کے قبر سے نکال لے جانا ادہم کا لاش کو بے قراریٔ عشق میں اور پھر زندہ ہونا اس دختر کا اور نکاح ہونا ادہم کا اس شاہ زادی سے، اور پیدا ہونا حضرت ابراہیم کا اس دختر سے، اور دریافت ہونا بادشاہ بلخ کو حالِ زیستِ دختر کا، اور لانا بیٹی کو اور ابراہیم کو اپنے گھر، اور بعد بلوغ کے ولی عہد کرنا ابراہیم کو سلطنت پر اپنی، اور ترک کرنا بادشاہی کا، اور درویش ہونا اُن کا۔

یہ قصہ ظاہر میں بطور افسانے اور کہانی کے ہے اور مراد اس سے اور ہے۔ اور نظر غور سے یہ حال ہر ایک بشر کا ہے اور اسرار باطن کے بہت اس کے اندر مندرج ہیں الخ[1]۔ اب حصۂ نظم کے نمونے ملاحظہ فرمائیں، حمد کے تقریباً پچاس شعر ہیں،

(۱) گلزارِ ابراہیم: ص۲

ان میں سے چند یہ ہیں:

حمد

حمد بے حد اس خدائے پاک کو مرتبے جس نے دیئے ہیں خاک کو
حد سے زائد حمدِ خلّاقِ قدیر خون کو جس نے کیا پستاں میں شِیر
کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو لاوے بت خانے سے صدیق کو
روتے روتے بے بصر یعقوب ہو طعمۂ کرمان تنِ ایوب ہو
گبر و ملحد کو کرے صدیق وہ دَم میں مومِن کو کرے زندیق وہ
قطرۂ ناپاک سے پیدا بشر ریگ سے پیدا کرے الماس کو
ختم تجھ پر ہوگئی صنعت گری ہے ہر ایک برتر سے تجھ کو برتری
ہے یہاں جو برترینِ برتراں کمترینِ کمتراں ہے وہ وہاں
موشگافی اپنی آئے کام کیا ہو جہاں عاجز عقولِ انبیاء
ما عرفنا جس جگہ بولیں نبیؐ حمد کیا اس کی کرے مجھ سا غبی
چرخ بایں عظمت و با آب و تاب ہے تیرے دریائے قدرت کا حباب
لے کے ماہی سے ہر ایک شئ تا بماہ تیری یکتائی پہ یارب ہے گواہ

(سبحان اللہ!!)

تیرے لائق گو نہیں میری ثنا میں عبودیت کو لاتا ہوں بجا(۱)

---

(۱) یہ حمد کافی طویل ہے، اس کے چند اشعار حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے نمونے کے طور پر پیش فرمائے ہیں، اس لیے قارئین اشعار کے مابین ربط تلاش کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔ (گلزارِ ابراہیم: ص ۲، ۳، ۴)

مناجات جناب الٰہی

بیان عجز وقصور

تو بھی میری حمد کو مقبول کر کر نہ عیب ونقص پر اس کے نظر
تو نے خود پیدا کیا ہم کو ضعیف ہووے ناقص تحفۂ مردِ نحیف
ہے زباں ایک پارۂ لحمِ عصب حمد اے خالق بیاں ہو اس سے کب
اس زباں سے تیرا نامِ پاک لوں سخت گستاخ ہوں بے باک ہوں
آبِ کوثر سے اگر دھوؤں اُسے تو بھی وہ لائق نہ ہو اس کام کے(۱)

حمد کے بعد مصنف نعتِ پاک اور منقبتِ صحابہ نظم فرماتے ہیں:

نعت

نعت شریف بھی کئی اشعار پر مشتمل ہے، چند شعر بطور نمونہ پیش ہیں:

بہترینِ آخرین و اولیں فخر جملہ انبیاء و مرسلیں
گر نہ پیدا ہوتی اس کی ذاتِ پاک تو نہ بنتی باد و نار و آب و خاک
باعثِ ایجادِ عالم ہے وہی علتِ غائیٔ آدم ہے وہی(۲)

حمد اور نعت کے بعد صحابۂ کرامؓ کی منقبت بیان فرمائی ہے، اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی محبت وعظمت تحریر فرمائی کہ مومن کی عقیدت کیسی ہو؟ اور عقیدہ کیسا ہو، اس کو بہترین انداز میں سمجھایا ہے۔

---

(۱) گلزارِ ابراہیم:۴ (۲) گلزارِ ابراہیم:۶

ہیں ہدایت کے فلک کے سب نجوم حامئ دینِ متین بحرِ علوم
تخم ان کی الفتوں کے دل میں بو تا کہ تیرا باغِ ایماں سبز ہو
اُن کے یاروں میں اگر ہوتی کجی تھا معاذ اللہ یہ نقصِ نبیؐ
جو رہے صحبت میں ان کی سالہا وہ ہیں سب کے پیشوا و مقتدا
تو اگر ان سے ہے بدظن اے پسر ہے نبوت کے اثر سے بے خبر
ان سے جو کوئی کہ ہو بد اعتقاد دین و دنیا میں رہا وہ نامراد
دامن ان کا آ گیا ہے جس کے ہاتھ کفر کے طوفاں سے پائے ہے نجات
جن کو پیغمبر کہے خیر القرون ان کو تو افسوس سمجھا ہے زبوں
گر بُرے وہ ہیں تو بہتر کون ہے؟ گر وہ بے دین ہیں تو رہبر کون ہیں؟
سقفِ ایماں کے ہیں وہ محکم ستون اس سبب وہ قرن ہے خیر القرون
گو کرے صدہا برس چلّہ کشی کفشِ پا کو ان کے کب پہنچے کوئی
بالیقین اصحاب کی خاکِ پا توتیائے دیدہائے اولیاء(۱)

واقعی شیعیت اور صحابۂ کرامؓ پر تنقید کرنے والوں کی جڑ کاٹ دی ہے۔

حمد وصلوات ومنقبت صحابہؓ کے بعد اصل قصہ داستانِ عشقِ ادھم شروع فرماتے ہیں؛ مگر عشق کے بارے میں شروع میں جو کچھ کہا گیا وہ عارفِ رومی کی صدائے بازگشت معلوم ہوتی ہے۔

(۱) گلزارِ ابراہیم: ۶، ۷

عارف رومیؒ نے فرمایا تھا:

عشق آں شعلہ است کہ چوں برفروخت ہرکہ جز معشوق باشد جملہ سوخت

ترجمہ: عشقِ حق کا شعلہ جس کے دل میں روشن ہوجاتا ہے وہ عشق دل میں اللہ تعالیٰ کے سواسب غیر کو جلا کر خاک کردیتا ہے۔

عشق جوشد بحر را مانندِ دیگ عشق سازد کوہ را مانند ریگ

ترجمہ: عشق سمندر کو دیگ کے مانند جوش دیتا ہے اور پہاڑ کو ریت کے مانند ریزہ ریزہ کردیتا ہے۔

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما اے طبیبِ جملہ علتہائے ما

ترجمہ: اے عشق تو خوش رہ، تو ہماری بہت اچھی بیماری ہے اور تو ہی ہماری جملہ روحانی بیماریوں کی دوا ہے۔

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما اے تو افلاطون و جالینوسِ ما

ترجمہ: اے عشق تو ہی ہماری نخوت وناموس کی دوا ہے، اور تو ہی ہمارے لیے افلاطون وجالینوس ہے۔

صاحبِ گلزار ابراہیم فرماتے ہیں:

عشق کی ہردم ہے نئی ایک شان عشق ہے صیقل گرِ مرأۃِ جان
عشق سے پیدا ہوئے کون ومکان عشق سے روشن ہیں یہ دونوں جہاں
عشق ہے بیماری دل کا طبیب عشق ہے تریاقِ فاروق اے لبیب
عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں گِل سے بدتر ہے وہ دل اے مردِ دین

بے خزاں ہے عشق کے باغ و بہار　　عشق کا ہر دم نیا ہے کاروبار
تا ابد سرسبز ہے گلزارِ عشق　　روز افزوں رونقِ بازارِ عشق
مرحبا اے عشقِ عالی مرتبت　　مرحبا اے عشقِ فرخندہ صفت
عشق کی کیا کیا کشائش ہے پدید　　عشق ہے ہر قفلِ مشکل کی کلید
عشق کی یارب مجھے دے وہ شراب　　جس سے ہوں دل اور جگر جل کر کباب (۱)

اور بیسویں صدی میں حکیم مشرق علامہ اقبالؒ بھی تو یہی فرما گئے:

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ　　عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو　　عشق خود ایک سیل ہے، سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا　　اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام
عشق دمِ جبرئیل، عشق دلِ مصطفیٰ　　عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
عشق کی مستی سے ہے پیکرِ گل تابناک　　عشق ہے صہبائے خام، عشق ہے کاسُ الکرام
عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات　　عشق سے نورِ حیات، عشق سے نارِ حیات (۲)
جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی　　کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی
عطّارؔ ہو، رومیؔ ہو، رازیؔ ہو، غزالیؔ ہو　　کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

کسب و قدر کے بارے میں صاحب گلزار ابراہیم ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

کسب کو بندے کے دخل اس میں نہیں　　ہو وہی چاہے جو رب العالمین

---

(۱) گلزارِ ابراہیم: ۸،۹　　(۲) بال جبرئیل، ۵۴۱

ہو اگر اسبابِ ظاہر پر غرور یہ بھی اپنی ہی نظر کا ہے قصور
موجدِ اسباب و علت ہے خدا درمیان سے تو بھی یہ پردہ اٹھا
کسب بندے کے اگر ہو کام کا کب کرے مقصد میں اپنے وہ خطا
ہر بشر ہو کسب سے شاہِ جہاں صاحبِ حشمت امیرِ کامراں
نیک و بد میں دخل گر اس کا ہوا پھر وہ بندہ کب رہا مولیٰ ہوا
ہوں سبھی صنّاع و کاریگر خراب اُس طرف سے گر نہ ہو مفتوح باب
ہے کلیدِ قفل غیبی کسب یار جب کیا تو نے بجد و جہد کار
کسب کر لیکن خدا کے نام پر کچھ بھروسہ رکھ نہ اپنے کام پر
دوست رکھتا ہے توکل کو خدا اس کو تو ہرگز نہ بھول اے باوفا(۱)

عشقِ مجازی بھی کام کا ہے:

گرچہ ہے عشقِ حقیقی کیمیا ہے مجازی بھی و لیکن کام کا
ظاہری کرتا ہے آخر انتقال عشقِ باطن کی طرف بے قیل و قال
اس لیے لیکن مجازی ہے بھلا تا حقیقی کا اس سے ملے پتہ
جو ہوا عشقِ خدا سے بہرہ ور ہے وہ شاہِ دو جہانِ بحر و بر
گل رخوں کے عشق سے کیا ہے فگار دل لگاؤ اس پر کہ جو ہو پائیدار(۲)

حضرت سعدیؒ نے فرمایا تھا:

جہاں اے برادر نماند بکس دل اندر جہاں آفریں بند و بس(۳)

(۱) گلزارِ ابراہیم: ۱۰،۱۱ (۲) گلزارِ ابراہیم: ۱۲ (۳) گلستانِ سعدی، باب اول در سیرتِ پادشاہاں، حکایت نمبر ۱: ص ۲۵
ترجمہ: دنیا اے بھائی! کسی کے پاس نہیں رہتی ہے، دل دنیا کے پیدا کرنے والے کے ساتھ لگا اور بس!

عشق بامردہ نہ باشد پائیدار عشق را با حیّ و با قیوم دار(۱)

فرماتے ہیں:

مرد وہ ہیں جو علائق توڑ کر رکھتے ہیں ایزد تعالیٰ پر نظر
مرد بن کر رشتۂ دنیا کو توڑ غیرِ حق جو کچھ ہے اس سے منہ کو موڑ(۲)

مال ودولت وبال ہے،فرماتے ہیں:

مال و دولت ہو زیادہ جس قدر ہو تجھے اتنا ہی زائد دردِ سر
مال و ملک و دولت و جاہ و جلال جس قدر بڑھتے ہیں بڑھتا ہے ملال(۳)

عشق کا پوشیدہ رکھنا مشکل ہے:

عشق جب آیا تو خاموشی کہاں پردہ پوشی اور سرگوشی کہاں
عشق و مشک آپس میں دو ہمراز ہیں بے کہے اور بے سنے غمّاز ہیں(۴)
عشق کا جس دل میں ہوتا ہے ظہور عقل کوسوں بھاگتی ہے اس سے دور

بندۂ حق کی صفت:

بندگانِ حق ہیں مسکین و غریب کبر سے دور اور ذلت سے قریب
عجز و غربت ہی وہاں منظور ہے کبر ہے جس میں سو حق سے دور ہے
پک کے گر پڑتا ہے میوہ خاک پر خام ہے جب تک رہے افلاک پر(۵)

اسی کو سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نہد شاخِ پُر میوہ سر برزمیں(۶)،(۷)

---

(۱) حضرت مفکرِ ملت کے صنیع سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ شعر حضرت شیخ سعدیؒ کا ہے؛لیکن احقر کو شیخ سعدیؒ کے دیوان میں یہ شعر نہیں مل سکا۔البتہ یہ شعر معمولی ترمیم کے ساتھ مثنوئ معنوی دفترِ پنجم میں موجود ہے۔شعر ہے:

عشق برمردہ نہ باشد پائیدار عشق رابرحیّ جاں افزائے دار (اسماعیل کوثر غفرلہ)

(۲) گلزارِ ابراہیم:۱۲ (۳) گلزارِ ابراہیم:۱۲ (۴) گلزارِ ابراہیم:۱۲ (۵) گلزارِ ابراہیم:۱۵ (۶) گلزارِ ابراہیم:۱۶ (۶) کریما در صفتِ تواضع

(۷) میوہ سے لدی ہوئی شاخ ہی زمین کی طرف جھکتی ہے۔

دعا:

مالکِ افلاک و دارائے جہاں رد نہیں کرتا سوالِ عاجزاں
دیر ہو تو تیری دعا میں گر کہیں وہ توقف خالی از حکمت نہیں
ہو اگروہ شئ تیرے حق میں زبوں رد ہے اس کا سورِ اجابت سے فزوں
بہتر اس سے دے گا رب العالمیں یعنی جائے سمّ قاتل انگبیں
لیک کب پہنچے اسے عقلِ بشر عقلِ کل کی فہم سے جو ہو بدر
جوشِ خوں گر طفل کو ہو اے پسر قند کے دینے سے ہے اس کو ضرر
طفل گو رو رو کے مانگے انگبیں باپ حنظل کے سوا دیتا نہیں
کیوں کہ معلوم اس کو ہے اس کا ضرر طفل ہے نفع و زیاں سے بے خبر
تو تو ہے جویائے مال سیم و زر اس کے اندر ہے تیرے جی کا خطر
تو حماقت سے کیا جائے سوال اور وہی ہے جان کا تیرے وبال
اس لیے کرتا ہے رد اس کو خدا تا نہ ہو تو سو بلا میں مبتلا
جانتا بہتر ہے وہ رد و قبول اس کے در پڑے تو نہ ہو اے بوالفضول(۱)

زبان کی حفاظت کی اہمیت:

سینۂ مردم ہے صندوق اے پسر ہے زباں منہ میں کلیدِ خیر و شر
بات کوئی دیتی ہے آتش لگا اک سخن ہوتا ہے درِّ بے بہا
ہے زبان تیری کلیدِ سرّ غیب لفظ ایسا تو نہ کہہ جس میں ہو عیب
ملتئم ہویں جراحاتِ سناں اچھا ہوتا ہی نہیں زخمِ زباں

(۱) گلزارِابراہیم:۱۹

کر ضرورت میں لبوں کو اپنے وا لیک ہو ہر حرف درِّ بے بہا
کچھ نہیں معلوم جب تک لب ہیں بند معدنِ حنظل ہے اندر یا کہ قند
جب کیا اپنے لبوں کو تو نے وا راز سربستہ ہویدا ہو گیا
ہے یہ گویائی طلسمِ بے نظیر سوچ کے کہہ تو کلام دل پذیر
ہے اسی سے جان کا تیری خطر اور ملتا ہے اسی سے سیم و زر
اک سخن کہنے سے ہو صدرِ جہاں اک سخن سے ہو جہنم میں مکاں
ایک کلمہ سے ہو ظاہر صدق و دیں ایک سے پیدا ہو بغض و کذب و کیں
چاہیے اسے پرہیز حفظِ لساں تا کہ ہو سرِ دفترِ اہلِ زماں(۱)

مردِ حق باطل سے نہیں ڈرتا:

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور
ہے اثر سجدے کا سیما سے عیاں پیشِ چشمِ عاقلاں و کاملاں
آئے تنہا غیب سے سب انبیا بادشاہوں کو مطیع اپنا کیا
مردِ حق تنہا نہیں اے بدگماں وہ نہاں رکھتا ہے فوجِ بیکراں
حفظِ حق ہر وقت ہے اس کا معیں جابر و ظالم سے اس کو ڈر نہیں
اہلِ دل ہیں سب دلوں کے بادشاہ گو کہ ظاہر میں ہوں با حالِ تباہ
حالِ ظاہر پر نہ کر ہرگز نظر معنی ہیں لفظوں کے اندر غور کر
بسکہ معنی رکھتی تھی چوب و عصا لشکرِ فرعون کو غارت کیا(۲)

(۱) گلزارِ ابراہیم: ۲۰ (۲) گلزارِ ابراہیم: ۲۰، ۲۱

دنیا کی بے جا عار کی خرابی:

عار دنیا کی ہے سدِّ آہنی کھو رہی ہے سب کو یہ کبر و منی
راہِ مولا سے ہے مانع ننگ و عار اس لیے کرتا ہے تو بے ہودہ کار
ہیں بہت سے کار مرغوب اے پسر ان سے تو رہتا ہے محجوب اے پسر
سہل کو کرتے ہیں عار و ننگ سخت موم کو کرتے ہیں مثلِ سنگ سخت
شرع نے آسان سب تجھ پر کیا اپنی کم بختی سے تو رسوا ہوا
کیوں ہے طالب بے خبر تو نام کا کام وہ کر جو ہے تیرے کام کا(۱)

خیال کی دنیا اور اس کی حقیقت:

کوئی شاداں ہے، کوئی ہے خستہ حال دیکھئے جس کو وہ ہے مستِ خیال
ہے اسی سے غم ، اسی سے بے غمی ہے اسی سے عیشِ خلق و خرّمی
ہے بہت زخار دریائے خیال عقل سے باہر ہے پہنائے خیال
ہیں گُہر اس کے نہایت آبدار دیکھئے جس کو ہے درِّ شاہوار
سبز ہے دائم خیابانِ خیال بے خزاں ہے یہ گلستانِ خیال
گل ہیں رنگین اس چمن کے بے شمار ایک سے ہے ایک دونا آبدار
کام دنیا کے ہیں سب خواب و خیال اِن خیالاتِ دلی پر خاک ڈال
دم بہ دم تازے خیالات اے پسر غیب سے ہوتے ہیں وارد جان پر
علمِ باطن کیا ہے تصحیحِ خیال علم ظاہر کیا ہے تقبیحِ خیال
صاف کر اپنے خیالات اے پسر تا کہ ہوں انوار دل میں جلوہ گر

(۱) گلزارِ ابراہیم:۲۱

کر نہ ان کو صرف ہرگز بے محل غیر ذاتِ پاک حق عزّ و جل
آپ فرماتا ہے وہ رب الوریٰ ہوں میں وہ جو مجھ سے ظن ہو عبد کا
یعنی جو بندہ کرے مجھ پر یقین میں بلا شک اس کے حق میں ہوں وہی
یہ اشارہ ہے کہ ظن کو پختہ کر تا ہویدا تجھ پہ ہو اس کا اثر(۱)

ایک جگہ ادھم کا حال اس طرح بیان فرمایا:

دل کے اندر شوق بے پایاں رہا اور جگر میں درد بے درماں رہا
جس طرف کرتا تھا صحرا میں نظر تھی وہی صورت ہر اک میں جلوہ گر(۲)

اس کے بعد عشق کی قوت وتاثیر یوں بیان فرمائی:

بل بے قوت واہ رے اکسیر عشق کر گیا ایک دم میں کیا تاثیر عشق
ایک دم میں کردیا کندن طلا رنگِ خود بینی دیا بالکل جلا
کیا ہی ادھم نے خودی کو کھو دیا دوش سے کی غیر کے گردن جدا
جو نہو طاعت سے صدہا سال کی عشق سے وہ بات دم بھر میں ہوئی
عشق ہے صنعِ خداوندِ جلیل اور عبادت ہے تیرا فعلِ ذلیل
سوچ دل میں یہ کہاں اور وہ کہاں یہ مثلِ آسمان وہ ریسماں
ذرے کو نسبت کہاں خورشید سے قطرہ کو قربت کہاں ناہید سے
عشق کا فاعل ہے خلاّقِ جہاں فعل کا فاعل ضعیف و ناتواں
دونوں میں ظاہر ہے بُعدِ غرب وشرق جانے تو گر بحرِ الفت میں ہو غرق

(۱) گلزار ابراہیم: ۲۲، ۲۳ (۲) گلزار ابراہیم: ۲۳

موت عرب شعرا کی نظر میں

پیش لفظ

ٹورنٹو، جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

عزیزم مولانا محمد اقبال دیولوی صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ودیگر احباب

زادکم اللہ علماً وفضلاً ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ بعافیت ہوں گے!

بندہ کو ہندوستان ہی میں پیر میں چوٹ لگی تھی، پہلے روز تو احساس نہ ہوا؛ مگر پھر تکلیف بڑھتی رہی، کینیڈا آنے کے بعد بھی شدید تکلیف رہی۔ مختلف دوائیں نیز ورزشیں کرواتے رہے، اب کافی افاقہ ہے، داہنے گھٹنے میں درد کے سبب کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں اور اکثر وقت گھر ہی میں گزرتا ہے، فارغ اوقات میں کتب بینی سے بہتر کوئی مشغلہ نہیں ہوسکتا، مختلف عربی اردو کتابیں لاتا ہوں۔

مولانا محمد حسین آزاد کی ''آبِ حیات''، ڈاکٹر ذاکر حسین کی سوانح، مضامین رشید احمد صدیقی، ترجمان القرآن کے خصوصی نمبر نیز حیات حبیب وغیرہ کتب کی ورق گردانی کرتا رہا۔

اہلِ تعلق کی وفات کا اثر بھی طبیعت میں تاثر پیدا کرتا ہے، زندگی کی ناپائیداری کا تصور آتا رہتا ہے، خیال آیا کہ عرب شعرا نے مختلف جگہوں پر موت اور دنیا کی بے ثباتی کے بارے میں جو اشعار کہے ہیں ان کو جمع کرلوں۔ حماسہ، دیوان

متنبّی، دیوان ابوالعتاہیہ، جواہرالادب کی ورق گردانی کر کے کچھ اشعار لکھ لیے، دیگر دواوین میسر نہیں، ورنہ اچھا ذخیرہ جمع ہو جاتا۔ بہر حال جو جمع کر سکا، ارسال خدمت کرتا ہوں، آپ حضرات اس پر اچھا مضمون تیار کر سکتے ہیں، میں نے عنوان ''موت عرب شعرا کی نظر میں'' لکھا ہے، آپ دوسرا کوئی بہتر عنوان بھی رکھ سکتے ہیں۔ اساتذہ میں جن کو ذوق ہو وہ بھی لکھیں، ص۴ اور ص۵ کے اشعار کے تراجم مشکل نہیں، آپ حضرات آسانی سے کر سکتے ہیں، اگر اس پر کچھ کام ہو جائے تو مطلع فرمائیں۔(۱)

ترکیسر کے احباب خط لکھنے میں اس قدر کوتاہ ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایک خط کھروڈ مولوی ایوب پٹیل پانولی(۲) کو بھیجا، فوراً انہوں نے وصول یابی کی اطلاع کر دی، اور یہ کہ اس خط کو خوش خط لکھوا کر کسی اردو رسالہ میں بھیج دیں گے؛ مگر ترکیسر والوں نے

(۱) زیرِ نظر اشعار میں سے اکثر کا ترجمہ ناقص کے قلم سے ہے۔ کچھ اشعار کا ترجمہ استاذِ گرامی حضرت مولانا یحییٰ صاحب ورسٹھی مدظلہٗ نے فرمایا ہے۔ فجزاه الله خيرا!

(۲) حضرت مولانا ایوب بن یعقوب پٹیل صاحب: پانولی ضلع بھروچ کے باشندے ہیں۔ ۱۸؍نومبر۱۹۶۲ء کو بمقام برما ولادت ہوئی۔ مدرسہ محمدیہ عربیہ پانولی میں ناظرہ وحفظ کی تعلیم حاصل فرمائی، پھر فلاحِ دارین ترکیسر میں داخلہ لیا، ۱۹۸۹ء میں فضیلت کی تکمیل فرمائی۔ بعدہٗ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں ایک سال قیام فرما کر تعلیم حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا ابراراحمد صاحب دھلیویؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نروریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب جون پوریؒ، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ وغیرہ جبال العلم ہیں۔ تقریباً ۲۷؍سال سے جامعہ قاسمیہ کھروڈ میں خدمت دے رہے ہیں۔ ۲۰۱۳ء سے مسندِ نظامتِ تعلیم کی رونق میں اضافہ فرما رہے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے خادم خاص اور مجاز ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ موطا امام محمد اور نخبۃ الفکر وغیرہ کتابوں کا درس سالوں تک دیتے رہے ہیں؛ مگر ابتدائی درجات کی تعلیم خصوصاً نحو وصرف میں آپ کی مہارت مسلم ہے۔ ماشاء اللہ! جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ کی تعلیمی ترقی کے لیے کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں بعافیت برکت عطا فرمائے اور فیض کو دوام بخشے۔ آمین!

جواب تک نہیں دیا۔ خیر! اب یہ اشعار بھیج رہا ہوں، اس کا جو بھی حشر ہو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

سپردم بتو مایۂ خوش را — تو دانی حساب کم و بیش را

دیوبند کے ''مکتبۂ ملت'' نے ایک کتاب شائع کی ہے ''برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش'' مولانا رشید احمد خان پوری سلمہٗ (۱) سے عرض کر دیں کہ بندہ کے لیے ایک نسخہ منگوالیں اور کوئی مسافر لا سکے تو بھیج دیں، مصنف کا نام محمد اسحاق بھٹی ہے۔

(۱) حضرت مولانا رشید احمد بن حسن وید صاحب خان پوری فلاحی قاسمی دامت برکاتہم: دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے مایۂ ناز فضلا میں سے ہیں۔ آپ نے ۱۲؍جولائی ۱۹۵۵ء کو بھڑکورہ میں آنکھیں کھولیں۔ ۱۹۷۴ء میں فلاحِ دارین سے فراغت حاصل کی، پھر ۱۹۷۵ء میں دارالعلوم دیوبند میں مکرر دورہ پڑھا۔ آپ کے اساتذۂ عالی قدر میں حضرت مولانا شیر علی صاحبؒ، حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحبؒ، حضرت مولانا یعقوب حاجی ڈیسائی صاحبؒ، حضرت مولانا سلیمان شمسی صاحبؒ، فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا شریف الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ، ملاّ حسین صاحب بہاریؒ، حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ، مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ، حضرت مولانا شوکت صاحب اعظمیؒ، حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب بلند شہریؒ، حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندیؒ اور حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحبؒ وغیرہ علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ ۱۹۷۵ء سے فلاحِ دارین میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس مدت میں درجۂ عربی کی ابتدائی کتابوں اور ریاض الصالحین کے علاوہ معین الفرائض اور سراجی جیسی ادق کتاب چالیس سال سے پڑھا رہے ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں جامعہ ملک سعود ریاض میں دورۂ تدریب المعلّمین کے لیے تشریف لے گئے، اس دوران اپنے فکر و نظر کو سنوارنے کا سنہرا موقع فراہم ہوا۔ دنیا کے تقریباً گیارہ ملکوں کے علمی و دعوتی سفر فرما چکے ہیں۔ تواضع، سادگی اور کسرِ نفسی جیسی صفات آپ کی ذات کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔ کئی دہائیوں سے فلاحِ دارین کے دفتر محاسبی و دفتر تعلیمات کی خدمات بھی آپ سے متعلق ہیں، جنھیں نہایت صفائی و امانت کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ فلاحِ دارین کی خدمت آپ کا محبوب مشغلہ ہے جس کے لیے اپنی سن رسیدگی کی حالت میں بھی دوڑ دھوپ کرنے سے دریغ نہیں فرماتے۔ احقر کو بھی حضرت الاستاذ مدظلہٗ سے معین الفرائض و سراجی پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس فن میں آپ جیسی مہارت رکھنے والے کم دیکھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور فیض کو عام و تام فرمائے۔ آمین!

اور سب احوال قابلِ صد شکر ہیں، انشاء اللہ! آیندہ کل ''ری جائینا'' مولوی محمد الیاس رویدری(۱) کی دعوت پر چار روز کے لیے جا رہا ہوں، اگر کوئی نئی بات معلوم ہوئی تو لکھ دوں گا، چاہے جواب نہ ملے۔

سب احباب کو سلام مسنون۔ حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب مدظلہ کے نام بھی ایک مکتوب لکھا ہے، ملاحظہ فرمالیں، شاید کوئی کام کی بات مل سکے۔

گستاخی معاف!

محتاج دعا......عبداللہ غفرلہ

---

(۱) حضرت مولانا الیاس بن عبدالقادر سیدیوت صاحب: رویدرہ ضلع بھروچ کے باشندے ہیں، دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے فاضل ہیں، فراغت کے بعد ہفت روزہ ''امید'' گجراتی کے دفتر میں مترجم کی حیثیت سے کچھ ماہ خدمات انجام دیں۔ فی الحال رِی جائینا کینیڈا میں مقیم ہیں اور وہاں کی سب بڑی جامع مسجد کے امام وخطیب ہیں۔ اس کے علاوہ غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت، مسلمانوں کے دینی معاملات، نکاح، طلاق، شادی بیاہ، خلع اور تدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔ ماشاء اللہ! کینیڈا میں بہت ہی اچھا کام انجام دے رہے ہیں، سال میں متعدد بار اوپن ہاؤس کا پروگرام رکھتے ہیں یعنی مساجد کو مختلف اسلامی تعلیمات، اشعار، پیغامات پر مشتمل بینروں سے آراستہ کر کے دن بھر دیگر اقوام کے لیے کھولا جاتا ہے، جس موقع پر ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلم حاضر ہو کر اسلام کی معلومات حاصل کرتے ہیں اور اپنے ذہن میں موجود اشکالات کو پیش کر کے تشفی بخش جواب پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف عید وغیرہ تہوار کے موقع پر غیر مسلم لیڈران اور پارلیمنٹ کے ممبران کو بھی دعوت دی جاتی ہے؛ بل کہ ایک بار کینیڈا کے صدر جسٹن ٹروڈو کو بھی دعوت دے چکے ہیں۔ آپ کے ہاتھ پر تقریباً ستر آدمی ابھی تک مسلمان ہو چکے ہیں۔ ائمہ کو مربوط رکھنے کے سلسلہ میں ایک تنظیم بھی قائم فرما رکھی ہے جس کے تحت تمام ائمہ کو جمع کر کے دینی کاموں کے سلسلہ میں اُن کی رہ نمائی کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مسجد نبوی شریف کے امام شیخ محسن بن عبدالقاسم حفظہ اللہ کے زیرِ سرپرستی طلبہ کے لیے حفظِ متون کا مبارک سلسلہ بھی جاری فرمائے ہوئے ہیں۔ ماشاء اللہ! مولانا موصوف یہ تمام دینی کام اپنے اساتذۂ گرامی بالخصوص حضرت مفتی اسلم صاحب موسالی دامت برکاتہم کے زیرِ سرپرستی انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور مزید خدمات کے لیے موفق فرمائے۔ آمین!

متنبّی نے کہا:

(۱) وَ قَد فَارَقَ النَّاسُ الأَحِبَّة قَبلنَا
وَ أَعيٰى دَوَاءُ المَوتِ كُلَّ طَبِيبِ (۱)

اور بے شک ہم سے پہلے تمام لوگوں نے اپنے دوستوں سے مفارقت اختیار کی ہے اور موت کی دوا نے ہر طبیب کو عاجز کر دیا ہے (تو ایسی صورت میں مصیبت زدہ کو صبر لازم ہے)۔

(۲) سُبِقنَا إِلَى الدُّنيَا فَلَو عَاشَ أَهلُهَا
مُنِعنَا بِهَا مِن جَيئَةٍ وَ ذُهُوبِ

دنیا میں ہم سے پہلے بھی لوگ لائے گئے، اگر وہ سب زندہ رہتے تو ہم آنے اور جانے سے روکے جاتے (یعنی بسبب کثرت آبادی کے کوئی چل پھر نہ سکتا، خلاصہ یہ کہ موت حکمت سے خالی نہیں)۔

(۳) لَابُدَّ لِلإِنسَانِ مِن ضَجعَةٍ
لَا تَقلِبُ المُضجَعَ عَن جَنبِهِ (۲)

انسان کو قبر میں ایک دفعہ ایسا لیٹنا ضرور ہے کہ وہ لٹائے ہوئے (مدفون) کو کروٹ نہ لینے دے۔

---

(۱) متنبّی مترجم: ص ۲۴
(۲) متنبّی مترجم: ص ۱۰۵

(٤) يَنسٰى بِهَا مَا كَانَ مِنْ عُجْبِهٖ

وَمَا أَذَاقَ الْمَوْتُ مِنْ كَرْبِهٖ

اس لیٹنے کے سبب وہ خود پسندی فراموش کردے جواس کے ساتھ تھی اور وہ بے چینی بھی فراموش کردے جو موت نے اس کو چکھائی تھی۔

(٥) نَحْنُ بَنُو الْمَوْتٰى فَمَا بَالُنَا

نَعَافُ مَا لَابُدَّ مِنْ شُرْبِهٖ

ہم مُردوں کی اولاد ہیں (کیوں کہ ہمارے اجداد سب مر گئے) پھر ہمارا کیا حال ہے کہ ہم جس چیز کا پینا لازم ہے اس کو ناپسند کرتے ہیں (یعنی موت ہم کو کیوں ناگوار ہے؟)۔

(٦) فَهٰذِهِ الْأَرْوَاحُ مِنْ جَوِّهٖ

وَهٰذِهِ الْأَجْسَامُ مِنْ تُرْبِهٖ

سو یہ ارواح عالمِ بالا سے آئی ہیں اور ہمارے اجسام اس کی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں (تو ضرور ہے کہ ہر عنصر اپنی چیز کی طرف رجوع کرے)۔

(٧) فَقُلْتُ لِكُلِّ حَيٍّ يَوْمُ مَوْتٍ

وَإِنْ حَرَصَ النُّفُوْسُ عَلَى الْفَلَاحِ (١)

میں نے کہا ہر زندہ کے لیے ایک دن موت کا مقرر ہے اگرچہ جانیں بقا کی حریص ہوں۔

---

(١) متنبّی مترجم: ص ١٢٦

(۸) إِنِّـــيْ أَعْـــلَـــمُ وَالـــلَّبِيْـــبُ خَبِيْـــرٌ
أَنَّ الْـحَيَـــاةَ وَ إِنْ حَـرَصْـتَ غُـرُوْرُ (۱)

میں تو خوب جانتا ہوں اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے ہر ہوشیار جانتا ہے کہ زندگی اگر چہ میں اس کی حرص کروں دھوکے کی چیز ہے۔

(۹) وَ رَأَيْـــتَ كُـلًّا مَـا يُعَـلِّـلُ نَـفْسَـــهٗ
بِتَـعِـلَّـةٍ وَ إِلَـــى الْـفَـنَـــاءِ يَـصِيْـــرُ

اور میں نے دیکھا کہ ہر شخص اپنی طبیعت کو ایک حیلہ بہانہ سے بہلاتا ہے؛ مگر انجام فنا ہی ہے۔

(۱۰) أَيْـنَ الَّـذِيْ الْهَـرَمَـــانُ مِـنْ بُنْيَـانِـهٖ
مَـــا قَـوْمُـــهٗ مَـــا يَوْمُـهٗ مَـا الْمَصْرَعُ (۲)

وہ شخص کہاں گیا کہ جس کی تعمیرات میں اہرام تھے، یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کس قوم کا تھا، اس کی ولادت کا دن کون سا تھا؟ اور اس کا یوم وفات کیا تھا؟ (مطلب کہ دنیا محل ثبات نہیں، آخر سب کے لیے فنا ہے)

(۱۱) تَتَـخَـلَّفُ الْآثَـــارُ عَـنْ أَصْـحَـابِهَـا
وَ يُـــدْرِكُـهَـــا الْـفَـنَـــاءُ فَتَتْبَـعُ

نشان والوں کے نشان ایک خاص وقت تک باقی رہتے ہیں، پھر ان نشانوں کو بھی فنا آ پکڑتی ہے اور وہ بھی صاحبانِ نشان کے پیچھے ہو لیتے ہیں یعنی نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔

---

(۱) متنبّی مترجم: ص ۲۴۶ (۲) ص ۳۲۱

(۱۲) تَبْـكِـيْ عَـلَـى الدُّنْيَا وَ مَا مِنْ مَعْشَرٍ
جَـمَـعَتْهُـمُ الـدُّنْيَـا فَـلَـمْ يَتَـفَـرَّقُـوْا

تو فراقِ دنیا پر روتا ہے اور حال یہ ہے کہ کوئی ایسا گروہ نہیں کہ دنیا نے ان کو اکٹھا کیا ہو اور آخر میں متفرق نہ ہو گئے ہوں۔

(۱۳) أَيْـنَ الْأَكَـاسِـــرَةُ الْجَبَابِرَةُ الْأُلٰى
كَـنَـزُوْا الْـكُنُوْزَ فَمَا بَقِيْنَ وَ لَا بَقَوْا

کہاں گئے زبر دست بادشاہانِ فارس جنہوں نے خزانے زمین میں گاڑے، سووہ نہ خزانے رہے نہ بادشاہ۔

(۱٤) مِـنْ كُـلِّ مَنْ ضَاقَ الْقَضَاءُ بِجَيْشِهٖ
حَتّٰـى ثَـوٰى فَـحَـوَاهُ لَـحْـدٌ ضَيِّـقٌ

وہ بادشاہ ان لوگوں میں تھے کہ وسیع میدان ان کے لشکروں کی کثرت سے تنگ ہو گئے؛ مگر انجام ان کا یہ ہوا کہ وہ ہلاک ہو گئے یا مقیم قبر ہو گئے اور تنگ لحد اُن پر محیط ہو گئی۔

(۱۵) خُـرْسٌ إِذَا نُـوْدُوْا كَـأَنْ لَـمْ يَـعْلَمُوْا
أَنَّ الْـكَلَامَ لَهُـمْ حَلَالٌ مُـطْـلَـقٌ

(اب ان کو) جب پکارے جاویں تو وہ گونگے ہیں، کچھ جواب نہیں دیتے، گویا ان کو یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ کبھی ان کو بولنا حلالِ مطلق ہوا ہے۔

(۱٦) مَا الْمَوْتُ اٰتٍ وَ النُّفُوْسُ نَفَائِسٌ
وَالْمُسْتَغِرُّ بِمَا لَدَيْهِ الْأَحْمَقُ

سوموت ضرور آنے والی ہے اور جانیں عزیز اور قابل بخل ہیں اور جو شخص اس ساز وسامان پر مغرور ہے جو اس کے پاس ہے یا جو اس کے ذریعہ طالب عزت ہے وہ جاہل احمق ہے (کیوں کہ ان اسباب کو بقا نہیں ہے)۔

(۱۷) وَ مَا أَحَدٌ يُخَلَّدُ فِيْ الْبَرَايَا
بَلِ الدُّنْيَا تَئُوْلُ إِلٰى زَوَالٍ

اور دنیا میں کوئی ہمیشہ نہیں رہے گا، بل کہ دنیا اور اہلِ دنیا کا انجام فنا ہے۔

(۱۸) يَدْفِنُ بَعْضُنَا بَعْضًا وَ يَمْشِيْ
أَوَاخِرُنَا مَعَ هَامِ الْأَوَالِيْ

(اہلِ دنیا کا عجب حال ہے) کہ ایک دوسرے کو اپنے ہاتھوں دفن کرتے ہیں اور پچھلے اگلوں کے سروں پر چلتے ہیں اور کچھ عبرت نہیں پکڑتے)

(۱۹) وَ كَمْ عَيْنٍ مُقَبَّلَةِ النَّوَاحِيْ
كَحِيْلٌ بِالْجَنَادِلِ وَ الرِّمَالِ

اور بہت سی آنکھیں ایسی ہیں کہ زمانِ سابق میں بسبب ان کی عزت و شرف کے ان کی چشم کے اردگرد بوسے دیئے جاتے تھے، اب ان میں بالفعل پتھر اور ریگوں کا یعنی خاکِ قبر کا سرمہ ڈالا ہوا ہے۔

(۲۰) وَ مَا الُمَوُتُ إِلَّا سَارِقٌ دَقَّ شَخُصُهٗ
یَصُوُلُ بِلَا کَفٍّ وَ یَسُعٰی بِلَا رِجُلٍ

اورنہیں ہے موت مگر ایک چور جس کا بدن نہایت باریک ہو اور اس سبب سے اس سے بچنا ناممکن ہے، یہ موت بے ہاتھ اور بلا پیر حملہ آور ہوتی ہے۔

جعفر بن عُلْبَہ حارثی نے کہا ہے:

(۲۱) وَ لَمُ نَدُرِ إِنُ جِضُنَا مِنَ الُمَوُتِ جَیُضَةً
کَمِ الُعُمُرُ بَاقٍ وَ الُمَدَی مُتَطَاوِلُ

اورہمیں یہ نہیں معلوم کہ اگر ہم موت سے اعراض کریں تو ہماری عمر کتنی باقی ہے اور زندگی کی غایت کتنی لمبی ہے۔ (حماسہ طبع کراچی)

قطری ابن فجاءۃ المازنی نے کہا ہے:

۱- أَقُوُلُ لَهَا وَ قَدُ طَارَتُ شُعَاعًا
مِنَ الُأَبُطَالِ وَیُحَكَ لَا تُرَاعِيُ

میں اپنے جی سے کہتا ہوں اس حال میں کہ وہ بہادروں سے بسبب خوف کے حواس باختہ ہے کہ تیرا ناس ہو موت سے مت ڈر۔

۲- فَإِنَّكِ لَوُ سَأَلُتِ بَقَاءَ یَوُمٍ
عَلَى الُأَجَلِ الَّذِيُ لَكِ لَمُ تُطَاعِيُ

اس لیے کہ اگر تو اپنی اجل مقررہ پر ایک دن کی بقا بھی طلب کرے تو تیری بات نہیں مانی جائے گی (تو پھر خوف سے کیا فائدہ جب مرنا ہے تو پھر موت سے کیا ڈرنا)

۳- فَصَبْرًا فِي مَجَالِ الْمَوْتِ صَبْرًا
فَمَا نَيْلُ الْخُلُودِ بِمُسْتَطَاعِ

پس موت کی جولانگاہ میں خوب صبر کر کیوں کہ دوام کا حصول کسی کے بس میں نہیں۔

٤- فَمَا ثَوْبُ الْبَقَاءِ بِثَوْبِ عِزٍّ
فَيُطْوٰى عَنْ أَخِي الْخَنَعِ الْيَرَاعِ

اور لباسِ بقا کوئی عزت کا لباس نہیں ہے کہ اس کو ذلیل بزدل آدمی سے اتارا جائے (یعنی اگر ذلیل آدمی فرض کرو کہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہے تب بھی یہ زندگی اس کو عزت نہیں بخشے گی کہ آپ تمنا کریں کہ لباس زندگی مجھے بھی ملنا چاہیے)

٥- سَبِيلُ الْمَوْتِ غَايَةُ كُلِّ حَيٍّ
فَدَاعِيهِ لِأَهْلِ الْأَرْضِ دَاعِ

راہِ موت ہر زندہ کی انتہا ہے، اس لیے موت کا پکارنے والا تمام اہلِ زمین کو پکارنے والا ہے۔

٦- وَمَنْ لَمْ يُعْتَبَطْ يَسْأَمْ وَيَهْرَمْ
وَتُسْلِمُهُ الْمَنُونُ إِلٰى انْقِطَاعِ

اور جو شخص جوانی کی موت نہیں مرے گا تو وہ اکتا جائے گا اور بوڑھا ہو جائے گا اور زمانہ اس کو ہلاکت کے سپرد کر دے گا۔

۷- وَ مَـا لِـلْـمَـرْءِ خَيْـرٌ فِـيْ حَـيَـاةٍ
إِذَا مَـا عُــدَّ مِـنْ سَـقَـطِ الْـمَتَـاعِ
آدمی کے لیے اس زندگی میں کوئی خیر نہیں، جب وہ ردّی سامان شمار ہونے لگے۔

وَقال عمرو بن معديكرب الزَبيدي:

۸- كَـمْ مِـنْ أَخٍ لِـيْ صَـالِـحٍ
بَـوَّأْتُـهُ بِيَـدَيَّ لَـحْـدًا
میرے کتنے نیک بھائی تھے جنہیں میں نے اپنے ہاتھ سے قبر میں اتارا۔

۹- مَـا إِنْ جَـزِعْـتُ وَ لَا هَـلَـعْـتُ
وَ لَا يَـرُدُّ بُـكَـائِيْ زَنْـدًا
میں نے ان پر جزع فزع نہیں کیا کیوں کہ میرا رونا کچھ بھی نہیں لوٹا سکتا۔

۱۰- ذَهَـبَ الَّـذِيْـنَ أُحِبُّهُـمْ
بُـقِيْـتُ مِثْـلَ السَّيْفِ فَـرْدًا
جن سے میری محبت تھی وہ چلے گئے اور میں تلوار کے مانند تنہا رہ گیا (یعنی جیسے تلوار نیام میں تنہا ہوتی ہے اسی طرح میں تنہا ہوگیا)۔

۱۱- **وقال محمد بن بشير الخارجي:**
أَقُوْلُ وَمَـا يَـدْرِيْ أُنَـاسٌ غَـدَوْ بِـهِ
إِلَى اللَّحْدِ مَاذَا أَدْرَجُوْا فِيْ السَّبَائِبِ (۱)

(۱) حماسہ: ص ۳۳۵

وَكُلُّ امْرِءٍ يَوْمًا سَيَرْكَبُ كَارِهًا
عَلَى النَّعْشِ أَعْنَاقَ الْعِدَا وَالْأَقَارِبِ (۱)

میں نے کہا کیا لوگوں کو معلوم ہے کہ قبر کی طرف کیسے لے گئے اور کفن کیسے پہنایا؟ اور ہر شخص ایک دن میت کی چارپائی پر سوار ہوگا، دشمنوں اور دوستوں کی گردنوں کو ناپسند کرتے ہوئے۔

۱۲- وقال حريث بن زيد الخيل:

فَلَا تَجْزَعِي يَا أُمَّ أَوْسٍ فَإِنَّهُ
تُصِيبُ الْمَنَايَا كُلَّ حَافٍ وَ ذِي نَعْلٍ (۲)

سوائے ام اوس! تم بے قرار نہ ہو جاؤ! اس لیے کہ موت تو ہر کس و ناکس کو آنی ہی ہے۔

۱۳- وقال يحيى بن زياد الحارثي:

مَضٰى صَاحِبِي وَ اسْتَقْبَلَ الدَّهْرُ مَصْرَعِي
وَ لَابُدَّ أَنْ اَلْقٰى حِمَامِیْ فَاُصْرَعَا (۳)

میرا ساتھی تو چل بسا اور زمانہ میری موت کا خیر مقدم کر رہا ہے، اور اب میرا اپنی موت سے مل کر اس کے ہاتھوں پچھاڑا جانا یقینی ہو گیا۔

---

(۱) حماسہ: ص ۳۴۶
(۳) حماسہ: ص ۳۵۰
(۳) حماسہ: ص ۳۵۶

١٤– قال الغطمش بن بني شقرة:

أَقُولُ وَ قَدْ فَاضَتْ لِعَيْنِي عَبْرَةٌ
أَرَى الْأَرْضَ تَبْقَى وَ الْأَخِلَّاءَ تَذْهَبُ
أَخِلَّاءِ لَوْ غَيْرُ الْحِمَامِ أَصَابَكُمْ
عَتَبْتُ وَلٰكِنْ مَا عَلَى الدَّهْرِ مَعْتَبُ (۱)

میں یہ یہ بات آبدیدہ ہوکر کہہ رہا ہوں کہ زمین جوں کی توں ہے، اور دوست واحباب اُٹھتے چلے جارہے ہیں۔

اے میرے عزیزو! اگر موت کے سوا تمہیں کوئی چیز لاحق ہوتی تو میں اُسے ملامت کرتا، لیکن موت پر ملامت کا کچھ بھی اثر نہیں ہے۔

ديوان أبي العتاهية:

١٥– وَ إِنَّ امْرَأً قَدْ سَارَ خَمْسِينَ حِجَّةً
إِلٰى مَنْهَلٍ مِنْ وِرْدِهٖ لَقَرِيْبُ (۲)

جو شخص پچاس برس موت کے چشمے کی طرف رواں دواں رہا، اب وہ اس کی دہلیز پر پہنچنے کے بالکل قریب ہوگیا ہے۔

١٦– لِدُوا لِلْمَوْتِ وَ ابْنُوا لِلْخَرَابِ   فَكُلُّكُمْ يَصِيرُ إِلٰى تَبَابِ
لِمَنْ نَبْنِي وَ نَحْنُ إِلٰى تُرَابٍ   نَصِيرُ كَمَا خُلِقْنَا مِنْ تُرَابِ
أَلَا يَا مَوْتُ لَمْ أَرَ مِنْكَ بُدًّا   أَتَيْتَ وَ مَا تَحِيفُ وَ مَا تُحَابِي (۳)

(۱) حماسہ: ص۴۲۶ (۳) دیوان ابی العتاہیہ: ص۱۶ (۳) دیوان ابی العتاہیہ: ص۲۳

بچے مرنے کے لیے جنتے رہو اور دنیا ویران ہونے کے لیے آباد کرتے رہو!
اس لیے کہ تم میں سے ہر ایک کا انجام تباہی ہی ہے۔
آخر ہم کس کے لیے تعمیر کریں؟! جب کہ ہم جس طرح مٹی سے بنے ہیں اُسی طرح ہمیں دوبارہ مٹی ہی بن جانا ہے۔
اے موت! خبردار! میرے پاس تجھ سے خلاصی کی کوئی سبیل ہی نہیں ہے تو کسی کی طرف داری یا کسی ساتھ ناانصافی کرتی ہوئی نہیں آتی۔

(وفی رواية : أبيت فلاتحيف ولاتحابي، وفي غيرها: أتيت بما تخيف ولا تحابي)

۱۷- نُـرَاعُ لِـذِكْـرِ الْـمَـوْتِ سَاعَةَ ذِكْـرِهِ
وَ نَـغْتَـرُّ بِـالـدُّنْيَـا فَـنَـلْهُـوُ وَ نَـلْعَـبُ
وَ نَـحْـنُ بَـنُـوُ الـدُّنْيَـا خُـلِـقْنَـا لِغَيْـرِهَـا
وَ مَـا كُـنْـتُ فِيْـهَـا فَهُوَ شَيْءٌ مُحَبَّـبٌ (۱)

موت کے تذکرہ کے وقت ہم اُس سے سہم جاتے ہیں، اور ہم دنیا سے دھوکا کھا کر لہو ولعب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔
اور ہم اہلِ دنیا' دنیا کے علاوہ کسی اور چیز (آخرت) کے لیے پیدا ہوئے ہیں، اور ہم پہلے جہاں تھے (جنت) وہ ایک پسندیدہ جگہ تھی۔

---

(۱) دیوان ابی العتاہیہ: ۲۵
(۲) دیوان ابی العتاہیہ: ص ۳۰

۱۸- لَعَمْرُكَ مَا عَيْنٌ مِنَ الْمَوْتِ فِيْ عَمًى

وَمَا عَقْلُ ذِيْ عَقْلٍ مِنَ الْبَعْثِ فِيْ رَيْبٍ(۲)

آپ کی زندگی کی قسم، نہ کوئی آنکھ موت سے اندھی ہے، اور نہ کسی دانش مند کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے میں شبہ ہے۔

۱۹- وَمَا الْمَوْتُ إِلَّا رِحْلَةٌ غَيْرَ أَنَّهَا

مِنَ الْمَنْزِلِ الْفَانِيْ إِلَى الْمَنْزِلِ الْبَاقِيْ(۱)

موت ایک سفر ہی ہے، بس صرف فرق اتنا ہے کہ یہ سفر دارِ فانی سے دار البقا کی طرف ہے۔

وقال المهلهل الثعلبي (شاعر باهلي):

۲۰- يَعِيْشُ الْمَرْءُ عِنْدَ بَنِيْ أَبِيْهِ

وَ يُوْشِكُ أَنْ يَصِيْرَ حَيْثُ صَارُوْا

أَرَى طُوْلَ الْحَيَاةِ وَ قَدْ تَوَلّٰى

كَمَا يُسْلَبُ الشَّيْءُ الْمُعَارُ (۲)

انسان اپنے آبائی خاندان کے لوگوں کے ساتھ بود و باش اختیار کرتا ہے، اور بس قریب ہے کہ وہ بھی وہیں چل بسے جہاں اس کے آبا و اجداد چل بسے۔

اپنی پشت پھیرتی طویل زندگی کو میں ایسے ہی سمجھتا ہوں، جیسے کوئی عاریت لی ہوئی چیز مجھ سے چھینی جا رہی ہو۔

---

(۱) دیوان ابی العتاہیہ: ۱۷۴ (۲) جواہر الادب: ۴۴۰

وقال ليلٰى الأخيلية المتوفاة ٨٠هـ:

(۱) وَلَيۡسَ لِذِيۡ عَيۡشٍ عَنِ الۡمَوۡتِ مَقۡصِرُ
وَلَيۡسَ عَلَى الۡأَيَّامِ وَالدَّهۡرِ غَابِرُ
وَ لَا الۡحَيَّ مِمَّا يُحۡدِثُ الدَّهۡرُ مُعۡتَبٌ
وَ لَا الۡمَيِّتُ إِنۡ لَمۡ يَصۡبِرِ الۡحَيُّ نَاشِرُ (۱)

کسی بھی زندہ انسان کے لیے موت سے کوئی مفر ہی نہیں، اور نہ زمانے میں کسی کے لیے بقا ہے۔

اور نہ ہی گردشِ ایام کے چنگل سے کسی زندہ کے لیے راہِ فرار ہے، اور نہ کسی زندہ انسان کی بے صبری کی وجہ سے کوئی مردہ دوبارہ زندہ ہو سکے گا۔

و قال أحمد بك شوقي المصري:

(۲) دَقَّاتُ قَلۡبِ الۡمَرۡءِ قَائِلَةٌ لَهٗ
إِنَّ الۡحَيَاةَ دَقَائِقُ وَ ثَوَانٍ
فَارۡفَعۡ لِنَفۡسِكَ قَبۡلَ مَوۡتِكَ ذِكۡرَهَا (۲)
فَالذِّكۡرُ لِلۡإِنۡسَانِ عُمۡرٌ ثَانٍ

انسان کے دل کی دھڑکنیں اسے پکار پکار کر کہتی ہیں کہ زندگی چند منٹ اور لمحات سے عبارت ہے۔ اس لیے اپنی موت سے پہلے کچھ کارہائے نمایاں چھوڑ کر جاؤ، کیوں کہ ذکر خیر انسان کی حیات ثانیہ کے مترادف ہے۔

---

(۱) جواہرالادب: ۴۵۰ (۲) جواہرالادب: ۴۴۵

وقال أبو الحسن التهامي:

(۳) فَالْعَيْشُ نَوْمٌ وَ الْمَنِيَّةُ يَقْظَةٌ
وَ الْمَرْءُ بَيْنَهُمَا خَيَالٌ سَارِ
فَاقْضُوا مَآرِبَكُم عُجَالاً إِنَّمَا
أَعْمَارُكُم سَفَرٌ مِنَ الْأَسْفَارِ (۱)

زندگی خوابِ غفلت ہے تو موت بے داری ہے، اور انسان اِن دونوں کے بیچ ایک گزرتے خیال کی طرح ہے، لہٰذا زندگی سے جلد اپنی ضرورتیں پوری کرلو! اس لیے کہ تمہاری زندگی بھی ایک سفر ہی ہے۔

---

(۱) جواہر الادب: ۴۴۳

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
علم النفس کی روشنی میں

امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے اپنی کتاب "الجامع الصحیح" میں ایک باب "باب تحويل الاسم إلٰى اسم هو أحسن منه" کے عنوان سے ذکر فرمایا ہے اور اس باب کے تحت ایک روایت اس طرح لائے ہیں:

"حدثنا إبراهيم بن موسٰى، حدثنا هشام ابن جريج، أخبرهم قال: أخبرني عبد الحميد بن جبير بن شيبة، قال: جلست إلى سعيد بن المسيب، فحدثني أن جده حزنا قدم النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: ما اسمك؟ قال: اسمي حزن، قال: بل أنت سَهْل، قال: ما أنا بمغيّرٍ اسمًا سمّانيه أبي، قال ابن المسيب: فما زالت فينا الحزونة بعد".(۱)

عبدالحمید راوی فرماتے ہیں کہ میں سعید بن المسیبؒ کی خدمت میں حاضر تھا تو انہوں نے مجھے بیان کیا کہ میرے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ جواب دیا "حزن"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، آپ کا نام "سہل" ہے،

(۱) بخاری: جلد ثانی/۹۱۴، حدیث: ۶۱۹۳

انہوں نے جواب دیا، میں اُس نام کو قطعاً تبدیل نہیں کروں گا جو میرے باپ نے رکھا ہے۔ ابن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اثر یہ ہے کہ اب تک سختی ہمارے یہاں چل رہی ہے۔

اس مضمون کی دیگر روایتیں بھی آئی ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے نام تبدیل کر کے اچھے نام رکھ دیے تھے۔

اب ذرا اس خبر کو ملاحظہ فرمالیں:

سعودی عرب کے روزنامہ ''الریاض'' ۱۲؍شعبان ۱۴۰۱ھ میں ایک مختصر خبر اس طرح ہے:

"أيها الآباء ...... أحسنوا اختيار أسماء أبنائكم"

واشنطن : "دعا علماء النفس الأمر يكيون الآباء إلى حسن اختيار أسماء أطفالهم، حيث إن الأسماء لها تأثير بالغ على تشكيل نفسية الطفل وعلى نظرة الناس إليه، و أشار هؤلاء العلماء في دراسة ميدانيةٍ أجروها على المتقسين للعمل بالشركات إلى أن الأسماء تلعب دورًا هامًا".

امریکی علم النفس کے ماہرین نے والدین سے اپیل کی ہے کہ اپنے بچوں کے اچھے نام رکھیں؛ کیوں کہ اچھے ناموں کا بچوں کی نفسیات کی تشکیل میں گہرا اثر ہوتا ہے۔

ان ماہرین نفسیات نے کارخانوں میں کام کرنے کے لیے آنے والوں پر ریسرچ کیا تو معلوم ہوا کہ اچھے نام بہت اہم پارٹ ادا کرتے ہیں۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴۰۰ سو سال پہلے جو ارشاد فرمایا تھا اس کی تصدیق علم النفس کی روشنی میں آج ہو کر رہی، اہلِ علم اس قسم کی روایتوں کو سرسری نظر سے پڑھ کر گزر جاتے ہیں؛ مگر علم جدید کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی کی اہمیت وافادیت واضح ہوتی چلی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تدبر کی توفیق اور یقین کامل نصیب فرمائے۔"وما ینطق عن الهوى، إن هو إلا وحي يوحى" صدق الله العظيم.

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کو ''صدق جدید'' میں بھیجا گیا۔(۱)

---

(۱) ۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کو ''صدق جدید'' میں بھیجا گیا اور صدق جدید میں شائع بھی ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد تحریریں آپ کی ''صدق جدید'' میں شائع ہوئی تھیں، افسوس ہے کہ اُن تک رسائی نہیں ہوسکی۔

زیرِ نظر مقالہ، رابطۂ ادب اسلامی کے ۲۸ رویں مذاکرۂ علمی، منعقدہ بعنوان ''علامہ محمد ابن طاہر پٹنیؒ ودیگر علمائے گجرات اوران کی علمی اورادبی خدمات'' بتاریخ: ۲۲-۲۴ رجنوری ۲۰۱۰ء میں پیش کیا گیا۔

گجراتی زبان کے اسلام پسند مصنّفین اور صحافی

اہلِ گجرات کے لیے مقامِ مسرت و افتخار ہے کہ حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب(۱) مہتمم و بانی ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر'' کی پُر خلوص دعوت کو منظور فرما کر عالمی ادب اسلامی کے صدر محترم اور اراکین نے اس کا اٹھائیسواں اجلاس جمبوسر، گجرات کی سرزمین پر منعقد کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ جس کا عنوان ''علامہ محمد طاہر پٹنی اور دیگر علمائے گجرات کی علمی، ادبی اور اصلاحی خدمات'' رکھا گیا ہے۔

فللّٰہ الحمد و لہ الشکر والمنۃ !

اہلِ گجرات کے لیے یہ ایک نادر موقع ہے کہ ان اکابر کی دعوت پر لبیک کہہ کر یہاں کے علما و مشائخ، مصنفین اور شعرا کا تذکرہ پیش کریں۔ ناچیز کے ذہن میں

---

(۱) **حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم (ولادت ۱۹۴۶ء):** فاضل جامعہ ڈابھیل، تلمیذ ومُجاز حضرت فقیہ الامتؒ، بانی ومہتمم ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر''، ''تحفظ مدارس گجرات'' کے روحِ رواں، ''مسلم پرسنل لاء بورڈ'' کے رکن رکین، رابطہ ادبِ اسلامی کے اہم رکن، گجرات کے مایۂ نام عالم۔ آپ کے بلند عزائم کے نتیجے میں افقِ گجرات پر مختلف علمی وعملی کارہائے نمایاں انجام پذیر ہوئے۔ خدا تا دیر سلامت رکھے۔ آمین!

یہ بات آئی کہ گجراتی زبان میں لکھنے والے مصنفین اور صحافیوں کا بھی ذکر کیا جائے، مگر وقت کی قلت کے سبب سے اس موضوع کا حق ادا کرنا تو ممکن نہ تھا، تاہم اختصار کے ساتھ تقریباً ۴۲/ بیالیس افراد کا ذکر کردیا گیا ہے۔

(۱) ہاشم یوسف بھروچہ راندیری: تخلص ''راندیریؔ''۔ تصنیفات: ''شاعری حصہ اول، دوم'' (گجراتی)، ''روح اور تناسخ'' (આત્મા અને પુર્નજન્મ)، ''ہندوستانی بھاشہ''۔

(۲) اعظم احمد اسماعیل راندیری: تخلص ''وحشی راندیری''، ایڈیٹر ماہنامہ ''کاروان''۔ موصوف نے ''مسلم گجراتی ساہتیہ منڈل'' کی بنیاد ڈالی تھی۔ موصوف کی تصنیفات میں ماہنامہ ''کارواں'' کے علاوہ ''کاویہ گونج'' (કાવ્ય ગુંજ) (۱ تا ۸)، ''مسلمان اور گرجر ساہتیہ'' (મુસલમાન અને ગુર્જર સાહિત્ય)، ''ہندو مسلم ایکتا'' (હિંદુ મુસ્લિમ એકતા) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(۳) محمد عارف داخلیؒ: تخلص ''سیوک راندیری''، آپ کی تصنیفات میں ''پردہ اور اسلام'' (گجراتی)، ''گجرات اور بوہرہ قوم'' (گجراتی) ہیں۔

(۴) مولانا عبدالرحیم بن غلام محمد اسماعیل صادق صاحب راندیریؒ: تصنیفات ''بہشتی زیور'' کا گجراتی ترجمہ (مکمل)، ''اظہار الحق'' کا ترجمہ، ''مشارق الانوار'' کا ترجمہ، ''قرآن مجید'' کا گجراتی ترجمہ۔(۱)

(۱) متعدد اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ آپ کی طرف منسوب گجراتی ترجمہ حضرت مولانا شمس الدین صاحب بڑودویؒ فاضل جامعہ حسینیہ راندیر کے قلم اعجاز رقم کا فیض ہے۔

(۵) حاجی محمد اسماعیل قاضی کھٹوروی: تالیفات ''اسلام اور اصلاح''، ''سوانح حکیم عمر خیامؒ'' (گجراتی)۔

(۶) قاسم سلیمان پٹیل سنجالویؒ: تالیف ''انقلابِ عثمانی''۔

(۷) حاجی عبداللہ احمدؒ سورتی: آپ نے مولوی نذیر احمد دہلوی کی کتاب ''توبۃ النصوح'' کا ترجمہ فرمایا۔

(۸) ڈاکٹر قاسم ابراہیمؒ متالا ورتھی، ضلع سورت۔ تصانیف (તસવ્વુફ અને આત્મજ્ઞાન) ''بستانِ فریدی''۔

(۹) غلام محمد احمد متالاؒ: مؤلف ''سنی بہورہ قوم کی تاریخ''۔

(۱۰) مولانا محمود ابراہیم منگیراؒ (کالکوتی): علامہ عسقلانیؒ کی ''المنبہات'' کا گجراتی ترجمہ۔

(۱۱) محمد ابراہیم کرولیہؒ (سرخائی): ادب اور قومی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی کتابوں میں ''موت کے وقت شیطانی دھوکہ اور اس سے حفاظت کا طریقہ''، ''دنیا اور آخرت کی کامیابی'' (گجراتی) مشہور ہیں۔

(۱۲) غلام حسین مشتاق راندیریؒ: قومی شاعر تھے، اردو میں بہترین اشعار کہتے تھے۔ راندیر اسلامی جیم خانے میں منعقدہ ایک جلسے میں جب انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

''اب بھی آسکتی ہے ''إنا فتحنا'' کی خبر
خالدِ جانباز کا ہم رنگ تو پیدا کریں

تو مولانا محمد علیؒ کے بھائی شوکت علیؒ کھڑے ہو گئے اور بار بار پڑھواتے رہے۔ پھر رنگون میں سبھاش چندر بوز کی جماعت ''آزاد ہند فوج'' میں شامل ہو گئے۔ ''مشرق و مغرب کی کش مکش'' نامی کتاب میں اس تحریکِ آزادی کے بارے میں تفصیلات درج ہیں۔ کبھی کبھی ایک مصرع اردو اور ایک گجراتی میں جوڑ کر شعر کہتے تھے۔ مثلاً ؎

اچھی صورت پر ہی ہوتا ہے دلِ ناداں فدا
મુર્ખ પણ પોતાની મતલબમાં હોશિયાર છે.

آپ کی نعت کا ایک شعر اس طرح ہے ؎

دعوائے غلامی تو بڑی چیز ہے
زیبا نہیں اس منہ سے کہنا سگِ در بھی

(۱۳) احمد اکوجی سیرتی کٹھوروی: بہترین غزل گو اور متعدد گجراتی کتابوں کے مترجم ہیں، ماہنامہ ''وہورہ سماچار''، ماہنامہ ''الاصلاح'' اور ماہنامہ ''تبلیغ'' کی ترتیب میں سالہا سال شامل رہے۔

(۱۴) مولانا محمد احمد ہتھورنیؒ: اصل ہتھورن ضلع سورت کے باشندے ہیں؛ مگر کئی سال سے جنوبی افریقہ میں قیام پذیر تھے۔ ان کی تقریباً آٹھ کتابیں گجراتی میں طبع ہوئیں اور بہت مقبول ہوئیں۔ ''سیرتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم''، ''سسرال جانے والی بیٹی کو خطاب'' کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے، بہت سلیس زبان میں لکھتے تھے۔

(۱۵) موسیٰ حسن راوت (باردولیہ): اسلامی موضوعات کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے، گجراتی اور انگریزی میں آپ کی کئی کتابیں طبع ہوچکی ہیں۔

(۱۶) جناب موسیٰ یوسف حافظ جی دیپک بارڈولی: غزل گو اور گجراتی زبان کے اچھے مصنف ہیں۔ ان کے اشعار کے تقریباً آٹھ مجموعے شائع ہوچکے ہیں؛ نیز سنی بوہرہ قوم کے بارے میں بھی ایک تحقیقی کتاب لکھی۔ کراچی اور برطانیہ کی ادبی انجمنوں نے ان کو خراجِ عقیدت پیش کرکے ایوارڈ سے نوازا ہے۔

(۱۷) جناب عظیم الدین منادؔی سورت: ''مسلم گجرات'' نامی ہفتہ وار کے فاضل مدیر تھے۔ ''مسلم گجرات'' کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی، بہت جری اور بے باک قلم رکھتے تھے۔ ''سیرتِ عائشہؓ'' کا گجراتی ترجمہ بھی کیا، ''صدق جدید'' کی سچی باتیں سالہا سال گجراتی میں شائع کرتے رہے۔ گجراتی، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبان کے ماہر تھے۔

(۱۸) جناب منشی عیسیٰ بھائی صاحبؒ متوطن کاوی: گجراتی زبان کے ماہر اور کئی کتابوں کے مترجم تھے۔ ماہنامہ ''پیغام'' کے مدیر تھے۔ ''جمعیۃ العلما'' کے سرگرم کارکن اور علمائے حق کی حمایت میں پیش پیش تھے۔ ''قرآن مجید'' کا ترجمہ اور مختصر تفسیر پانچ پارے تک کرچکے تھے کہ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکے۔

(۱۹) منشی محمود قاسم پانڈورؔ (کاپودرا): موصوفؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ کو گجراتی زبان میں پھیلانے اور علمائے حق کی کتابوں کو گجراتی زبان میں ترجمہ کرکے طبع کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ بائیس سال تک ''التبلیغ''

نامی گجراتی ماہنامے کے ذریعہ قابلِ قدر خدمت انجام دی۔ کئی اردو کتابوں کا گجراتی ترجمہ کر کے شائع کیا۔ نہایت متقی شخص تھے، بیعت وسلوک کے لیے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے متعلق رہے۔ سیاسی امور میں شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے مسلک پر تھے، جانبین کی عزت واحترام میں ذرہ برابر کمی نہیں کرتے تھے۔

(۲۰) مولانا حبیب الرحمٰن غزنوی (احمد آباد): وسیع المطالعہ عالم تھے، بہت اچھے علمی اور تاریخی مضامین لکھتے تھے، گجراتی زبان بھی سلیس لکھتے تھے۔

(۲۱) وکیل کالے خانؒ (رادھن پور): اچھی وکالت کے ساتھ عمدہ صحافت جانتے تھے۔ ''ہلال'' نامی ہفتہ وار اخبار کے ذریعے قومی وملی مسائل پر واضح بات لکھتے تھے۔ سماجی اور علمی میدانوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، ''گجراتی عربی پریشد'' کے بانی تھے۔ مولانا محمود پانڈورصاحبؒ کے ساتھ مل کر ''شاہ ولی اللہ اکیڈمی'' قائم کی تھی۔

(۲۲) جناب ماسٹر ولی بھٹو (خانپوردہ): موصوف اپنے وطن خان پور کے اسکول میں ایک مثالی استاذ کی حیثیت سے سالہا سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔ گجراتی زبان کے ایک عظیم الشان انقلابی شاعر ہیں، شاعری میں طنز ومزاح کے ساتھ شعلہ بیانی میں عجیب ملکہ رکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں (રક્ત ભીના ઘાવ) یعنی خون آلود زخم، اور (શબ્દની સંવેદના) یعنی الفاظ کی تاثیر، منصۂ شہود پر آ کر عوام وخواص میں خراجِ عقیدت حاصل کر چکی

ہیں۔ موصوف دورِ حاضر کے ان شعرا میں شمار ہوتے ہیں جو حق گوئی میں بے باک اور اصلاحِ معاشرہ کے متعلق ہر وقت فکر مند رہتے ہیں۔

(۲۳) مولانا یعقوب سریگتؔ صاحب ندوی (دڈھال): جامعہ ڈابھیل اور ندوۃ العلما لکھنؤ سے فارغ ہوئے۔ اردو اور عربی کے ساتھ گجراتی زبان میں بھی بہترین صلاحیت کے مالک ہیں۔ صحافت کو میدان بنا کر پچھلے ۲۵ر پچیس سال سے زائد مدت سے بہترین خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ''مجاہد'' (پندرہ روزہ، سورت) ماہنامہ ''وہورہ ویلفیئر'' اور ''صدائے مرکز'' کے مدیر ہیں۔ مذہبی، علمی اور سیاسی مضامین بہترین انداز میں لکھتے ہیں۔

(۲۴) مولانا حسن عبداللہ صاحب بھڑکودروی: ماہنامہ ''دارالعلوم'' کنتھاریہ اور ماہنامہ ''بیانِ مصطفیٰ'' کے مرتب؛ نیز کئی اردو کتابوں کے مترجم ہیں۔ گجراتی زبان پر اچھی دسترس ہے۔ مذکورہ دونوں رسائل ہند و بیرون ہند میں نہایت مقبول ہیں۔ بہت بڑی تعداد میں اردو کتابوں کے گجراتی تراجم کر کے شائع کر چکے ہیں۔

(۲۵) مولانا علی صاحب نانجی ولنوی، حال مقیم یوکے: موصوف 'مظاہر علوم سہارن پور' کے فارغ التحصیل ہیں۔ 'دارالعلوم ماٹلی والا' میں طویل تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد آپ یوکے تشریف لے گئے۔ ایک کامیاب استاذِ حدیث ہونے کے ساتھ آپ کو گجراتی زبان پر اچھا عبور حاصل ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں (યુવાધન આપણું)

قابلِ ذکر ہے، اس میں آپ نے ملت کے نوجوانوں کے متعلق فکر فرماتے ہوئے ان کی صحیح رہنمائی کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

(۲۶) مفتی احمد دیولوی صاحب: مفتی صاحب مدظلہ بھی ایک عرصے تک جریدہ ''فدائے ملت'' کے مدیر رہے ہیں، اب بھی ''جامعہ علوم القرآن'' کے ترجمان گجراتی ماہنامہ ''البلاغ'' کے ایڈیٹر ہیں۔

(۲۷) مولوی فرید احمد کاوی: ''جامعہ علوم القرآن'' کے مدرس ہیں، گجراتی زبان میں مفید مضامین لکھتے رہتے ہیں۔

(۲۸) جناب عبد القادر فاتی والا (بلساڑ): کئی گجراتی رسائل میں مضامین لکھتے ہیں، بزرگوں کی کتابوں کا بہترین سلیس ترجمہ کرتے ہیں۔ حضرت مولانا عبد الحیؒ حسنیؒ کی کتاب ''یادِ ایام'' کا بہت اچھا ترجمہ کیا ہے۔

(۲۹) مولانا اقبال ٹنکاروی صاحب: مہتمم دار العلوم ماٹلی والا، قابل منتظم، فاضل استاذ اور گجراتی ماہنامہ ''پیغامِ رحمت'' کے مدیر ہیں۔ گجراتی زبان میں کئی مفید کتابیں لکھ چکے ہیں۔

(۳۰) مولانا اسماعیل بھوٹا صاحب (ٹنکاریہ): گجراتی ماہنامہ ''سچائی'' (The truth) کے مدیر ہیں۔

(۳۱) مولوی حبیب الرحمٰن صاحب متادار (کرماڈ): گجراتی مجلّہ ''انجمن'' کے مدیر ہیں، بھروچ میں بہترین اسکول قائم کر کے مسلم بچوں کی عصری تعلیم کا معقول نظم کر رکھا ہے۔ ''جماعت اسلامی'' سے تعلق کے سبب مطعون رہتے ہیں، اگر تھوڑی توجہ کریں تو بہترین کام کر سکتے ہیں۔

(۳۲) مولوی اقبال صاحب بوکڑا (گودھرا): عربی مدرس ہیں۔ گجراتی میں بھی بہت اچھا لکھتے ہیں، کئی کتابوں کے مترجم ہیں۔

(۳۳) جناب اکرام درگاہی صاحب (گودھرا): گجراتی کے اچھے لکھنے والوں میں ہیں۔ ابھی ابھی ''ہماری تہذیب کے روشن پہلو'' کا بہترین ترجمہ کر کے شائع کیا ہے، یہ کتاب ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی کتاب ''روائع من حضارتنا'' کا ترجمہ ہے۔

(۳۴) احمد اسماعیل منگیرا (کانگوئی): تخلص ''مست منگیرا'' ہے۔ گجراتی ماہنامہ ''وہورہ سماچار'' کے ایڈیٹر ہیں۔ علامہ اقبالؒ کی کتاب ''زبورِ عجم'' کا گجراتی ترجمہ کر کے شائع کر چکے ہیں، خاموش طبع اور مطالعہ کے شوقین ہیں۔

(۳۵) ڈاکٹر محمد حنیف بَنا (ترکیسر): گجراتی زبان کے بہترین مقرر ہیں، گجراتی تقریر کے مقابلے میں آپ نے گولڈ میڈل حاصل کیا تھا۔ ''وہورہ سماچار'' میں ہر ماہ کالم لکھتے تھے۔ ''مانڈوی کالج'' کے پرنسپل تھے، ریٹائرڈ ہو کر کچھ ہی مدت میں وفات پا گئے۔

(۳۶) بےکارؔ راندیری۔ موصوف اصلاً خانپوردہ کے باشندے تھے؛ مگر راندیر میں قیام پذیر ہو چکے تھے۔ گجراتی زبان کے بہترین شاعر، خصوصاً غزل گوئی میں بہت معروف تھے، گجراتی مشاعرے میں ان کی حاضری سے جان پڑ جاتی تھی۔ ماہنامہ ''انسان'' کے کئی سال تک مدیر رہے، ان کی گجراتی غزلوں کا مجموعہ طبع ہو چکا ہے۔

(۳۷) عبد القادر میر صاحب، گجراتی کے اچھے لکھنے والوں میں تھے۔ ’’وہورہ سماچار‘‘ اور ’’جماعت‘‘ اخبار کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں، ہمیشہ علمائے حق اور جمعیۃ علمائے ہند کے ترجمان رہے۔

(۳۸) عبداللہ طالب دیولوی: گجراتی کے اچھے مضمون نگار تھے، کئی ماہناموں میں اُن کے مضامین چھپتے ہیں۔

(۳۹) غلام حسین پانڈور (مانگرول): بڑودہ یونی ورسٹی میں پروفیسر ہیں، چند کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے بعض انگریزی بھی ہیں۔

(۴۰) محمد یوسف سیداتؔ (چاسا) ماہنامہ ’’وہورہ سماچار‘‘ میں ان کے دینی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

(۴۱) مولوی فرید بیگؔ فلاحیؔ (ویارا) -مقیم حال امریکہ- ’’دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر‘‘ کے فضلا میں ہیں۔ گجراتی کے اچھے صاحب قلم ہیں، ہفتہ وار ’’امید‘‘ (سورت) میں مسلسل مضامین لکھتے رہے ہیں۔ عبداللہ عمادی کی کتاب ’’مسلمان سائنس داں‘‘ کا سلیس گجراتی ترجمہ کیا، اور تمام مسلم اسکولوں میں تقسیم کیا۔

(۴۲) مولوی ادریس فلاحیؔ ورنٹھی، کئی گجراتی کتابیں لکھیں، اور ’’امید‘‘ و ’’وہورہ سماچار‘‘ میں ہر ماہ لکھتے رہتے ہیں۔

(۴۳) مولوی ولی خانپوری فلاحیؔ، گجراتی مضامین لکھتے ہیں، کئی کتابوں کے ترجمے بھی کیے ہیں۔

(۴۴) مولانا یعقوب باری والا صاحب (حال مقیم یو کے) نے کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ اُن میں سرِ فہرست ''معارف الحدیث'' (مؤلفہ: مولانا محمد منظور نعمانیؒ) اور ''فضائل صدقات'' کا گجراتی ترجمہ ہے جو ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر'' کی جانب سے شائع ہو چکا ہے۔

گجراتی میں اور بھی اصحابِ قلم گزرے ہیں، یا موجود ہیں۔ جو حضرات میرے ذہن میں تھے ان کا ذکر کر دیا ہے؛ جو بطور نمونہ ہیں۔ البتہ اگر کوئی باہمت عالم اس موضوع کو لے کر ان کا تفصیلی تذکرہ لکھ لے، نیز اُن کی کتابوں کا تعارف کر دے تو یہ ایک اچھی خدمت شمار ہو گی۔ امید ہے کہ ہمارے نوجوان اہلِ علم اس کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ علما، مشائخ اور دین کی حمایت کرنے والے تمام اصحابِ قلم کی خدماتِ جلیلہ کو قبول فرمائے۔ اور اسلامی علوم و اسلامی فکر کو عام فرمائے، اور اس کو نوجوان نسل تک عصری اسلوب میں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین والسلام)

گجراتی زبان میں حج لٹریچر

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ ہر وہ مومن جس کے دل میں اللہ کے گھر اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، اور اس کو دارین کی فلاح وکامیابی ارکانِ اسلام کی ادائیگی میں نظر آتی ہے، وہ حج ادا کرنے کے لیے تڑپتا رہتا ہے۔ وہ دنیا کے کسی خطہ میں رہتا ہو اور کوئی بھی زبان جانتا اور بولتا ہوگا؛ مگر وہ اس اہم رکن کے بارے میں جاننے اور زندگی میں ایک بار زیارتِ حرمین کی تمنا رکھتا ہے۔

پھر اس دنیا میں حضراتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ کوئی انسان معصوم نہیں ہے؛ اس لیے ہر مومن کو۔خصوصاً حدیث پاک کے اس مفہوم کو معلوم کرکے کہ حجِ مقبول انسان کو اس طرح گناہوں سے پاک کرتا ہے جیسے اس کی ماں نے اس کو آج ہی جنا ہو۔ بیت اللہ کی زیارت اور ارکانِ حج کو مسنون طریقے سے ادا کرنے کا شوق دامن گیر ہوجاتا ہے۔ اور وہ اس کی تمنا اور آرزو میں سالہا سال بسر کرتا ہے؛ تاکہ وہ توبہ وانابت، طواف وصلاۃ اور تسبیح وتہلیل کے ذریعے اپنے گناہوں کو صاف کرے اور اپنی روح کو سیئات کی آلودگیوں سے مزکّٰی بنادے۔

مگر حج ایک ایسی عبادت ہے جو زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔ چند خوش قسمت انسانوں کو چھوڑ کر اکثر مسلمانوں کو ایک یا دو بار ہی یہ سعادت حاصل ہوتی ہے؛ اس لیے اس کے صحیح طریقے، اس کے فرائض و واجبات اور سنن ومستحبات کا خیال رہنا مشکل ہے۔

اس لیے حج جیسے اہم رکن کے فضائل و مسائل امت کو سمجھانے اور اس کے ادا کرنے کے صحیح طریقے بتلانے کے لیے علمائے امت نے -اللہ تعالیٰ اُن کو اِس کا اجر عظیم عطا فرماوے- دنیا کی مختلف زبانوں میں ان موضوعات پر کتابیں لکھیں؛ تاکہ مسلمان صحیح ارکان ادا کر کے اس کے ثمرات کو حاصل کرے۔

خصوصاً ہمارے ملک کے ہر صوبے میں، اس صوبے کی زبان میں علما نے حج کا لٹریچر تیار کیا۔ آج کے سیمینار میں جو موضوعات طے کیے گئے ہیں ان میں ہندوستان کی مختلف زبانوں میں حج لٹریچر کا موضوع بھی ہے۔ اس لیے صوبۂ گجرات میں بولی جانے والی گجراتی زبان میں حج لٹریچر کا مختصر تعارف اس مقالے کا مقصد ہے۔

اللہ کے فضل سے صوبۂ گجرات کے علمائے کرام نے قرآن مجید کے ترجمے کے ساتھ احادیثِ پاک اور فقہ و فتاویٰ کی کتابوں کو بھی گجراتی زبان میں منتقل کیا ہے۔ اس لیے حجاج کرام پہلے انہی فقہ کی گجراتی کتابوں اور گجراتی فتاویٰ کے مجموعات سے مسائلِ حج سے واقف ہوتے رہے؛ مگر پچھلے پچاس سالوں میں اس موضوع پر متعدد مفید کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔

ان میں سے چند مشہور و اہم یہ ہیں:

(۱) بمبئی کے مشہور صاحبِ خیر تاجر جناب احمد غریب صاحب مرحوم نے ''غریب کا حج'' نامی عمدہ کتاب گجراتی میں شائع فرمائی؛ جس میں فضائلِ حج کے علاوہ حجاجِ کرام کو گھر سے واپسی تک کی جملہ ضروری ہدایتیں اور ضروری مسائل ذکر کر دیئے ہیں۔ اس کتاب میں مؤلف کے ذاتی تجربات اور مشکلات کا ذکر بھی آ گیا ہے۔

(۲) دوسری اہم اور مختصر کتاب ''آسان حج'' نامی کتاب ہے۔ جس میں اختصار کے ساتھ حج کا طریقہ اور ضروری مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔

(۳) تیسری کتاب ''انوار الحج'' ہے، جو مولانا سلیمان نورگت صاحب مرحوم (۱) کے قلم سے مرتب ہوئی، اور ''تبلیغ آفس'' نے اس کو شائع کیا۔ یہ کتاب بھی سہل انداز میں عوام کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی۔

(۴) چوتھی کتاب ''احکام الحج'' نامی بہت مقبول کتاب گجراتی میں شائع ہوئی ہے۔

(۵) اردو زبان میں مسائلِ حج پر کافی کتابیں ہیں، ان میں معلم الحجاج کا ایک خاص مقام ہے۔ اسی طرز کی گجراتی کتاب ''مسائلِ حج'' ہے، جو حضرت مفتی احمد بیمات صاحب مرحوم (۲) کی مرتب کردہ اور شائع کردہ عمدہ کتاب ہے۔

(۶) اسی طرح ''فضائل حج'' نامی کتاب، فضائل حج پر بہترین کتاب ہے، جو مفتی صاحب موصوف نے شائع کی۔

---

(۱) **حضرت مولانا سلیمان صاحب نورگتؒ**: ترکیسر کے مایۂ ناز سپوت، جامعہ ڈابھیل کے قابلِ فخر فاضل، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ کے تلمیذ، حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقش بندیؒ کے خلیفۂ اجل، افسوس! عمر عزیز کی صرف ۵۵؍ بہاریں دیکھنے پائے تھے، کہ علم وعمل کا یہ مجسم نمونہ افقِ ترکیسر میں روپوش ہوگیا۔ رحمه الله رحمةً واسعةً!

(۲) **حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ**: سابق صدر جمعیۃ علمائے گجرات، رکنِ مجلس عاملہ جمعیۃ علمائے ہند، سابق استاذ حدیث ''جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل''، سابق شیخ الحدیث ومفتی ''فلاحِ دارین ترکیسر''، بانی وسابق مہتمم ''جامعہ مدنی دار التربیت کرمالی''، سابق صدر دینی تعلیمی بورڈ، ہزاروں فتاویٰ کے مرتب، شیخ الاسلام اور حضرت شیخ رحمہما اللہ کے عاشقِ زار، گجرات کی متصلب فی الدین اور غیور شخصیت، پچاسوں گجراتی کتابوں کے مصنف۔ آپ کے قیمتی فتاویٰ ''فتاویٰ فلاحیہ'' کے نام سے مرتب ہوکر عوام وخواص میں قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اور آپ کی تصانیف کئی زبانوں میں ترجمہ ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ افسوس ہے کہ علم وفضل کا یہ آفتاب ۱۳؍ فروری ۲۰۰۴ء کو غروب ہوگیا۔ أعلى الله مراتبه!

(۷) اسی طرح حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی اردو کتاب، آپ حج کیسے کریں؟ کا گجراتی ترجمہ جناب اسماعیل لولات صاحب کا پودروی کے قلم سے تیار ہوا اور مقبولِ عام ہوا۔

(۸) ابھی حال ہی میں ایک اور کتاب جناب عثمان کھتری صاحب نے احمد آباد سے شائع کی ہے جس کا نام ''رفیقِ حج'' ہے، جس میں حج کے بارے میں تفصیلی معلومات اور ضروری مسائل ہیں۔

ان مفید کتابوں کے علاوہ گجرات کی مسلم صحافت نے بھی حج کے فضائل ومسائل؛ نیز مقاصدِ حج اور حجاجِ کرام کو ان تمام باتوں سے واقف کرنے کے لیے جو ایک حاجی کے لیے ضروری ہیں، عمدہ مقالات لکھے۔ ان میں گجراتی کا قدیم ہفتہ وار ''مسلم گجرات'' نے بہت مفید مضامین شائع کئے تھے۔ نیز موجودہ دور میں ''امید'' سورت، پندرہ روزہ ''مجاہد'' سورت، ماہنامہ ''تبلیغ'' ترکیسر، ماہنامہ ''الاصلاح'' سورت، ماہنامہ ''حیات'' سورت، ماہنامہ ''دارالعلوم'' کنتھاریہ اور ماہنامہ ''بیانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' اکل کوا وغیرہ رسائل نے بہترین مضامین شائع کئے ہیں۔

علاوہ ازیں حج وزیارت کی مسنون دعاؤں کو بھی گجراتی ترجمہ کے ساتھ الگ شائع کیا گیا ہے۔ نیز حج کے پانچ دن کے سلسلے میں چھوٹی جیبی سائز کی کتاب بھی شائع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان جملہ مؤلفین اور ناشرین کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین!

اخیر میں ہم اس مجلسِ مذاکرہ کے منتظمینِ کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے حج سیمینار منعقد کر کے اس اہم فریضے کے سلسلے میں امت کی رہنمائی اور موجودہ حالات میں پیدا شدہ بگاڑ کی اصلاح کی راہ پیدا فرمائی ہے۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء!

☆☆☆☆☆

گجراتی زبان پر عربی زبان کا اثر

(۱۱، ۱۲، ۱۳ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ کو رابطہ ادبِ اسلامی کا سیمینار دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا، جس میں شرکت کے لیے مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نور اللہ مرقدہٗ نے "أثر اللغة العربية على اللغة الغجراتية" کا عنوان متعین فرمایا تھا۔ مختلف عربی و گجراتی لغات کی مدد سے تقریباً ایک ہزار الفاظ کا انتخاب فرما کر اُس کی روشنی میں آپ نے ایک مختصر مقالہ تحریر فرمایا اور اُسے سیمینار میں پڑھا۔ بعد میں وہ مقالہ کچھ اضافے کے ساتھ "اَضواء" کے نام سے مستقل کتاب کی شکل میں شائع ہوا؛ لیکن وہ فہرست ابھی تک شرمندۂ اشاعت نہیں ہوئی تھی، حضرتؒ کے ذخیرے میں دست یاب ہوئی تو اُسے افادۂ عام کی خاطر شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔

(از مرتب عفا اللہ عنہ)

اصل عربی	گجراتی استعمال
(الف)	
الأثاث – متاع البيت	ઘરનો અસાસો ભેગો કર્યો
الأدب – كل رياضة مجردة يتخرج بها الإنسان في فضيلة من الفضائل (ج) آداب	બાળક ને અદબ સીખવાડો
آذيته إيذاء	કોઇને ઇજા ન દો
الإزار معروف	ઇજાર સીવડાવી
الأستاذ – الماهر بالشيء	આ મારા ઉસ્તાદ છે , ઘણો ઉસ્તાદ છે
الأصل – أصل كل شيء ما يستند وجود ذالك الشيء إليه	અસલ વાત એમ છે
الأصيل مثل كريم	ઘણું અસીલ જાનવર છે
أكدته تاكيدًا	મેં એને તાકીદ કરી છે
الأكرة مثل حفرة وزنًا و معنًا	કચરો ઉકરડા માં નાખો
الأمانة	અમાનત સાચવો
الأمن	દેશમાં હાલ અમન છે
آفة (ج) آفات	શું આફત આવી પડી?
آه و أوه بسكون الواو و بالكسر كلمة تقال عند الوجع	આહ! શું થઇ ગયું

(ب)

بحث عن الأمر بحثًا : استقصى، و بحث في الأرض: حفر

ખોટી બહસ ના કર

بَخِل – فهو بخيل (ج) بخلاء، منع السائل عما يفضل عنده، و في الشرع منع الواجب | ફલાણો બખીલ છે

أبدلته – إبدالا، نحيّتُ الأول وجعلتُ الثاني مكانه | આ માલ બદલી આપો

البدن – من الجسد ماسوى الرأس (ج) أبدان | મારૂં બદન દુ:ખે છે

البرقع – ما تستر بها و جهها (ج) براقع | સ્ત્રીને બુરખો આપ

البركة – الزيادة و النماء | માલમાં બરકત થઇ

بارك الله فهو مبارك | મુબારકબાદ આપી

البرنية – إناء معروف | અચાર માટે બરણી લાવ

البارية – الحصير الخشن، و يقال بالفارسية البوريا | બોરીયા બીસ્તરા બાંધો

بَعُد – ظرف مبهم لا يفهم معناه، إلا بالإضافة بغيره، وهو زمان متراخ عن السابق، فإن قرب منه قيل بعيدة | સલામ બાદ લખવાનું કે

بَقِي – بقاء فهو باقي | હજુ ઘણું કામ બાકી છે

بهراء مثل حمراء، قبيلة من قضاعة، والنسبة إليها بهراني مثل نجراني على غير قياس | વોહરા કોમ વેપારી છે

بلِه (س) ضعف عقله فهو أبلَه، و الأنثى بلها | બીલ્કુલ અભલો છે

الباغ – لفظة أعجمية | ફુલનો બાગ

(ت)

تبِعَ – تبعًا فهو تابعٌ	એને તાબે કરેલો છે
تحفة (ج) تحائف	દોસ્તને તોહફો આપ્યો
التربة / المقبرة	તુરબત ઉપર ચાદર નાખી
الترجمة / ترجم فلان كلامه إذا بيّنه و أوضحه، و ترجم كلامَ غيره إذا عبَّر بلُغةٍ غير لغةِ المتكلم، و اسم الفاعل ترجمان	ગુજરાતી તર્જમો કર્યો
التنّور – الذي يخبز فيه	તન્નુરમાં રોટી પકાવી
التوبة / تاب (ن)	તૌબા કરો

(ث)

ثبت – ثبوتًا فهو ثابتٌ	એનું સબુત શું છે?, સાબેતી આપો
ثواب	ઘણો સવાબ છે

(ج)

الجبة – من الملابس معروف (ج) جبب	જભ્ભો પહેરયો
الجبر	કોઇ ઉપર જબર ના કરો
التجربة – جرّبتُ الشيء، اختبرته مرة بعد مرة	તજરૂબો કરી જુઓ
الجرّة	પાણીનો ઘડો લાવ
جرُجرَ فلان الماءَ في حلقه إذا جرعه جرعا متتابعًا له، يسمع له صوت، والجرجرة حكاية ذالك الصوت	પાણીથી ગરગરો કર્યો

جرم– جرمًا والاسم جُرم فهو مجرم	એજ મુજરીમ છે
جلس– جلوسًا و جلسةً	જલ્સા માં જવાનું છે
جرى – يجرى جاري	પૈસા જારી કારાવ્યા
جرأة	તને જુર્અત કેમ થઇ?
جفا (ن)	આ બધી જફા શા માટે?
المجلس (ج) مجالس	મજલીસ માં બેસો
الجماعة – من كل شيء يطلق على القليل و الكثير، من جمعت الشيء جمعًا	જમાઅત આવી
المسجد الجامع	જુમ્અહ મસ્જીદ
جهل (س) فهو جاهل	તદ્દન જાહિલ માણસ છે
الجوهر (ج) جواهر	ઊચી જાતનું જૌહર છે
الجواب (ج) أجوبة و جوابات	જવાબ આપો
جارَ في حكمه جورا – ظلم	એનો જોર ઝુલમ ઘણો છે

(ح)

الحجامة – اسم الصناعة	હજામત નો ધંધો
الحدّ – حددتُ الدار ميزتها عن مجاورتها بذكر نهايتها، الحد في اللغة الفصل والمنع	ઘરની હદ બતાવો
الحرص – (ض) إذا رغب رغبة فهو حريص	ખોટી હિરસ ના કર

હરકત માં બરકત છે — الحركة – خلاف السكون

મારી ઉંગ હરામ કરી — حرَم حرامًا – امتنع فعلها والممنوع يمسى حرامًا

ખેતીનું મેહસુલ ભરવાનું — المحصول من حَصَل

حضرت مجلس القاضي حضورًا وحضر الغائب قدم عن غيبة

હાજર કરવા માં આવ્યો

حفل القوم حفلا – اجتمعوا، واسم الموضع محفل (ج) محافل

લોકો મેહફીલમાં ભેગા થયા

માં-બાપ ના હક અદા કરો — الحق (ج)حقوق

હુજ્જત ના કર — الحجة – الدليل والبرهان

હુકમ આપ્યો — الحكم منه الحاكم وحكام

الحَلْوَة – التي توكل (إنَّ في البطن لخَلْوة لاتملؤها إلاّ الحَلوة) عربی مثل

હલવો પસંદ છે

પેટમાં હમલ છે — حمل

હમ્માલ પાસે માલ મુકાવો — حمال – حملتُ المتاع

હામેલા ઓરત — حملا فهو حامل، والأنثى حاملة

તુ ખોટી હિમાયત ના કર — الحماية

તમને કંઇ હાજત છે? — الحاجَة (ج) حاجات، حوائج

તમારા અહવાલ લખશો — حالة (ج) أحوال

الحيرة – حار في الأمر حيرة، لم يدر وجه الصواب હું સાંભણી હેરત પામ્યો

الحيوان / كل ذي روح ناطقًا كان أوغيره તુ માણસ છે કે હેવાન છે?

الحياء તને કંઇ હયા છે કે નહી!

(خ)

الخبيث / خَبُثَ ઘણો ખબીસ માણસ છે

خبر (ج) أخبار કંઇ ખબર નથી

ختم ختُمًا કિતાબ ખતમ કરી

خَتَنَ ختنًا فالغلام مختون બાળક ની ખતના કરાવી

الخنجر – سكين كبير (ج) خناجر એના હાથમાં ખંજર હતું

الخدمة فهو خادمٌ ઉસ્તાદની ખિદમત કર/હું ખાદિમ છું

خرِبٌ خرابة ખરાબાની જમીન છે

الخريطة આ ખલીતો લાવ

الخريف – الفصل الذي تخترف فيه الثمار ખરીફ નો પાક આવ્યો

الخِرقة من الثوب، القطعة (ج) خرق પીર સાહબે ખિરકો પહેરાવ્યો

الخزانة ખજાનો મળ્યો

الخشخاش – نبات معروف દુધમાં ખસખસ નાખો

الخضاب – الحِنّا ونحوه દાઢી ઉપર ખિજાબ લગાડો

الخَطَر – الإشراف على الهلاك આમાં ખતરો છે

الخلاصة – خلص الماء من الكدر	આનો ખુલાસો કરશો
الإخلاص	ઇખ્લાસ થી કામ કરો
الخليفة	આ એનો ખલીફા છે
الخَلَل– اضطراب الشيء و عدم انتظامه	કામમાં ખલલ ના કર
الخلال – العود أيصا	આંગળીનો ખિલાલ કરો
خلا (ن) المنزل من أهله خلواً فهو خال	ઘર ખાલી કરો
مخُمل	મખમલનું કપડું
الخيانة	ખિયાનત ન કર
الخَير خلاف الشر	એમાંજ ખૈર છે
الخِيال–كل شيء تراه كالظل	તારો શું ખ્યાલ છે?
الخَيمة	ખૈમા માં રહ્યા હતા

(د)

الدبدبة – شبه طبل دبادب	એનો ભારે દબદબો છે
دبر كل شيء خلفه	દુબરવાળા માં રહે છે (દુબરો: પછાટ વર્ગનો માણસ)
دجال– الكذاب	એ મોટો દજ્જાલ છે
دخَل (ن) داخل	અરજી દાખલ કરી
الدرجة – المراقى، المرتبه	એનો દરજો ઉંચો છે
المدرسة (ج) مدارس	છોકરાને મદ્રસામાં દાખલ કર્યો

دعوتُ الناس دعوة	મેં દઅવત કરી
الدعوة (ج) دعاوي	કોર્ટમાં દઅવો મુકયો
الدفتر (ج) دفاتير	દફતરમાં મુકયુ
الدَّفر و منه يقال يا دفار	દફોર માણસ છે
دفن (ض) دفنا أخفيته تحت التراب	કબરમાં દફન કર્યો
الدكة – المكان المرتفع يجلس عليه	ધોકા ઉપર બેસ
الدلال	દલાલે સોદો કર્યો
الدَلو	ડોલમાં પાણી ભર્યુ
الدماغ (ج) أدمغة	દિમાગ બગડી ગયું છે
الديوان / الأصل موضع الحساب	દીવાન ખાના માં બેસો
الدواء (ج) أدوية	ડૉકટરે દવા આપી
الدير للنصارى معروف	હિન્દુ ડેરી ઉપર જાય છે
الدَّين (ج) ديون	મારા ઉપર ઘણું દૈણ છે

(ذ)

ذبح ذبحًا	બકરો ઝબહ કર્યો
الذخيرة (ج) ذخائر	ઝખીરો શાં માટે કરે છ?
الزكاة	ઝકાત ફર્ઝ છે
الذليل ذُلٌّ / ذِلَّة	તેને ઘણો ઝલીલ કર્યો

(ر)

الربّ يطلق على الله	ખુદા સૌવનો રબ છે
الرتبة	એનો રૂતબો મોટો છે
المرحلة (ج) مراحل، المسافة التي يقطعها المسافر	હજુ લાંબો મરહલો બાકી છે
الرحم (س)	રહેમ ની અરજી કરી
الرحمة	તું અમારા માટે રહમત છે
الرخصة	રૂખસત લઇને જા
الردّ	મારી વાત રદ કરી દીધી
المرتد /ارتَدّ (رجع إلى الكفر)	તે મરતદ થઇ ગયો
الرسم (ج) رسوم	ખોટી રસમો છોડો
الرشوة	તેણે રિશવત લીધી
الرشا / الحبل	જાડો રસ્સો બાંધો
رضي/ رِضًى راضى	હું રાજી છું
الرطل – معيار يوزن به، و كسره أشهر من فتحه	એક રતલ આપો
الرعب	એનો રોબ પડી ગયો
رفوتُ الثوب رفوا إذا أصلحته	ફાટેલા કપડાંને રફુ કર્યુ
المركز (ج) مراكز	મરકઝ બનાવ્યું
الراحة – زوال المشقة والتعب	મને રાહત છે

الروح والنفس واحد (ج) أرواح	એની રૂહ નીકળી
الرأي	આપની શું રાય છે?

(ز)

الزمان (ج) أزمنة، مدة قابلة للقسمة على الوقت القليل والكثير

આ કેવો જમાનો છે

الزنا زنى (ض) و منه الزاني	ઝિના કરવું હરામ છે
الزيارة زار يزور	ઝિયારત કરવા ગયા
و منه المزار	મઝાર

(س)

السبب كل شيء يتوصل به إلى أمر فيقال هذا سبب هذا، منه المسبب

સબબ બની ગયો

التسبيح (سَبَّحَ)	તસ્બીહ પઢ
السبيل/ الطريق	રસ્તા ઉપર સબીલ બનાવી (મુસાફરો માટે પાણી મુકવામાં આવે તેને સબીલ કહે છે)
الستر	સતર ઢાંકો
السُترة	સુતરો મુકી નમાઝ પઢ
السخاوة (ن)	સખાવત કરતા રહો
السِروال (ج) سراويل	સીરવાલ સીવડાવી (ગુજરાતીમાં સુરવાલ બોલે છે)

(س)

السراج	એક ચીરાગ બુઝાયો
سطر	એક સતર લખી
السفر	હું સફરમાં જવાનો છું
المسافر	તું મસાફિર છે
السفير (ج) سفراء، الوكيل	ભારત ના સફીર છે
السُفرة	સફરા ઉપર રોટી છે
السكر	ચાઈ માં શકર નાખો
السكون	હવે સુકુન થયું
المسكين (ج) مساكين	તે ઘણો મિસ્કીન છે
السلجم	સલગમ નું અચાર
السلطان	સુલતાન જહાંગીર
السلام	સલામ કરો
سلِم سلامة، خلص و نجا من الآفات	સલામતી સાથે પાછો આવે
السند (ج) أسناد	તારી પાસે કઈ સનદ છ ?
السنة (ج) سنن	સુન્નત ઉપર અમલ કર
السَنّ سَنَة	ફલાણાં સન ની વાત છે
سهل سَهلة	આ ઘણું સહેલુ છે

الساج – ضرب عظيم من الشجر، خشب يجلب من الهند، و لاتكاد الأرض تبليه	સાગનું લાકડું સારૂં
المسواك – السواك عود الأراك	મિસ્વાક કરતા રહો
المسئلة (ج) مسائل	મસ્અલો પુછો
السائل	સાઇલને ખાવાનું આપો
السَيْر	કયાં સેર કરવા નીકર્યો (સેર સપાટા)
السيرة (ج) سير	સીરતની કિતાબ વાંચો

(ش)

الشباب – ضد الكهولة	એ હમણાં શબાબ માં છે
الشبهة (ج) شبهات	મને એમાં શક શુબો નથી
شخص – سواد الإنسان تراه من بعد	ત્યાં કોઈ શખ્સ આવ્યો નહી
الشديد (س)	ગરમી ઘણી શદીદ છે
الشراب	શરાબ પીવું હરામ છે
شربته شربَةً	શરબત લાવો
شرح (ف) شرحًا	કઈ કિતાબ ની શરહ છે?
الشرّ، شرير (ج) أشرار	શર ન ફેલાવો
الشرط	શરત લગાવો
شرع، شريعة	ઈસ્લામી શરીઅત

شريف (ج) شرفاء	શરીફ માણસ છે
شريك (ج) شركاء	હું તારી સાથે શરીક થઈ જાઉ?
شيطان (ج) شياطين	શૈતાને બેહકાવ્યો
شعلة	આગનો શોઅલો ભડકયો
مشغول	હું ઘણો મશગુલ છું
شُفُعَة (حق الشفعة)	પડોસીને શુફાનો હક છે
شفقت على الصغير حَنَوُتُ	નાના બાળકો ઉપર શફકત કર
شفاء / شفٰى و منه الشافي	ખુદાપાક શિફા આપે
شكرت له شكرًا وشكرانًا	આપનો શુક્રીયા , શુક્રાના ની નમાઝ પઢી
شك (ج) شكوك	ખોટો શક ના કર
شكل – الذي يشاكل غيره في طبعه	આયનામાં શકલ જો
شكا – شكاية	હું તારી શિકાયત કરીશ
شكوىٰ	શિકવો ન કર્યા કર
شمع	એક શમઅ બુઝી ગઈ
الشامل	હું આ વાતમાં શામિલ નથી
شهد – العسل	શહદ ફાયદા કારક છે
شهيد (ج) شهداء	તે શહીદ થઈ ગયો
الشاهد	શાહિદ વકીલ કોણ છે?

شاهين	શાહિન પક્ષી
شهوة (ج) شهوات	શહવતને તોડો
الشوق / إلى الشيء – فزع النفس إليه	મને એના શોક નથી
شوكة – شدة البأس	શાન શવકત વધી ગઈ

(ص)

الصَبْرُ – صبرتُ النفس صبر	તકલીફમાં સબર કરો
الصابون	સાબુ થી હાથ ધોવો
الصحبة	નેક લોકોની સોહબત માં રહો
الصحة	સિહહત ની કાળજી રાખો
الصحن صحن الدار وسطها	ઘરના સેન માં બેઠા
الصحيح	આ વાત સહીહ છે?
الصحراء	સહરામાં ભટકતો રહ્યો
الصاحب	આ સાહિબ કોણ છે?
صدرالمجلس	મજલીસનો સદર કોણ છે?
الصدقة	ગરીબોને સદકો આપો
الصندل شجرمعروف	સન્દલનું લાકડુ
الصدمة (ض)	આ સાંભરી મને સદમો થયો
الصريح – الذي لا يفتقر إلى إضمارالتأويل	સરીહ જુઠ બોલે છે

الصغير (ج) صغائر	સગીર વયનું બાળક,
الصغيرة	સગીરા ગુનાહ મુઆફ થાઈ છે
الصفحة (ج) صفحات	એક સફો વાંચ્યો
المصافحة إفضاء اليد باليد	એની સાથે મુસાફહો કરો
الصفة (ج) صفوف	સોફા ઉપર બેસો
الصف(ج)صفوف	એક સફમાં ઉભા રહો
صاف (ك)	કપડાને સાફ કરો
الصليب (ج) صلبان	એના ઉપર સલીબ નું નિશાન છે
الصلح (ج) صلحاء	સાલિહ માણસ છે
الصّلاح	એની સલાહ લો
المصلحة (ج) مصالح	એમાં આ મસલહત છે
الصلح	બન્નેવ માં સુલેહ કરાવી
المصلاة	મુસલ્લો પાથરો
الصُمّ	બીલ્કુલ સુમ્મ સામ બેસી રહ્યો
الصنج ،آلات الملاهي (ج) صنوج	સંદા ફુકતા રહ્યા
الصورة (ج) صور	તારી સુરત બગાડી નાખી

(ض)

الضِدّ الإصرارعلى الباطل	ખોટી જીદ ના કર
الضعف – خلاف القوة والصحة	ઝોફ ઘણો છે
الضعيف (ج) ضعفاء	હું ઝઈફ છું
الضمير (ج) ضمائر	મારૂં ઝમીર ગવાહી આપે છે
ضمانة – ضمانات	તારે એની ઝમાનત આપવી પડશે
الضامن	હું એનો ઝામીન છું
الإضافة	પગારમાં ઈઝાફો થયો
الضيافة	ઝિયાફત ઉડાવી રહ્યા હતા

(ط)

الطبق و الطباق من أمتعة البيت	તબાક માં ચાવલ લાવો
الطبل (ج) طبول	શું તું તબલા વગાડશે!
الطرف – الناحية (ج) أطراف	મારા તરફ ભાળ, અતરાફ માં ખબર કાઢી
الطري – بيّن الطراء ة	પ્યાલામાં તરી નાખો
الطلب (ن)	મને ચાઈની તલબ છે
الطالب (ج) طلبة	તાલિબે ઈલ્મ નેક છે
المطلب (مصدر)	તારો મતલબ શું છે?
الطلوع	આફતાબ તુલુઅ થઈ ગયો

المطلع	મતલો સાફ છે
الطلاق	તલાક આપી દીધી
الطمع	મને એની તમઅ નથી
الاطمئنان	મને ઈત્મેનાન છે
مطمئن	હું મુતમઈન હતો
الطهارة	તહારત જરૂરી છે
الطور – الحال (ج) أطوار	તારા તૌર તરીકા સારા નથી
الطاعة – انقاد له	માં-બાપ ની ઈતાઅત કર
الطيش	તૈશમાં આવી ગયો
الطواف	એના ઘરનો તવાફ કર્યા કર
الطائفة	તાઈફા વાળા આવી પડયા

(ظ)

الظلم (ض)	જુલ્મ ના ફળ ખરાબ છે
ظالمٌ	જાલિમ રાજા હતો
ظهر (ن) ظهور	જાહિર કરવામાં આવ્યું
الظُهر	ઝોહરની નમાઝ પઢ

(ع)

العبادة – الانقياد والخضوع	ખુદાની ઈબાદત કર
العبرة– الاتعاظ والتذكر	ઈબ્રત પકડ
عنبر – طيبٌ معروف	અંબર મોંઘું છે
عجيب	અજીબ વસ્તુ છે
تعجب	મને તા’જુબ થયું
المعجر– ثوب أصغر من الرداء تلبسه المرأة	મીસર બાંધ્યું
العاجز (ض)	હું એનાથી આજીઝ છું
العدة – أيام أقراء ها	ફલાણીબાઈ ઈદ્દત માં છે
العدل	અદલ કર
العدالة	અદાલત માં હાજર થયો
العداوة	અદાવત છે
العذاب	ખુદાનો અઝાબ આવ્યો
العُذر	મને ઉઝર હતો
المعذور	હું માઝુર છું
معذرة	માઅઝેરત ચાહું છું
المعراج	મેઅરાજ ની રાત
العرس (ج) أعراس	ઓરસ માં ગયા

العرش	અરશ પર ચઢાવ્યો
العرض – تباعد حاشيته	કપડા નું અરજ કેટલું છે
العرق	ફુદીના નો અરક
العزة	ઈજ્જત વધી છે
العزيز	તું મને અઝીઝ છે
التعزية	મોહર્રમ ના તાજીયા
العسكر – الجيش (ج) عساكر	લશકરે ચઢાઈ કરી
العاشورة	આશુરા નો દીવસ છે
العشق – الإغرام بالنساء	છોકરી સાથે ઈશ્ક થઈ ગયો
العاشق	હું એનો આશિક છું
العِشاء	ઈશાનો વખત થઈ ગયો
العصر	અસર ની નમાઝ
العصا	હાથમાં અસો લીધો
العِطر (ج) عطور	અત્તર લગાડો
العافية	હું આફિયત થી છું
العفو	અફવ દરગુઝર થી કામ લો
العاقبة	તારી આકેબત બગડશે
العقيقة	છોકરાનો અકીકો કર્યો

العقيق	અકીકનો પથ્થર કીંમતી છે
العقل	તારી અક્કલ કેવી છે
التعلق	મને એની સાથે કોઈ તાઅલ્લુક નથી
العلم (س)	ઈલ્મ શીખો
العالم (ج) علماء	આલિમ ને માન આપો
المعلومات	માલુમાત ભેગી કરો
العلامة	એની શું અલામત છે?
العمر	તારી ઉમર શું છે?
العمل : أعمال	તારા આમાલ સારા નથી
المعاملة	મામલો પતાવી આપો
العُمْرَة	ઉમરો કરવા ગયા
العِمامة	માથા ઉપર અમામો બાંધો
المُعانقة من عانق	મોઆનકો કર્યો
العناية	આપની ઈનાયત થશે
المعنى (ج) معاني	આનો માયનો શું છે?
العَهد – الموثق والذمة	મેં અહદ કર્યો છે
المعاهدة	મોઆહદો થઈ ગયો
العُهدة	તે ઊંચા હોદ્દા (ઓહદા) પર છે

العود – طيب معروف	ઉદ નું લાકડું અથવા અત્તર
العورة	ઓરત પરદામાં સારી
العيد (ج) أعياد	ઈદ ના દીવસે રજા છે
العيادة – زرته في مرضه	હું ઈયાદત માટે ગયો
العوض – البدل	એના એવઝ માં ખેતર લીધું
العيب (ج) عيوب	કોઈની ઐબ ના ખોલો
التعبير	ખ્વાબની તાબીર પુછો
العار – كل شيء يلزم منه عيب	એમાં તને શું આર લાગે છે?

(غ)

الغبار	ગુબાર સાફ કરી નાખો
الغبي (ج) أغبياء	બીલ્કુલ ગબી છોકરો છે
الغدر (ض) نقض العهد	ગદર ના જમાના માં
الغدّار	ગદ્દાર માણસ છે
الغذاء – من الطعام والشراب	સારી ગીઝા ખવડાવો
الغروب	સુર્ય ગુરૂબ થઈ ગયો
الغريب (عربی میں مسافر کے معنی میں ہے)	ગરીબ માણસ છે
الغُربة	ઘણી ગુરબત છે
المغرب	મગરીબ ની નમાઝ પઢી

الغرور એને ઘણો ગરૂર છે (મગરૂરી છે)

الغرغرة ગરમ પાણીના ગરગરા કરો

الغرض (ج) أغراض તારી ગરઝ સમજી ગયો છું

الغَرق કાદવમાં ગરકી ગયો

الغازي (ج) غزاة ગાઝી બની ગયો

الغسل ગુસલ કરવું છે

الغصب તેણે ગસબ કરી લીધી

الغضب ગઝબ કરી નાખ્યો

المغفرة અલ્લાહ મગફેરત ફરમાવે

الغفلة – غيبة الشيء عن حال الإنسان وعدم تذكره له તું ગફલત માં ના રહીશ

غافل ગાફિલ માણસ છે

الغلبة – ومنه الغالب એના ઉપર દીન નો ગલબો છે, તેના ઉપર ગાલિબ થઈ ગયો

الغَلَط – أخطأ وجه الصواب ગલત વાત ના કર

الغلاف(ج) غُلَف તકીયા ઉપર ગિલાફ ચઢાવ

الغلام (ج) غلمان હું તારો ગુલામ નથી

غمّ (ج) غموم (لأنه يغطي السرور) મને કંઈ ગમ નથી

المغموم તું કેમ મગમુમ છે?

الغنيمة (غ) غنائم માલે ગનીમત દિલે બે રહમ, ગનીમત નો માલ હાથ આવ્યો

الغنة	બરાબર ગુન્નાહ કર
الغني (ج) أغنياء	તે ગની માણસ છે
الغيب	હું ગૈબ જાણતો નથી
الغيبة	કોઈની ગીબત ના કર
غائب	તે અહીંથી ગાયબ થઈ ગયો
الغيرة	તને કંઈ ગેરત છે કે નહીં?
الغار	પહાડની ગાર માં દાખલ થયા

(ف)

الفتح (ف)	કિલ્લો ફતેહ કર્યો
الفتنة – فتن	ફિત્નો કરવા લાગી
فتوى – فتاوى	ફતવો પુછયો
الفاجر (ج) فجار	ફાજીર માણસ છે
الفجر	ફજર ની નમાઝ
الفحش	ફોહશ વાત ન કર
الفخر (ف)	ફખર કરવા જેવું નથી
الفدية	ફિદયો આપ્યો
الفرصة	મને ફુરસત નથી
الفرضة – التي ينحدر الماء و تصعد منها السفن	ફુર્જા ઉપર જવાનું છે

(ભરૂચમાં નર્મદા નદીના કિનારા ઉપર ફુર્જો છે. ડાંડયા બજાર થી જઈએ છીએ. અરબો ના આગમન થી જ આ અરબી શબ્દ (فــرضة النهــر) (ચાલુ થયો લાગે છે. واللہ اعلم

ફરજ અદા કર	الفرض (ج) فروض
હું કામથી ફારિગ થઈ ગયો	فرغ – فراغا
બન્નેવ નો ફરક સમજાવો	الفرق (ج) فروق
ફારગતી આપી દીધી	فارقته – مفارقة
કાઝી એ નિકાહ ફસખ કર્યા	الفسخ (ن) فسخا
ફસાદ શરૂ થઈ ગયો	الفساد (ن) فهو فاسد
ફાસિક માણસ છે	الفاسق– فساق
કેરીની ફસલ છે	الفصل– من السنة
ફૈસલો કર્યો	الفيصلة – فصل الخصومات
ફજેતો થયો	الفضيحة – العيب (ج) فضائح
ફુઝુલ વાતો ના કર	الفضول
ફાઝિલ માણસ છે, ફાજલ ની વસ્તુ છે	الفاضل من الفضيلة
આની ઘણી ફઝીલત છે	الفضيلة
એની ફિતરત જ આ છે, ફિત્રો આપી દો	الفطرة
ફકીર ને સદકો આપો	الفقير (ج) فقراء

الفقرة : فقرات	પાછળ નો ફિકરો ફરી વાંચો
الفكر–ترتيب الأمور في الذهن يتوصل بها إلى مطلوب يكون علمًا أوظنًا	તને કાંઈ ફીકર નથી
الفلاح : الفوز (حي على الفلاح)	એમાંજ તારી ફલાહ છે
الفلوس(واحد) فلس	ફુલુસ જોઈએ છે
الفلان – الفلانة	ફલાણો માણસ
الفلاة : الأرض لا ماء فيها	ફલાત જમીન છે
الفن (ج) فنون	એ એના ફન નો માહિર છે
الفناء ومنه الفاني	આ દુન્યા ફના થનાર છે, ફાની દુન્યા છોડી ગયા
الفوج (ج) أفواج	ફૌજ સરહદ ઉપર છે
الفوّارة – (ن) فاريفور	ફુવ્વારો બનાવ્યો
الفأفاء – إذا تردد في الفاء فالرجل فافاء، وقوم فافاء ون	ફેંફે કરતો થઈ ગયો
الفاقة	ફાકા ચાલી રહ્યા છે
الفائدة (ج) فوائد	તને શું ફાયદો થયો?
الفوق ذاك أي أفضل	ફૌકિય્યત નો માર
الفيض	બુઝુર્ગો નો ફૈઝ હાસીલ કરો

(ق)

القبة (ج) قباب	કબર ઉપર કુબ્બો બનાવ્યો
القبر (ج) قبور	કબર ખોદી
مقبره	મકબરો માટો છે
قبض (ض)قبضًا	કબજો કરી લીધો
قبل (س) قبولًا	કુબુલ કર્યુ
قبلة	કિબ્લા તરફ
قبالة	કબાલો કર્યો
قبيلة (ج) قبائل	મોટો કબીલો છે

القترة : بيت الصائد الذي يستتر به عند تصيده كالخص وغير ذالك

નાની કોતરી બનાવી

القَتُل	ફલાણાને કતલ કર્યો
قاتل	કાતિલ ઠંડી છે
قحط—ف	કહત પડયો
القدح (ج) أقداح	કદો ભરી દુધ આપ્યું
القد	નાના કદનો માણસ
القدرة	તને કુદરત હોય તો કર
القادر	અલ્લાહ કાદિર છે

તકદીર માં લખાયેલું હતું	التقدير
કદમ કદમ પર નડતળ છે	قدم
મુકદદમ(મજુરો નો આગેવાન) સાથે વાત કર,	مقدم
એ જગ્યા કરીબ છે	قريب
તને જરાક કરાર નથી	قرار (من)
રૂપીયા કરજ લીધા	القرض (ج) قروض
કિરાઅત પઢ	القراءة
કારી સા. આવ્યા	القاري (ج) قرّاء
કિસ્મત માં છે	القسمة
તકસીમ થઈ ગઈ	التقسيم – تفعيل
કસમ ખાવા પુરતું	قسم
તારો મકસદ શું છે?	المقصد (ج)مقاصد
કસર પુરી કરી	القصر (ن)
કિસ્સો બયાન કર્યો	القصة (ج) قصص
કતરો કતરો પાણી આપ	القطرة:
કાયદો એવો છે	القاعدة (ج) قواعد
બીજો કાયદો	القعدة
મોટો કાફલો આવ્યો	القافلة (ج) قوافل

القلعة	લાલ કિલ્લો દીલ્લી માં છે
القلم (ج) أقلام	કલમ ખરીદી લાવ્યા
القميص (ج) قمصان	કમીસ(ખમીસ) સારૂં છે
قائد اعظم	કાયદે આઝમ
القياس	કિયાસ એમ કહે છે
المقام، قام (ن) قيامًا	સહીહ મુકામ કર્યો
قيام	નમાઝમાં કિયામ કર્યો
القائم	હું મારી વાત ઉપર કાયમ છું
القيد (ج) قيود	કેદમાં પુરી આપ્યો
القيلولة	મને કયલુલાની આદત છે
القول	હું તને કોલ આપુ છું
القيمة	આની કેટલી કીમત છે?
القوة	કુવ્વત ઘટી ગઈ

(ك)

كبيرة (ج) كبائر	કબીરો ગુનોહ છે
التكبّر (مصدر)	તકબ્બુર ના કર
الكتاب (ج) كتب	કિતાબ ખરીદો
الكتابة	કિતાબત કરાવ્વા નું છે

અકસર વખત એમ થાઈ છે	الأكثر
હોજે કવષર	الكوثر
એક જ વાત ની તકરાર ન કર	التكرار
મોટાઓ નો ઈકરામ કર	الإكرام
આપનો કરમ છે	الكرم
એમા શું કરાહત છે?	الكراهة
કિરાયું નક્કી કર્યું	الكِراء
કાબા શરીફ નો કિસ્વો	الكِسُوة
શું તને કશફ થયો?	الكشُف
કાબા શરીફ ની તરફ મોઢુ કરો	الكعبَة
કુફ્ર ની વાત છે	الكفُر
કાફિર છે	الكافر (ج) كفَّار
કફ્ફારો આપ્યો	الكفّارة
મૈયત ને કપુર લગાડો	الكافور
હું એનો કફીલ છું	الكفيل
મૈયત ને કફન પહેરાવો	الكفن (ج) أكفان
તકફીન કયારે છે?	التكفين
એટલું કાફી છે	الكافي

التكليف	તમને તકલીફ આપી
الكلام	પહેલું સલામ પછી કલામ
الكمال	તેણે કમાલ કરી

الكوب (ج) أكواب : كوز مستدير الرأس، لاأذن له، و يقال قدح لا عروة له

કપમાં ચાઈ નાખો

(ل)

اللباس (ج) ألبسة، ملابس	કીમતી લિબાસ પહેરયો
اللجام للفرس	ઘોડાને લગામ પહેરાવો
اللحاظ	નાના મોટા નો લિહાઝ રાખો
اللذيذ	લઝીઝ ખાવાનું ખવડાવ્યું
اللذة	લઝઝત આવતી નથી
الازم	લાજીમ થઈ ગયું
الإلزام	એના ઉપર ઈલ્ઝામ મુકયો
الملازمة	હું મુલાઝમત કરૂં છું
الملتزم	મુલતઝમ ઉપર દુઆ માંગો
اللطف	ઘણો લુતફ આવ્યો
اللطافة	તબીઅતમાં લતાફત છે
اللعنة	એના ઉપર ખુદાની લાનત

الملعون	ઘણો મલઉન છે
اللغو	લગવ વાત ના કર
اللفظ	એક લફઝ બોલ્યો નથી
اللفافة	એક લિફાફો આપો
اللقب (ج) الألقاب	લકબ આપ્યો
اللقمة	એક લુકમો પણ ખાધો નથી
اللقُوة	ફલાણાને લકવો થઇ ગયો
اللهجةُ	એનો લહજો સારો છે
الملامة (ن)	એને ઘણી મલામત કરી
الليمون، بعضهم يحذف النون ويقول لَيْمو	લીંબુ સારા છે, લેમન જુસ

(م)

المتاع	એમા શું મતાઅ લુતાઈ જશે
المثال (ج) أمثلة	કોઈ મિસાલ આપો
الامتحان	ઈમ્તેહાન લીધુ
المحنَة	ઘણી મેહનત પડી
المرمر — نوع من الرخام	મરમરનો પથ્થર
المرض	શું મરજ છે?
المريض	હું મરીજ છું

المزاج	મિજાઝ કેમ છે?
المسح	માથા પર મસહ કર્યો
المِسك	મુશ્ક ની ખુશ્બુ
مطله بدينه مطلا: إذا سوفه بوعد الوفاء مرة بعد الأخرى	ટાલમટોલ કર્યા કરે છે
المعدة من الإنسان مقر الطعام	મેદો ખાલી છે
المكر (ن)	મકર ના કર
مكّار	ઘણો મક્કાર છે
المالك	એનો માલિક કોણ છે?
المُلُك	મુલ્કમાં અફરા તફરી છે, મિલ્કત વહેંચી લીધી
منعَ (ف) منُعًا	સરકારે મનાઈ કરી
المنّ	એક મણ ઘંઉ ખરીદયા
المهر	કેટલી મહેર નક્કી કરી?
مَهرَ (ف) ماهرٌ	ફલાણો માહિર છે
المُهلة	મને મેહતલ (મોહલત) આપો
الموت	મૌત આવી ગયું
الميّت	મૈયત ને ગુસલ આપો
الماش	માશ ની દાળ
المال (ج) أموال	માલ ઘણો છે

મીણબત્તી (મોમબત્તી)	الموم
મયદાન માં રમો (મેદાન)	الميدان (ض)
તમીઝ છે કે નહી	التمييز
એનું મેલાન બીજી તરફ છે	الميلان فهو مائل
એક માઈલ	المِيل – مقدار مدى البصر عند العرب
મીમ્બર ઉપર બેશી જાવ	المنبر

(ن)

સારો નતીજો આવ્યો	النتيجة (ج) نتائج
નજાસત લાગી ગઈ છે	النجاسة
ઘણો નજીસ માણસ છે	نجس
મુશ્કીલ થી નજાત થઈ	النجاة (ن)
ઈસ્તેન્જા માટે ગયો	الاستنجاء
ઈન્તેખાબ કરી લો	الانتخاب / منتخب
મને નદામત થઈ	الندامة فهو نادمٌ
નરગીસ નું ફુલ	النرجس
નારયળ નું ઝાડ	النارجيل – الجوز الهندي
નઝઅ ની હાલત છે	نَزَع – أشرف على الموت
રાહત મંઝીલ	المنزل

نازل	શું તારા ઉપર વહી નાઝીલ થઈ?
نزلة — الزكام	નજલો થઈ ગયો
نسبة	મને કંઈ નિસ્બત નથી
نسَب	સારા નસબ નો છોકરો
نسخة	હકીમે નુસ્ખો લખ્યો
منسوخ	પ્રોગ્રામ મનસુખ કર્યો
نسل	સારા નસલ ની બકરી છે
النصيب / الحصة	તારા નસીબ માં આજ હતું
المنصب	ઉંચા મનસબ ઉપર છે
النصيحة (ج) نصائح	નસીહત સાંભળ
النصرة	જમાઅત ની નુસરત કરો
الناصر	ખુદા નાસિર છે

الناصور/علة تحدث في البدن، و قد يقال ناسور بالسين

નાસુર નો ઈલાજ કર, નાસુર પડી ગયું છે

نِصف	નિસ્ફા નિસ્ફ કરો
الإنصاف	ઈન્સાફ નથી કર્યો
نَظَر	મારી નજર સામે હતો
ناظر	ખુદા પાક હાજર નાઝર છે

તારો ઈન્તઝાર કરીશ	الانتظار
નિઝામ બરાબર નથી	النظام
નાઝિમ સા. આવ્યા	ناظم (ج) نظماء
ઈન્તેઝામ કરવાનું છે	الانتظام
જલ્સામાં નઝમ પઢયો	نظم
લાશ રસ્તા ઉપર પડી હતી	النعش
તંન્દુરસ્તી મોટી નેઅમત છે	النعمة (ج) نِعَم
ઈનામ વહેંચ્યા	إِنعام
કોઈ થી નફરત ના કરો	نفر نفرة
ઘણી નફીસ વસ્તુ છે	النفيس
નફાસત પસંદ માણસ છે	النفاسة
તારો નફસ કાબુ માં નથી	نفس (ج) نفوس
નિફાસ નો સમય પુરો થયો	النفاس، فهي نفساء
વેપાર માં સારો નફો થયો	النفع
સ્ત્રી ને નફકો આપો	النفقة
નિફાક સારી વસ્તુ નથી	النفاق
મુનાફિક માણસ છે	المنافق
નફિલ નમાઝ પઢો	النفل (ج) نوافل

النّقاب	છોકરીએ નિકાબ નાખ્યો
نقصان (ن)	રેલ થી ઘણું નુકસાન થયું
النُّقطةُ (ج) نقط	નુકતો લગાડો
النقل (ج) نقول	કોણે નકલ કરી
الانتقال	ઈન્તેકાલ થઈ ગયો
النكتة (ج) نكت	આ નવો નુકતો કાઢયો
النّكاح	નિકાહ કર્યા
إنكار، أنكرتهٗ	તેણે ઈન્કાર કર્યો
النهر (ج) أنهار	નહેર ઉપરર ફરવા ગયા
نوبة	નૌબત અહીં સુધી પહોચી
الإنابة	ખુદા તરફ ઈનાબત કરો
النيابة	તે એની નિયાબત કરી રહ્યો છે
النائب	નાયબ મોહતમીમ છે
النور (ج) أنوار	દિલમાં નુર પૈદા કરો
المنارة	મિનારા ઉપર ચઢયા
النَوُل: العطية	સ્ટીમર ની નૌલી આપી
النِّية	તારી નીય્યત સારી છે
النّيل، الذي يصبغ به	નીલમાં રંગી નાખ્યું (કપડાં સફેદ કરવા માટે)

الهجرة	અહીંથી હિજરત કરી ગયા
الهُدهد	હુદહુદ પક્ષી છે
الهداية	ખુદા હિદાયત આપે
الهدِية	હદીયો આપ્યો
الهزل	કવી એ હઝલ કરી
هضم (ن)	હજમ કરી ગયો
الهلاك (ض)	હલાક થઈ જશે
الهِمّة	હિમ્મત થી કામ કરો
الهَمُّ: الحزن	તેને કંઈ હમ ગમ નથી
الهميان: كيس يحمل فيه النفقة ويشيد على الوسط	પૈસા હિમાણી માં બાંધો
الهواء	હવા માં બચકા ન માર
الهيبة	તેને હેબત બેસી ગઈ, છોકરૂ હેબતાઈ ગયું
الهيئة	તારી હૈઅત બગડી ગઈ

(و)

وبال: العمل السيئ وبال على صاحبه	ખુદા તરફ થી વબાલ છે
الوباء (ج) أوبئة	વબા ફેલાઈ ગઈ છે
الوتيرة: الطريقة	તારો આજ વતીરો છે
الوتر	વિત્તર ની નમાઝ પઢી

الموجب: السبب	તારા કહેવા મુજબ
الواجب	વાજીબ થઈ ગયું
الوجود	તારૂ વજુદ પણ બાકી રહેશે નહીં, વજુદ વગર ની વાત છે,
الموجود	મારી પાસે મૌજુદ છે
الوجه	એની શું વજેહ છે?
وحشي	બીલ્કુલ વેહશી માણસ છે
الوَحْيُ	શું તારા ઉપર વહી આવી?
الوحشة	મને આ ઘરમાં વહશત લાગે છે
الوداع	વિદાય કરવા સ્ટેશન ઉપર ગયા
الوارث	હું એનો વારિસ છું
الوراثة	વિરાસત વહેંચી આપી
الورق: ورق الشجر والمصحف	વરક ખોલ
الورم	પગ ઉપર વરમ છે
وزير (ج) وزراء	વજીર આવ્વા નો છે
الوزن	વજન કરી નાખો
الميزان	મીઝાન બરાબર કર
الوسوسة	દિલમાં વસવસો હતો
وسيع	મૈદાન વસીઅ છે

الوسعة	વુસઅત પ્રમાણે કરવાનું
الوسيلة	કોઈનો વસીલો શોધો
الصفة	સિફત પુર્વક કામ કર્યું
الموسم	સારી મૌસમ છે
الوصول	પૈસા વસુલ કર્યા
الوصيّة	મર્હુમની વસિય્યત હતી
الوضوء	વઝુ કરી લો
الوطن	વતન નો કાગડો પણ સારો
الوفد	વફદ લઈને ગયા
التوفيق	ખુદા તેને તૌફીક આપે
الوفاء	વાયદો વફા કર
الوفاة	ફલાણાની વફાત થઈ ગઈ
الوقت	કેટલો વખત થયો
الوقار	વકાર થી રેહ
الواقف	હું બરાબર વાકિફ છું
الوقف / أوقاف	ઘર વકફ કર્યુ
الوقوف بعرفة	અરફાત માં વુકુફ
تقوى	તકવો પૈદા કર

الوكيل (ج) وكلاء	વકીલ બનાવ્યો
توكّل	ખુદા પર તવક્કલ કર
الوالد	વાલિદ સા. આવ્યા
الأولاد	સારી અવલાદ છે
الولادة	વિલાદત થઈ
المولود	મૌલુદ શરીફ
الميلاد	મીલાદ માં ગયા
الوليمة	વલીમો કર્યો
الوالي	તારો વાલી કોણ?
الولي	નિકાહ નો વલી
الوهم (ج) أوهام	વહેમ ન કર
يتيم (ج) أيتام	યતીમ ઉપર દયા કર
اليتامیٰ	દારૂલ યતામા
يقين	ખુદા ના કલામ ઉપર યકીન કર

خراجِ عقیدت

از: مولانا سلیمان صاحب پانڈور، کاپودرویؒ

درشانِ حضرت مفکرِ ملت نوراللہ مرقدہٗ

عالمے ربانئ کردہ مقام ہست در ترکیسور بر اہتمام
اے صبا تو بوئے از کاپودرا تا بسوئے ایں دیار انگیختہ
پس ازاں بو بہرہ ور ترکیسور گشت و اہلش چید در دامن گُہر
جامعہ را قیِّمِ خدمت گزار پائبندِ دینِ احمد ذو وقار
صحبتِ اہلِ نظر در یافتہ فیض و برکت از بزرگاں یافتہ
منفقانِ جامعہ را شد امیں طالبان را ہست موزوں و گزیں
تربیت مر طالبان را خوب کرد ہمگنان را زجرِ او مرعوب کرد
اہتمامش چست و در تدبیر تیز باز دارد رائِ او از رُستخیز
عاقل و دانشور ست و ذوالفطن بر کنارہ ماند از شر و فتن
بنشیند خاموش ، و وقتِ گفتگو ہرچہ بیند راست گوید رُوبرو
تا حبش فیضش رسید از فضلِ حق طالبان زاں مُلک راغب در سبق
مدحِ او را مردمِ ترکیسور ہرچہ گویند آزمودہ سر بسر
ہست عبداللہ نامِ نامیش ابن اسماعیل باشد کنیتش
در مودّت خوش بماند چوں چمن در قرابت ہست ابن خالِ من
حق تعالیٰ اجر بخشد پُر ز خیر پاسدارد از ہمہ آفات و ضیر

بابِ دوم

مقالات ومضامین

(عربی)

نبضات القلب الواعي

مقالات و إنطباعات قدمها

سماحة الداعية الإسلامي العظيم فضيلة الشيخ

عبد اللّٰه بن إسماعيل الكافودروي رحمه اللّٰه

في مختلف الندوات العلمية و المجالس الأدبية،

نشرتها المجلات الموقرة في أزمنة مختلفة.

ثورة الخميني

الفتنة الكبرىٰ للأمة الإسلامية

مقالة أعدت لمؤتمر تحفظ الحرمين الشريفين بلندن

من ١/ إلى ٣/ يوليو ١٩٨٨ء

عهد الثورات:

بعد سنة ١٩٥٠م حدثت ثورات كثيرة في العالم الإسلامي، فثورة في مصر، و ثورة في سوريا، و ليبيا، والعراق، و السودان، وباكستان، و بنجلاديش وغير ذالك من البلدان العربية الإسلامية. و أكثرها كانت تحت شعار الوحدة، وإصلاح الاقتصاد في البلاد، ومنع الظلم عن العباد. وكان بعضها باسم الإسلام و نشر العدالة الاجتماعية الإسلامية، وغير ذالك من الشعارات والنعرات. والأمة الإسلامية كانت تفرح بهذه النداء ات، و تأمل من الحكام الجدد أنهم سيقيمون الدين، ويرصفون رأية الإسلام؛ و لكن مع الأسف أن جميع هذه النعرات كانت كاذبة و خادعة للأمة الإسلامية.

فكلما رسخت أقدام الثوار في البلاد، بطشوا على العباد، و عارضوا معارضة شديدة للإسلام و المسلمين، واستوردوا حلولا غير

إسلامية من الشرق أو الغرب، فَجَنَتُ على الأمة الإسلامية تفرقة و انشقاقًا و دمارًا و انحطاطًا في الأخلاق، و الهوان و الذل في سباحة العالم.

وكان أكثر قواد هذه الثورات من العسكريين، لاصلة لهم بالدين إلا اسمًا و رسمًا؛ لأنهم تربوا في ظل الحضارة و الثقافة الغربية، القائلة بهذا المبدأ "دع مالقيصر لقيصر و ما للّٰه للّٰه" فكانوا هم و الذين أيدوا هذه الثورات، من المثقفين المقتنعين بنظرية فصل الدين عن الدولة، الساعين الجاهدين في فرض نظرية القومية، والوطنية في بلدانهم، على حساب الدين والعقيدة. فكان من المستبعد أن ينال الدين الإسلامي لديهم مكانا يجعلهم ينفذون مبادئه في مجالات الحياة المختلفة. وهكذا.....

فعم اليأس والقنوط في بلاد المسلمين، إلا أن بعض المخلصين من المؤمنين كا نوا من دعاة الحق، فسلكوا طريق السلف الصالح، من الصادقين المجاهدين، الذين لايخافون في اللّٰه لومة لائم. أولئك الذين شمروا عن ساقهم الجد في تهيئة أراضي صالحة لترعرع دوحة الإسلام الغناء وافرة الظلال، مع قيامهم بالمقاومة الشديدة ضد نوايا الحكّام، في تغريب المجتمع و تميعة الحضارة الإسلامية.

بريق أمل:

وكانت الأمة الإسلامية تمر بهٰذه المرحلة القاسية، مرحلة الصراع العنيف بين الحكام والدعاة؛ إذ سمع الناس أن حدثت ثورة في إيران، و أن قائد هذه الثورة ليس من العسكريين، ولامن السياسيين الماكرين؛ ولكن يقودها عالم من علماء المسلمين، وآية من آيات اللّٰه الإيرانيين، و إنه ليقصد إقامة الدين، ونشر تعاليم الإسلام، وتكون هذه الثورة نموذجاً صالحًا للحكومة الإسلامية و غير ذالك من الأقاويل.

ففرح المسلمون فرحًا شديدًا، وذالك لحبهم لدينهم، ولحبهم لنبيهم محمد صلى اللّٰه عليه وسلم. وأرسل رؤساء الجماعات الإسلامية برقيات التهاني إلى السيد الخميني وأنصاره، وبعضهم أرسلوا الوفد للتهاني والتأييد لهٰذه الثورة الإسلامية العظيمة۔

و كانت أنظارالعالم كله تنظر بلهف شديد إلى هذه الحكومة الإسلامية، و تلاحظ ماذايكون مصير هذه الثورة، وكيف يكون السلوك الإسلامي والسياسية الإسلامية؟

خيبة أمل:

ولكن لم تمر شهور إلا وردت الأنباء عن قتل آلاف و آلاف من الرجال والنساء والشباب بتهمة الخيانة وموالاة "الشاه"، فكانت هذه الأخبار حديث المحافل والنوادي، وخاصّة في غيرالمسلمين، وأكثرهم

يوجهون الأسئلة إلى أصدقائهم المسلمين عن حقيقة الإسلام، وهل يجوز للحاكم أن يقتل آلافًا من المواطنين من غير أن يعطيهم فرصة الدفاع عن أنفسهم.

و كنت في بومبائي في تلك الأيام، و قد حضر إلى الهند وفد من دول السوق المشتركة، فمنهم بريطاني، ومنهم إيطالي، ومنهم فرنسي، وما إلى ذالك. وقد دعا السيد يوسف راوت، أحد تجّار رِى يونين أركان الوفد إلى مأدبة عَشاء في إحدى الفنادق العظيمة، لسبب معرفته لبعض أركان الوفد من الفرنسيين. وجلسنا على المائدة، ودارالحديث بيننا، و كان فيهم شاب إيطالي، فأقبل إليَّ بالسؤال، وقال: هل تعلم ياشيخ! ما تجري في إيران من أحداث؟ قلت: نعم نقرأ كما تقرؤن، فقال: هل هذا صحيح في دين الإسلام؟ فأجبته أن ما نقرء ها في الجرائد من أخبار القتل و ما إلى ذالك "بشرط صحة هذه الأخبار" فليس له صلة بالإسلام. فقال: نعم هكذا ردّ إليّ عالم من علماء الغرب قبل شهر.

و كيف للحاكم أن يحكم بغير ما أنزل اللّٰه به في اتباع الشريعة الإسلامية؟ و قد روي ابن كثير أن أبا زرعة دخل على وليد بن عبدالملك، فقال الوليد: أخبرني أ يحاسب الخليفة؟ فإنك قد قرأت القرآن و فقهت. فقال: يا أمير المؤمنين! هل أقول و أنا اٰمن؟ قال: قل

في أمان اللّه، و قال: يا أمير المؤمنين! أنت أكرم على اللّه أو داؤد عليه السلام؟ إن اللّٰه تعالىٰ جمع له بين الخلافة و النبوة، ثم توعّده في كتابه، فقال: يداوٗد إنا جعلنك خليفة في الأرض فاحكم بين الناس بالحق و لا تتبع الهوىٰ فيضلك عن سبيل اللّٰه، إن الذين يضلون عن سبيل اللّٰه لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب.(۱) صدق اللّٰه العظيم.(۲)

نداء الحق:

و قد ارتفع نداء الحق في كل مكان ضد هذا الظلم والطغيان؛ لأن هذه الأعمال الإجرامية كانت باسم الإسلام، فوجه أصحاب القلوب المؤمنة النصيحة بكل الإخلاص إلى حكام إيران. كما كتب فضيلة الشيخ محمد رابع الندوي في جريدة "الرائد" الأسبوعية في عدد: ۱/ذوالقعدة ۱٤۰۱هـ: "إن الذي يجري في إيران لا يجوز أن ينسب إلى الإسلام، فإن الإسلام بريء من سفك الدماء بهذه الغزارة. إنه يختار وسائل الدعوة، و يؤثرها على الوسائل الأخرى، ولا يلجأ إلى الأخذ بوسائل الضغط والقتل، إلّا كالعملية الجراحية لابدّ منها. و ليس معنى العملية الجراحية أن تقطع كل يوم جزء ا من أجزاء جسدك؛ ليبقى عندك بعده قلبك وحده، فهل يبقى قلب بدون جسد؟".

(۱) ص: آيت٦

(۱) ذكره ابن كثير في تفسيره: ج٧/ص٦٣، في تفسير قوله تعالىٰ: يداوٗد انا جعلنك الخ

وكما كتبت "مجلة صوت الحق" الصادرة من النادي العربي التابع "لدارالعلوم فلاح الدارين" بتركيسر، غجرات، الهند. في عددها الأول ربيع الأول ١٤٠٨هـ "وليست الثورة الإيرانية الخمينية الحالية، إلا امتداد من تلك اللوثة والجرثومة الخبيثة السبائية، التي فعلت ما فعلت من الأفاعيل مع الأمة الإسلامية. وليست نعرة الإسلامية المهدوية التي ينعرون بها في كل مكان، إلا أسلوب من ذالك الخداع الذي مارسه السبائيون في زعزعة الإسلام الحق من داخله. فأين الإسلام من هذا الإرهاب، والقتل و الدمار، و إخلال الأمن العالمي، و حتى في أقدس بقاع العالم، و في أعظم المواسم بركة و عظمة، وإنابة إلى اللّٰه؟ و ذلك أيضا في لباس ذالك الحاج الذي لا يخرجه من بيته إلا حبه للّٰه تعالىٰ ولرسوله وللشعائر المقدسة.

فكروا يا أصحاب العقول! إننا نخاف من أن تكون الثورة الإيرانية الإسلامية قد بدأت تضر بالإسلام، وبالتاريخ الإسلامي أكثر من أن تنفعه. فإذا لم يستطع أنصارالثورة في إيران أن تنقذوا ثورتهم من سوء السمعة أو الهزيمة، فلا أقل من أن ينقذوا الإسلام الذي ربطوه بها من سوء السمعة، ولحوق عارالبربرية والوحشية على جبهته الأمين المشرق. ولكن لهم قلوب لا يفقهون بها، و لهم آذان لايسمعون بها.

تضليل:

و كل ذلك يجري في داخل المملكة، و في جانب اٰخر لم تزل حكومة إيران تضلل الرأي العام، و خصوصًا في البسطاء من المسلمين بطرق و أساليب مختلفة. و لم تزل تتحدث إليهم للإيقان بأن إيران بسبب ثورتها الإسلامية تحولت إلى الجنة، حيث يوجد فيها الرخاء والأمن و السعادة.

و لم تزل تقيم الحفلات في بلاد أفريقية، و بريطانية، وأمريكا، و باكستان، و الهند باسم الوحدة بين المسلمين، باسم الدين، و باسم الأخوة الإسلامية. و وقع كثير من الشباب في هذه الشبكة المنافقة، و تنفق حكو مة إيران أموالا طائلة في طبع الكتب و النشرات لترويج أفكارها الباطلة، و عقائدها الكفرية.

فنرى خارج المساجد، و خصوصًا يوم الجمعة أن فوجا من الشباب –و أكثرهم إيرانيون– يحملو ن في أيديهم طرودًا للرسائل و النشرات، و يوزّعو ن على كل من يخرج من المسجد. و العجب أن في بعض النشرات طعن صريح على الصحابة رضوان اللّٰه عليهم أجمعين.

كشف النقاب:

و الاٰن كشف السيد الخميني النقاب عن وجهه، و قد كتب المقالات، و صنّف الكتب و المؤلفات التي أظهرت بكل وقاحة و

صـراحة عـقـائـده الباطلة، و تنشره في العالم كله. و من عقائده الباطلة: عـقــــيدة التحريف في القرآن، و تكفير الصحابة، و عقيدة الإمامة. و جـعـل تـعـاليـم الأئـمة كتـعاليم القراٰن، فقال: إن تعاليم الأئمة كتعاليم الـقراٰن، لا نخص جيلا خاصًا، و إنّما هى للجميع في كل عصر، و لكل مـصر إلى يوم القيامة، يجب تنفيذها و اتباعها. و لا داعيَ لإيراد تفاصيل و نـصوص الكتب للخميني هناك؛ فإن علماء الحق بسطوا القول، و ردّوا عليه ردًا جميلاً. فجزاهم الله عن المسلمين خيرًا .

تصدير الإرهاب باسم تصدير الثورة:

و الاٰن بـدأت حـكو مة إيران تثير الفتن و الفساد بطرق مختلفة، بـاسـم تـصـديـر الثــــورة. وتشن حملات عنيفة عن طريق الإذاعة و الـصـحافة، ضد الملوك والرؤساء فى البلاد العربية الإسلامية. وقد صدق الشيـخ واضـح رشيد الندوي في قوله: ”لقد وضعت خطة الثورة الإيرانية التـي عـرفـت بـالإسـلامية حسـب الـنهـج الـفرنسي، وسارت على هذا الـدرب مـنـظمات أخرىٰ، كحزب الله، ومنظمة الجهاد، وحركة الأمل التـي تـفتخر بعزوها إلى الإسلام. فإن الوسائل التي تختارها لاتشم منها رائـحة الإسـلام، و إنـما تسير على منهج الفلسفة المادية المعاصرة – و هـو تـحقيق الغرض بأيّ وسيلة ممكنة – فتسبب هذه الحركات هدمًا و تـدميرًا و تمزيقًا، فضلاً عن أن تكـون أداة بناء و توحـيد، و تأمين كرامة

المسلم. وتثير أنانيات و عصبيات ورد ود فعل، تنافي مع الأدب الإسلامي والخلق المسلم.

إن أعمال القتل والنهب واختطاف الأبرياء للضغط على المطالب، التي تلاحظ اليوم في العالم الإسلامي، وأحداث انفجارات في الأماكن العامة تؤدي إلى مصارع الأبرياء، واتباع وسائل الإغراء والضغط التي في أصلها قومية وإشتراكية، و نازية و مجوسية وثورية، ولكنها ليست اسلإمية؛ وإن لصقت بها كلمة الإسلام.

والذين يعتبرونها وسائل إسلامية هم في خداع، ولا تنفع هذه الوسائل في بناء الصرح الإسلامي؛ بل تساعد للهجوم على الإسلام، ووصفه بأنّه دين الإرهاب والتشنج والرجعية.(١)

إشعال نار الحرب:

و قد أشعلت الجمهورية الإسلامية الإيرانية المزعومة نار الحرب تحت مؤامرة اليهودية والقوى الاستعمارية العالمية ضد العراق. وهذه الحرب المشئومة أكلت اليابس و الأخضر. وأضعفت قوة المسلمين سياسيًا واقتصاديًا، وعلميًا وثقافيًا، ولم ينتفع منهما إلا العدو الغاشم إسرائيل. فقد قرأنا في الجرائد أنه قد ذهب أكثر من مليون جندي ضحية الحرب العراقية الإيرانية، وسجن أكثر من سبعين ألف

(١) البعث الإسلامي العدد:٢، ٢٢/شوال ١٤٠٧هـ

أسـرىٰ لـدى الـطرفين . و هذا يعني إهدار قوة هائلة و ثـــروة كبيرة، من ثـروات الأمة الإسـلامية. إن مـعـظـم هـذه الـضحـايـا والأسرى هـم من الشباب الذين يحملون على عواتقهم مسئولية النهوض لأمتهم.

و قـد دمرت الاٰف من الدبابات، وأسقطت فئات من الطائرات، والـعـالـم كـلـه يـفـرح ويـضحك، ويفكر كل منهم كيف ينتفع من هذه الفرصة الثمينة ببيع السلاح والمعدات الأخرى. هذه الحرب قد عرقلت فـى سبيـل كثير مـن الـمشـاريـع البناء ة، والأعمال الخيرية المفـيدة. و أجبـرت الـحـكـومات في تخفيض ميزانيتها، وترك برامجها التقدمية. و كذلك أثرت على المعاهد العلمية، والجامعات الإسلامية وغيرها. فكم من مجلات احتجبت! وكم من جامعات قللت من منح دراسية للطلاب!

وقـصـارى الـقول أن هذه الحرب المشئومة ألحقت بالإسلام و الـمسلمين ضررًا لا نظير له في تاريخ الإسلام، سواءً كان دينيًا أو سياسيًا أو اقتصاديًا أو علميًا أو أخلاقيًا. فإنا للّٰه و إنا إليه راجعون---

إفساد في الحرم المبارك:

و لم تثلج صدور حكام إيران من هذه الممارسات الإنسانية، و إثارة الفـتن، و القلاقــل في كل مكان. فأرسل أعوانــهم إلى مكــة المكرمة —أشـرف بقاع الأرض وأكرمها— ليفسدوا فيها، و قد جعل اللّٰه مكة حرمًا اٰمـنًـا و أرضًـا مـقـدسًـا. قال تعالىٰ: و إذ جعلنا البيت مثابة للناس و أمنًا. (البقرة، الاٰية: ١٢٥)

ولكن هذه الطائفة المفسدة تخرج على شوارع مكة المكرمة تهتف بهتافات سخيفة، بدلًا أن يكون لسانهم رطبا بذكر اللّٰه و تلبيتہٖ، و تنادي بكبرياء الخميني بدلًا من التكبير والتمجيد والتهليل للّٰه سبحانه وتعالىٰ.

و أدخلوا معهم في هذہٖ البقعة المباركة الآمنة، الأسلحة الفتاكة لسفك دماء حجاج بيت اللّٰه الحرام، و ليس هدفهم إلّا ترويع الحجاج الآمنين، ثم الدعاية الكاذبة ضد الحكومة السعودية التي تبذل كل ما في وسعها في راحة الحجاج و ضيوف الرحمان؛ ليتمّوا مناسك الحج في أمن وراحة. و هذه الطائفة البغيضة تريد التسلط على الحرم، و توسعة حدود مملكتها إيران إلى دمشق و إلى لبنان، و القبض على الأماكن المقدسة باسم الحفاظ على المقدسات (لا قدر اللّٰه).

و لكن المسلمين في العالم كله يعرفون نواياهم الخبيثة، و يستنكرون على جريمتهم أشد الاستنكار، و خاصة مسلمو الهند يندّدون أشد تنديد على هذا المنكر، وعقدوا حفلات ومؤتمرات عديدة في دهلي و لكناؤ و حيدرآباد و في غيرها من المدن، وطلبوا من المملكة العربية السعودية أن تمنع الحجاج الإيرانيين المشاغين من دخول الحرم المبارك. و كتب أصحاب الجرائد و المجلات الإسلامية مقالات كثيرة في هذا المجال في لغات الهند المختلفة. فجزاهم اللّٰه أحسن الجزاء!

وقد أفتى علماء السلف و الخلف بكفر فرقة "الإثنا عشرية" من الشيعة، فلا مانع من أن تمنع الحكومة السعودية دخولهم في الحرم المقدس.

أيها الإخوة الكرام! لاسبيل للنجاة من هذه الحوادث المؤلمة، و الكوارث المتجددة، إلَّا الرجوع إلى الإسلام قولاً وعملاً، والاتحاد الكامل بين الممالك الإسلامية، و نبذ الخلافات الهامشية، و ترك عيش البذخ والترف، و الإسراف والتبذير، والاستعداد التام لمواجهة التحديات، والتيقظ لما تثير من الفتن الظاهرة والباطنة قوات الاستعمار الغربي والشرقي؛ و تربية الشباب تربيةً إسلاميةً كاملةً عقيدةً وسلوكًا. ولله الأمر من قبل و من بعد!

يٰأيها الذين اٰمنوا إن تنصرو الله ينصركم و يثبت أقدامكم والله غفور الرحيم.(سورة محمد صلى الله عليه وسلم: الآية: ۷)

خطبة ألقاها شيخنا الموقر في حفلة ”دارالعلوم الإسلامية“ الأولٰى بـ”كنادا“

أهمية التعليم في الإسلام

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، و خاتم النبيين، و رئيس المعلمين، سيدنا محمد و علٰى اله و أصحابه وأتباعه و علماء أمته إلى يوم الدين. أما بعد!

حضرات العلماء، و الشيوخ الكرام، والضيوف المبجلون، وإخواننا و أخواتنا من المستمعين!

السلام عليكم ورحمة اللّٰه و بركاتهٗ

أيها السادة! من سعادتنا وحسن حظنا أننا اجتمعنا اليوم في هذه الحفلة المباركة، الحفلة الأولى لهذه الدار ”دارالعلوم الإسلامية“ التي هي قلعة حصينة للإسلام و الشريعة الإسلامية، في هذه المنطقة البعيدة عن بلاد الإسلام، وهي نواة صالحة لتكون مركزا هامًا للدعوة الإسلامية، و إعداد الدعاة المخلصين. إن شاء اللّٰه تعالٰى.

أيها الإخــــوة و الأخوات! إن أول آية نزلت على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم – وهو في غار حراء – اقرا باسم ربك الذي خلق (العلق:الآية:۱) . فأول لفظ في هذه الآية إقرأ، فهذه الأمة مامورة القــراء ة والتدريس و التعليم، و أخذ العلم، من أول يوم نزل الوحي فيه، ومن هنا ندرك أهمية التعليم في الإسلام. ثم هناك آيات كثيرة تدل على فضل العلم و العلماء. فقال سبحانه و تعالىٰ: هل يستوى الذين يعلمون و الذين لا يعلمون (الزمر:الآية: ۹) . وقال تعالىٰ: يرفع اللّٰه الذين اٰمنوا منكم و الذين أوتوا العلم درجات (المجادلة: الآية:۱۱).

و لكن إذا أنعمنا النظر في أول الآية اقرأ باسم ربك، علِمنا أن القــــراءة لابد أن يكون باسم الرب. و يكون منهج تعليمنا نحن المسلمين منهجًا إسلاميًا، منهجًا موصلاً إلى اللّٰه تبارك و تعالىٰ، وإلى معرفة ذاته تعالىٰ، منهجًا معينا للاتصاف بالأخلاق الحميدة.

و الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إنما بعثت معلمًا. وقال: إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق. و بهذا نستطيع أن نعرف أن هدف التعليم عند المسلمين، هو معرفة الرب سبحانه و تعالىٰ، ومعرفة أوامره و نواهيه، و تكميل الأخلاق الحميدة.

فالعلوم التي لا توصلنا إلى معرفة اللّٰه تعالىٰ و حقوقه، وحقوق عباده، فهي مجرّد فنّ لا علم. و قد قيل باللغة الفارسية ’’علمے کہ راہِ حق نہ

نماید جہالتیست" أي العلم الذي لا يرشد إلى الحق فهو ليس بعلمٍ، بل هي جهالة. فالمطلوب من المسلم أن يتعلم العلم الذي يصلح به الدنيا و الآخرة.

أيها الحفل الكريم! إن المعاهد العلمية والكليات العصرية والجامعات الإسلامية تتزايد كل يوم، و يتخرج عدد هائل من الدارسين كل عام. و لكن مشاكل الإنسانية لا تقل؛ بل تزيد كل لحظة . و صفحات جرائدنا اليومية مملوءة كل يوم بالأخبار المؤلمة المحزنة، من القتل والنهب والانفجار، و هتك الحرمات والسرقات، وإبادة قوم و تشديد قوم؛ رغم كل ذلك نحن في عصر العلم، في عصر النهضة، في عصر التقدم كما يقولون.

و السبب الرئيسي لهذه الفوضى والقلق خلوّ نظامنا التعليمي باسم الرب سبحانه.

فأساس نظامنا التعليمي لابد أن يكون مبنيا على وحدانية الله سبحانهٗ، و على حقانية رسالة الرسول صلى الله عليه وسلم، و على حساب يوم الآخرة. و لا تضر بعد ذلك دراسة أي فن من الفنون من العلوم العصرية، والصناعات المخترعة الجديدة.

فالطالب الذي يدرس مبادئ الدين و مسائل العبادات، و المعاملات المستنبطة من القرآن الكريم و السنة النبوية، ثم يجتهد على

نيل الشـــهادة في العلوم العصرية، يكون نافعًا له في الدنيا والآخرة. قال تـعالٰـى: و أمـا من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فإن الجنة هى المأوى. (النازعات:الآية:٤٠)

أيهـا المستمعون الكرام! إن هذه الجامعة "دارالعلوم الإسلامية" تهـدف تـعـليـم أبناء المسلمين، العلوم و بعض ما يحتاج إليه الطالب من الـعـلـوم الـعـصرية، مثل اللغة الإنكليزية، والحساب وغيرها. وفيها قسم خـاص لتـحفيظ القرآن الكريم و تجويده، ويسرنا أننا نخبركم أن طالبًا عـمـره .... قـد ختـم اليـوم حفظ كتاب اللّٰه العزيز كاملاً. بارك اللّٰه في عمره و علمه و عمله.

فقد وردت أحاديث كثيرة في فضائل حفظ القرآن . فمنها:

فـعـن عبـد الـلّـه بن عمرو رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما أن رسول اللّٰه صـلـى اللّٰه عليه وسلم قال: من قرأ القرآن فقد استدرج النبوة بين جنبيه، غيـر أنه لا يوحٰى إليه، و لا ينبغي لصاحب القرآن أن يحِدَّ، مع من حَدَّ و لا يجهل مع من جهل، و في جوفه كلام اللّٰه.(١)

و عـن عبـدالـلّـه بن عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسـول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يقال لصاحب القرآن: اقرأ وارتق ورتّل

(١) رواه الـحـاكم و صححه: ١/٥٥٢، الرقم:٢٠٢٨، وأقره عليه الذهبي، والبيهقي في شعب الإيمان: ص١٧٧، الرقم:٢٣٥٣

كما كنت ترتل في الدنيا، فإن منزلك عند آخر آية تقرأها.(۱)

فهذه فضيلة لا تعادلها فضيلة مهما كانت، وفقنا اللّٰه جميعا لحفظ كتابه. آمين! ثم إن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم حرض الأمة، و وجّه الآباء مع تعليم أبنائهم القرآن الكريم و حفظه، كما روي بريدة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قرأ القرآن وتعلّمه وعمِل به ألبس يوم القيامة تاجا من نورٍ، ضوء ه مثل ضوء الشمس، و يكسٰى والديه حلتان لا يقوم بهما الدنيا، فيقولان بمَ كسينا؟ فيقال: بأخذ ولدكما القرآن. (۲) فهنيئا له ولوالديه و الأساتذة و القائمين على هذه الدار. فهم جميعا شركاء في الأجر إن شاء اللّٰه تعالیٰ!

و يجب على المسلمين أن يكرموا العلماء و حفاظ القرآن الكريم، فقد ورد في الأحاديث حكم ذلك عن أبي موسٰى رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن من إجلال اللّٰه تعالیٰ إكرام ذي الشيبة المسلم، و حاملِ القرآن، غير الغالي فيه والجافي عنه، و إكرام ذي السلطان المقسط. حديث حسن.(۳)

---

(۱) رواه أحمد:۲/۱۹۲، برقم:۶۷۹۹، و أبوداؤد:برقم:۱۴۶۶، والترمذي: برقم:۲۹۱۴، وقال: حسن صحيح: ص۳۰۰

(۲) رواه الحاكم و صححه على شرط مسلم:۱/۵۶۷، برقم:۲۰۸۶

(۳) رواه أبوداؤد في سننه، باب في تنزيل الناس منازلهم: الرقم:۴۸۴۵

و أخيـرًا أرجـو مـن إخـواننا و أخواتنا أن لا يألوا جهدا في تعاون مثـل هـذه الـمـعـاهـد الـقيـمة، ماديًا و معنويًا و دعاءً ا، فإن هذه المعاهد الإسـلامية هـي قلاع الإسلام، و حوزة الدين الحنيف، و خاصةً في مثل هـذه الـمـنـاطـق الـغـربية. فإن بقاء أولادنا على الإسلام، و ارتباطهم مع الـرسـول صـلى اللّٰه عليه وسلم و أصحابه، مرتبط على تعليمهم وتربيتهم في مثل هذه المعاهد. و اللّٰه ولي التوفيق!

و نـقـدم الشكر الجزيل إلى فضيلة الشيخ أحمد علي (١) وأعضاء التـدريس و رفاقهم في هذا العمل الجليل، على ما بذلوا من جهودهم في إنشـاء هـذه الـدار، و نـدعـو الـلّٰـه تـعـالٰـى أن يجزيهم جزاء حسنا بسدد خـطاهم، و يوفقهم و إيانا إلى ما فيه خير الإسلام والمسلمين والإنسانية جمعاء. إنه سميع قريب، مجيب الدعوات.

والسلام عليكم و رحمة اللّٰه و بركاتهٗ

(١) الشيـخ أحـمـد عـلـي بـن الشيـخ آدم الـمـانـكـفـوري حـفظه الله و رعاه خريج "دارالعلوم بري" بـ"بريطانية"، و مؤسس "دارالعلوم الإسلامية" بـ"كنادا"

هٰكذا ينهار الباطل(۱)

عند ما كان المسلمون في أنحاء العالم الإسلامي الدانية والقاصية ينتظرون بالفرح والسرور بعد حلول ذي الحجة الحرام للعام الماضي إلى طلوع الفجر لعيد الأضحى المبارك؛ إذ بشروا بانهزام الباطل وفشل ذلك الباطل الذي كان رافعا رأسه منذ ثماني حجج تقريبًا، والذي كان مصابا بجنون العظمة والقوة المصطنعة المختلقة، ففعل ما فعل من الأفاعيل الاستبدادية والوحشية، واستمر في سلوكه العنادي المتعنت ضد الرأي العالمي الراغب في الأمن والسلامة، وعودة الأوضاع والظروف العالمية المتوترة، الملتهبة، المكهوبة بسبب البغضاء والعداء التقليدي بين القوتين العظيمتين إلى الاستقرار والاطمينان.

بشر المسلمون بالإعلان عن قبول قرار مجلس الأمن العالمي رقم ٥٩٨ بصدد إنهاء الحرب الإيرانية العراقية المشئومة، وذلك من قبل قائد هذه الحركة الشيعية الباطلة الذي تولى كبر هذه الحرب المشئومة، التي راحت ضحيتها الآلاف المؤلفة من الأبرياء، وامتصت القناطير المقنطرة من ثروة الدول الإسلامية الهائلة.

---

(۱) زیرِنظر مضمون دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے عربی مجلّہ "صوت الحق" میں شائع ہوا تھا۔

فحقا إن الاعتراف بهذا القرار مع عدم استساغته لحلقوم الخميني، واعتباره سما كان يشربه هو المعلم البارز لانهزام هذا الباطل وزهوقه، ولو تأوله بتأويلات والتجأ إلى تسويغات. فقد دمغ هذا الباطل فعلا عسكريا وهو دليل على إنهيار ما في قلوب أهله من عواطف الحماية والتقدير له، وهي البداية لمرحلة الفشل لأية حركة دينية أو نظام حكم سياسي.

ونحن كمسلمين أهل دين النصيحة العامة والداعي إلى السلام نرحب بل نستبشر بهذا الإعلان، ونقدر جميع الجهود المبذولة حاليا من قبل مجلس الأمن العالمي تحت إشراف أمينه العام، ومن الجهات الأخرى المحبة للأمن العالمي لإنهاء هذه الحرب. وندعو حكام إيران لأن يتخلوا عن مذهبهم الشيعي الباطل الهدام، ويعترفوا بالمذهب الحق الذي يخرج الناس من عبادة العباد "من ولاية الفقيه إلى عبادة اللّه وحده، إلى ولاية العلي القدير" ذلك الذي يدعو إلى احترام وتقدير جهود وتضحيات الرعيل الأول من جميع الصحابة، وعلى رأسهم الخلفاء الأربعة الأول الراشدين في سبيل نشر الدين بدل أن يوجه إليهم اللعن والتهم المصطنعة الكاذبة. وندعوهم لأن يعتذروا أمام مسلمي العالم عن تعنتهم واستمرارهم في التمسك بالباطل والدعوة إليه. وأن يعلنوا أمام العالم مصرحين بأن الإسلام بريئ عن الظلم والاستبداد،

والأعمال القمعية والإجراءات المخلة في الأمن العالمي، التي صدرت منهم طيلة حوالي ثماني سنوات الماضية، وألصقت على جبين الإسلام وصمة عار وظلم واستبداد. وندعوهم –إن لم يرضوا بالتخلي عن مذهبهم الهدام– لأن يسمحوا لأهل السنة الموجودين في إيران المضطهدين، لأن يمارسوا نشاطهم الديني العلمي والدعوى بالحرية. ويحسنوا الظن بقادة الدول الإسلامية المجاورة، ويقيموا معها العلاقات الودية الضامنة لأمن شعوبها، والحفاظ على مقدساتها، واحترام جوارها، وأن يتخلوا عن إلصاقهم تهم الكفر والنفاق والعمالة للأعداء. وندعو كذلك الطرف الآخر في هذه الحرب لأن يتظاهر بالحب المماثل والاحترام المتبادل حتى يستقر الأمن، ويجرب الشعب الإيراني هذه التجربة الشيعية: أتضمن له لتحقق أحلامه أم تخيبه فيها؟ فإن كانت الأخرى فيتخلى ويرجع إلى الإسلام الحق الذي لا يعترف إلا بولاية اللّٰه، وشريعته المتمثلة في كتابه وسنة نبيه المروية بألسنة الرعيل الأول من الصحابة، والمطبقة بسيرتهم وسلوكهم.

نموذج رائع للمقالة التي كتبها فضيلة الشيخ الكافودروي المحترم في جريدة "اليقظة" الشهرية حينما كان طالبًا بـ"دارالعلوم ديوبند".

الدعاء سلاح المؤمن

أصيب المسلمون في الأيام الماضية بنكبات شديدة، نكبات تلف الأموال و الأنفس، وابتلاء بالخوف والجوع؛ حتى تغلغت الأرض ببكائهم؛ و لكن عدوان الظالمين هذا، ليس في تاريخ المسلمين بأول حادثة حدثت، وليس بأول واقعة وقعت؛ بل نرى أوراق التاريخ مملوء ة بأخبار مثل هذه النكبات والإبتلاء ات.

وقال تعالٰى: ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع ونقص من الأموال والأنفس والثمرات، فإذن لا يأس ولا قنوط، ولا خوف ولا رهب؛ بل نصبر على ما أصابنا، ونبتهل إلى الله على ما لقينا، وهو الذي أنزل على رسوله صلى اللّٰه عليه وسلم: و بشر الصابرين الذين إذا أصابتهم مصيبة قالوا: إنا للّٰه وإنا إليه راجعون. (البقرة:الآية: ١٥٦)

فليكن اعتمادنا على اللّٰه، و لتكن استعانتنا باللّٰه، لا بجماعة

إنسان و لا بطائفة بشر، فإن المؤمن لا يعتمد إلا على اللّٰه العزيز، و لا يستعين إلا باللّٰه القادر الحكيم.

و يجب علينا أن نجعل أقوال الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم وأفعاله منارة وقدوة نهتدي بها في مثل هذه الحوادث، فقد أخبرتنا كتب السيرة أنه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا أصيب بمصيبة، كان يدعو ربه و يبتهل إليه. و إنه صلى اللّٰه عليه وسلم لما لقي من سفهاء الطائف ما لقي من الشدائد و المآسی لم تكن فكرته أن يستعين بقوة من أفراد الناس؛ بل تضرع إلى ربه و أي تضرع!

تضرع يليق بالعبد المؤمن أمام خالقه، فقال:

اللّٰهم إليك أشكو ضعف قوتي، و قلة حيلتي، و هواني على الناس، أرحم الراحمين! إلى من تكلني؟ إلى عدو يتجهمني أو إلى قريب ملكته أمري؟ إن لم تكن غضبان عليّ فلا أبالي؛ غير أن عافيتك هي أوسع لي. أعوذ بنور وجهك الذي أشرقت له الظلمات، وصلح عليه أمر الدنيا والآخرة من أن تُنزل بي غضبك، أو تحل علي سخطك، لك العتبى حتى ترضى، ولا حول ولا قوة إلا بك.(١)

و عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أنه قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يدعو عند الكرب: لا إله إلا اللّٰه العظيم الحليم، لا إله إلا اللّٰه

(١) الدعاء للطبراني: ج١/ص٣١٥، الرقم: ١٠٣٦

رب السمٰوات و الأرض و رب العرش العظيم.(١)

و قد ورد الخبر أنه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ألا أدلكم على ما ينجيكم من عدوكم و يدر لكم أرزاقكم؟ تدعون اللّٰه في ليلكم ونهاركم؛ فإن الدعاء سلاح المؤمن.(٢)

و دعا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوم الأحزاب، فقال:

اللّٰهم منزل الكتاب، سريع الحساب، اللّٰهم اهزم الأحزاب اللّٰهم اهزمهم و زلزلهم.

أيها الإخوان! أقول مرة: إن الدعاء مخ العبادة، و إن الدعاء سلاح المؤمن. فلماذا لا نستعمل هٰذا السلاح، و هو أقوى السلاح للمؤمن الصادق لدفع البليات و النكبات؟ و لماذا لا نتبع سنة نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم؟ و لماذا لا ندعو ربنا، ولماذا نستمد بخلقه الضعيف و ننظر إليه؟ و لماذا نرجو منهم الخير بعد علمنا أن الخير كله بيد اللّٰه؟.

فعلينا أيها الإخوة أن نقدم حاجاتنا كلها إلى اللّٰه، و ندعو كل يوم بهذه الدعوات المأثورة. وأحب أن أكتب هنا الدعاء المأثور الذي رواه ابن عمر رضي اللّٰه عنهما و قال:

قلّما كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقوم من مجلسه حتى يدعو بهذه الدعوات لأصحابه:

---

(١) البخاري: الرقم: ٦٣٤٥ (٢) عن جابر مرفوعا، مسند أبي يعلىٰ: ٣/٣٤٦، الرقم: ١٨١٢

"اللّٰهم اقسم لنا من خشيتك ما تحول به بيننا و بين معاصيك، ومن طاعتك ما تبلغنا به جنتك، و من اليقين ما تهون به علينا مصائب الدنيا. و متعنا بأسماعنا و أبصارنا و قوتنا ما أحييتنا، واجعله الوارث منا، واجعل ثأرنا على من ظلمنا، وانصرنا على من عادانا، و لا تجعل الدنيا أكبر همنا، ولامبلغ علمنا، و لا غاية رغبتنا، ولا تسلط علينا من لا يرحمنا."

ندعو اللّٰه الكريم أن يوفقنا جميعًا لصالح الأعمال بالدعوات المذكورة في القرآن، والمأثورة عن رسولنا الكريم سيد المرسلين صلى اللّٰه عليه وسلم.

ما هو واجبنا اليوم؟

مـمـا لا يـخـفـى عـلـى إخـواننا الطلبة المطلعين على تاريخ جامعة "دارالـعـلـوم" مـن أن إنشاء هاكان بعد ثورة سنة ١٨٥٧م. وكان من أهداف سـلـفـنـا الـكـرام بتـأسيسها أن يعِدوا في هذه الدار المباركة رجالا يرشدون الـمسـلـميـن فـي جـمـيـع مـا يحتا جون إليه، يرشدونهم في شئونهم الدينية، ويـقـودونهـم فـي أمـورهم السياسية، و في جانب آخر يدافعون عن الإسلام الـذي كـان قـد أصبـح هـدفا في ذالك العصر لدعاية المسيحيين المبشرين، وعـصبية طـائـفة مـن الـعـلـماء الهندوكيين، الذين اغتنموا الفرصة بسوء حال الـمسـلـميـن وقتـئـذ؛ لأن الـمسـلمين الهنود كان قد أصابهم بعض خوف و رهـب، بـانهـزامهـم أمـام الاستـعـمار الفرنجي، حتى إن كثيرًا منهم رأوا أنه لاخـلاص من هذا الموقف الحرِج إلا بالصلح والموالاة مع الإنجليز، فأكبوا على لغتهم، و استمالوا إلى ثقافتهم و أفكارهم حتى اصطبغوا بصبغتهم تمامًا.

و لـقـد حـاول الـمستعمرون و أصحابهم الجدد، أن يقضوا على الإسـلام قـضاء. وأرادو أن يستأصلوه استئصالا كليا، و عبثا حاولوا؛ فإن الـلّـه تـعـالٰى قد قضى قضاء ه المبرم من ذى قبل: يريدون ليطفئوا نور اللّٰه بأفواههم و اللّٰه متمُّ نورهٖ و لو كره الكافرون. (الصف: الآية:٨)

فمنّ الله على أسلافنا حيث اصطفاهم لتأييد قوله بمقاومة أعداء الإسلام، فقاموا بما كلفوا بأدائه خير قيام، بإنشاء حصن حصين يحافظ به على الإسلام، و هو الذي عرفه العالم باسم "جامعة دار العلوم".

فهؤلآء سلفنا العظام قد أدوا واجبهم الديني و نجحوا في مرامهم، و قد مضى عهدهم، وجاء دورنا، فعلينا أن نسترشد منهم، و نحذو حذوهم؛ فإنه هو الطريق الوحيد الذي يضمن لنا النجاح.

إن الدهر ليس ثابتا على حال واحدة؛ بل دائما يتطور ويتحول، تتبدل الأحوال و الأحداث عهدا بعد عهد، و تتغير الأفكار ووجهات النظر جيلا بعد جيل، ففي الزمن السالف الذي عاش فيه أسلافنا كانت الفتن و الشدائد من نوع لا يكاد يوجد بعضه الآن، فكان أسلافنا قد تسلحوا بسلاح استلزمته الظروف وقتئذ. وأما الآن فقد انقضى عهدهم، و أصبحنا مسؤلين نحو الإسلام والأمة المسلمة.

و نحن في عهد قد تطورت فيه طرق الحياة الاجتماعية، وشاعت النظريات الجديدة، والفلسفات الغربية الضالة المضلة، قد تفرقت الشعوب شيعا و أحزابا. فهؤلاء يدعون إلى اللادينية، وهؤلاء ينادون بالشيوعية، و هؤلاء يهتفون بالقومية والوطنية. و بتعبير فضيلة الأستاذ أبي الحسن علي الندوي "ردة و لا أبابكر لها" فواجبنا أن نتسلح بسلاح جديد لمحاربتها و الدفاع عن الإسلام.

إن الـمسلمين جميعا إخوة مهما بعدت بلادهم و قصيت ديارهم، فـعـلـيـنـا أن نتخذ جميع الوسائل التي تؤدي إلى التآلف والتآخي فيما بيننا؛ لكي نتمكن من إقامة كتلة إسلامية عظيمة قوية يهابها جيمع قوي العالم.

إن الـلغات لها خطورة في التاريخ، و من بينها اللغة العربية، ولها خطورة و أهمية عندنا و عند المسلمين جميعا، فعلينا أن نعرف العربية و نتعلمها، لأنها لغة القرآن "و هٰذا لسانٌ عربيٌّ مبينٌ" (النحل: الآية:١٠٣) ولغة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، و إنها همزة وصل بيننا و بين العرب المسلمين.

مـن أجـل هذه الأغراض النبيلة أنشأنا "الهيئة العربية"(١) لنتوسل بها في الوصول إليها.

و نشـكـر لــــ"جامعة الأزهر" على أنها أوفدت إلى "دارالعلوم" مبـعـوثها للمـرة الثانية – و هو الأستاذ فضيلة الشيخ محمود عبد الوهاب محمود (٢)– قـد استـفـدنـا مـنه كثيرًا، و هو دائمًا حريض على مصلحتنا و رقيـنـا، و يسـعى لنا أن نتقدم في العربية في أقرب وقت. فجزاه اللّٰه عنا أحسن الجزاء، و نسأل اللّٰه تعالىٰ أن يكتب لنا النجاح فيما قمنا به. آمين!

طـلـع البـدر عـلـيـنـا — مـن ثـنيـات الـوداعِ
وجـب الشـكـر عَلينا — مـا دعـا لـلّٰـه داعِ
أيهـا الـمبـعوث فينـا — جئت بالأمر المطاعِ

(١) الهيئة العربية لطلبة "دارالعلوم ديوبند" الهند.

(١) راجع للتعرّف بأحواله الإجمالية إلى كتاب الشيخ الكافودروي الموقر "روشنی کے مَنار" أي "منائر النور".

بابِ سوم

تجوید و قراءت

دارالعلوم زکریا (جنوبی افریقہ) میں
قراءاتِ سبعہ کی تکمیل کے موقع پر تقریر دل پذیر

الحمد لله رب العالمين، الذي أنزل القرآن على سبعة أحرف، والصلاة والسلام على رسوله محمد الذي بلغ القرآن، و على أصحابه و أتباعه إلى يوم الدين.

قابلِ احترام علمائے کرام، قرائے عظام، بزرگو دوستو! آج کی اس مبارک مجلس جس میں دارالعلوم کے ہمارے عزیز طلبا قراءات حفص و سبعہ عشرہ کی تکمیل کرنے والے ہیں، بہت ہی مبارک مجلس ہے، آپ نے از راہِ محبت واخلاص اس گنہگار کو اس مجلس میں شرکت کرنے اور کچھ کہنے کا جو موقع فراہم فرمایا، اس کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں، اللہ تعالیٰ آپ سب کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

عزیز دوستو! یہ قراءتوں کا پڑھنا اور اس کے لیے محنت کرنا اتنا عظیم کام ہے کہ ہمارے اسلاف نے اس فن کے حصول کے لیے اپنی عمریں صرف کر دیں اور ان کو جب اس علم سے مناسبت ہو گئی تو انھوں نے رات دن محنت کر کے اس کو دوسروں تک پہنچانے اور سمجھانے کا فریضہ خوش دلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کرتے ہوئے ادا فرمایا۔

امام ابوجعفر مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت امام ابوجعفر مدنیؒ مشہور تابعی ہیں، حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابوہریرہؓ کے شاگرد ہیں، بچپن میں ان کو ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر کیا گیا تھا، حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک رکھا اور آپ کے لیے برکت ورحمت کی دعا کی تھی۔

مدینہ منورہ میں علم قراءت صحابہ سے حاصل کر کے امام ہوئے، قراءت کے مشہور امام اور محدث حضرت نافع مولیٰ ابن عمرؓ کے گرامی قدر شیوخ میں ان کا شمار ہوتا ہے، علم کے ساتھ تقویٰ اور عبادت گزاری میں معروف تھے، صوم داؤدی کے عادی تھے۔

حضرت ابوعبداللہ اپنے نوشتہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابوجعفرؒ رات کے درمیانی حصہ میں بیدار ہو جاتے اور چار سلاموں سے آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد طوال مفصل میں سے کوئی سورت تلاوت فرماتے، ختم نماز کے بعد اپنے لیے، عامۃ المسلمین کے لیے اور خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ان قراءتوں کو ان سے پڑھیں یا ان کے بعد پڑھیں گے، اللہ تعالیٰ سے سہولت کی دعا فرماتے۔(۱)

قابلِ مبارک باد:

عزیز دوستو! آپ لوگ قابلِ رشک اور قابلِ مبارک باد ہیں کہ آپ ان قراءتوں کو حاصل کر کے خیر القرون کے ان جلیل القدر ائمہ کی دعاؤں کے مستحق بن

---

(۱) غایۃ النہایہ: ۱/ ۴۴۶، مختصر تاریخ دمشق: ۸/ ۲۴۸

رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی قبول فرمائے اور ہم لوگوں کو بھی اس دعا میں شامل فرمائے۔ آمین!

عجیب واقعہ:

حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو بہت سے صالحین وعلما جمع ہو گئے، ان کے داماد اور شاگرد اور مدینہ منورہ کے مشہور قاری حضرت شیبہ بن نصاح نے لوگوں سے فرمایا، میں آپ کو ایک عجیب چیز دکھلاتا ہوں اور حضرت امام جعفرؒ کے سینہ سے کپڑا ہٹایا تو وسط سینہ میں گول دائرہ میں روشن سفیدی نظر آئی، تمام اہلِ علم نے دیکھ کر پکارا...... "واللہ! ھذا نور القرآن"۔(۱)

حضرت امام نافع مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرات! جیسے میں نے ذکر کیا کہ امام نافع ان کے شاگرد ہیں، ان کے بلند درجہ سے کون طالب علم ناواقف ہوگا، حدیث شریف میں بار بار ...... "مالك، عن نافع، عن ابن عمر" ...... پڑھتے اور سنتے آئے ہیں۔ باوجود اس کے کہ آپ غلام تھے؛ مگر اللہ تعالیٰ نے علم سے ایسا نوازا تھا کہ خود ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ "لقد من اللہ علینا بنافع" آج بھی ہزاروں زائرین جنت البقیع میں امام نافعؒ کے مزار پر کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں۔

---

(۱) مختصر تاریخ دمشق: ۸/ ۲۴۸، وفیات الاعیان: ۶/ ۲۷۵

قرآن مجید کے ساتھ ان کا ادب:

امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیٹھ کر تلاوت کر رہا تھا تو میرے پاس حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود گزرے اور فرمایا: میرے بھتیجے! کھڑے ہو کر کب پڑھو گے؟ جب بوڑھے ہو جاؤ گے اور پھر تو موقع ہاتھ سے نکل جائے گا، اس لیے جوانی اور صحت جو ایک بلند ترین نعمت ہے، اس کو غنیمت سمجھو اور اس کی قدر کر کے کھڑے ہو کر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔

امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں بیٹھ کر تلاوت کرتا، اسی وقت میری آنکھوں کے سامنے حضرت عون کی تصویر منقش ہو جاتی۔

منہ سے مشک کی خوشبو:

حضرت امام نافعؒ جب تلاوت فرماتے تھے تو ان کے منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی، لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون سی خوشبو استعمال فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو خوشبو کے قریب بھی نہیں جاتا؛ مگر میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے اپنا دہن مبارک میرے منہ کے ساتھ لگایا اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی، یہ خوشبو اسی کا اثر ہے۔(۱)

امام قالونؒ کی محنت:

امام قالونؒ – جو امام نافعؒ کے شاگرد ہیں – کو ثقلِ سَماعت کی شکایت تھی، شور وغوغا اور بگل کی آواز بھی نہیں سنتے تھے؛ مگر عجیب بات تھی کہ قرآن مجید کی سَماعت

---

(۱) تاریخ اسلام: ۱۰/ ۴۸۵، سیر اعلام النبلاء: ۷/ ۳۳۵

میں کوئی تکلیف نہیں تھی، یہ فراغت کے بعد بیس سال تک امام نافعؒ کی خدمت میں حاضر رہے اور محنت فرماتے رہے، یہاں تک کہ خود امام نافعؒ نے ان کو حکماً تدریس کے لیے بیٹھنے کا حکم فرمایا۔(۱)

علم کے شوق میں پینتالیس سال کی عمر میں سفر:

حضرت امام نافعؒ کے شاگرد عثمان بن سعید مصریؒ ہیں جو امام ورشؒ کے نام سے مشہور ہیں، پینتالیس سال کی عمر میں مصر سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور جب مدینہ منورہ امام نافعؒ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ طلبا کا ہجوم ہے اور امام نافعؒ پورے دن حدیث وقرآن کی تعلیم میں مشغول ہیں۔ انہوں نے موقع پا کر اپنے سفر کا مقصد بیان کیا کہ میں مصر سے صرف آپ سے قراءت حاصل کرنے آیا ہوں، آپ نے معذرت فرمائی کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ بہرحال انہوں نے بعض اہلِ علم سے سفارشیں کروائیں تو تہجد کا وقت مقرر ہوا، ورشؒ تہجد کے وقت مسجد میں حاضر ہوتے اور قراءت حاصل کرتے۔

اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ اگر آدمی کو علم کا شوق ہو تو وہ عمر کے کسی حصہ میں بھی محنت کر کے علم حاصل کرسکتا ہے اور نہ تو اس کے لیے عمر کی قید ہے، نہ وقت کی؛ نیز ان اکابرین کا علم پھیلانے میں جو عمل رہا ہے، وہ بھی اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کے وقت بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

---

(۱) تراجم القراء: ۱/۱، غاية النهايه في طبقات القراء: ۱/۲۷٤

امام شعبہ بن عیاشؒ:

جلیل القدر امام تھے، تیس سال تک ہر روز ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے، انتقال کے وقت ان کی ہمشیرہ رونے لگیں تو تسلی دی اور فرمایا بہن کیوں روتی ہو؟ دیکھو! اس گوشہ میں، میں نے اٹھارہ ہزار بار قرآن مجید ختم کیا ہے، کتابوں میں لکھا ہے کہ زندگی بھر شریعت کی پابندی فرماتے رہے۔

طالبِ علمی کا سخت مجاہدہ:

امام شعبہؒ زمانۂ طالب علمی میں سخت مجاہدہ فرماتے تھے، گرمی ہو یا بارش، سبق ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے، ایک مرتبہ کمر تک پانی سے گزر کر بھی سبق میں حاضری دی۔(۱)

قاری انیس احمد صاحبؒ کی یاد:

اس موقع پر ہمیں ہمارے دارالعلوم کے مرحوم استاذ حضرت قاری انیس احمد صاحبؒ (۲) کی یاد آنا طبعی بات ہے کہ ان کی مخلصانہ محنت سے سبعہ، عشرہ اور ثلاثہ کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو کر یہ فیض عام ہو رہا ہے اور ان کے شاگرد مختلف اداروں میں اس عظیم کام کی ذمے داری نبھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو نور سے بھرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین!

---

(۱) غاية النهايه في طبقات القراء: ١/١٤٤

(۲) حضرت قاری انیس احمد خان بن مولانا عبدالرؤف صاحب فیض آبادیؒ: حضرت قاری انیس احمد خان صاحبؒ نے ۹ ؍رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴؍نومبر ۱۹۳۷ء کو جگن پور ضلع فیض آباد میں حضرت مولانا عبدالرؤف صاحبؒ کے وہاں آنکھیں کھولیں۔ آپ کے والد گرامی مدرسہ حسین بخش دہلی کے فاضل تھے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور

....

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مسترشدین میں سے تھے۔متعدد کتابوں کے مصنف اور مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون کے مدرس تھے۔حضرت قاری صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے ایسے ذی علم مشفق والد کی گود میں پرورش پائی۔اپنے والد ماجد ہی سے قرآن کریم کے حفظ کی تکمیل کے بعد میزان وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل فرمائی۔والدہ کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا اور والد بھی آپ کے سنِ بلوغ سے قبل ہی داغِ مفارقت دے گئے۔اس یتیمی کی حالت میں مدرسہ خلیلیہ سہارن پور شاخ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخل ہوئے اور ابتدائی درجات کی کتابیں پڑھیں۔ بعدہٗ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر از شرح جامی تا دورۂ حدیث تعلیم حاصل فرمائی،اس دوران حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ سے حفص وسبعہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔دارالعلوم سے واپس ہوکر ترجمانِ فن حضرت قاری محبّ الدین صاحب الہ آبادیؒ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے پاس قیام فرما کر قراءاتِ سبعہ،ثلاثہ وعشرہ وغیرہ کی تکمیل فرمائی۔اس کے علاوہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں حضرت قاری محمد سابق صاحبؒ،قاری عبدالہادی سکندر صاحبؒ اور قاری الطاف صاحب نابیناؒ وغیرہ سے بھی کسبِ فیض فرمایا۔۱۹۷۱ء میں مدرسہ فرقانیہ ہی میں آپ کا بہ حیثیت مدرس تقرر ہوا،یہاں آپ نے تجوید و قراءت کے اسباق کے علاوہ نورالایضاح،قدوری،شرح وقایہ وغیرہ کتابوں کے اسباق بھی پڑھائے۔فرقانیہ میں سات سال آپ نے خدمات انجام دیں۔پھر حضرت مفکرِ ملت نوراللہ مرقدہٗ کی دعوت پر دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر تشریف لائے اور یہاں مسلسل ۱۴؍سال انتہائی خاموشی کے ساتھ قیام فرما کر تجوید وقراءت کے حوالے سے گجرات کے تنِ مردہ میں روح پھونک دی اور ہر طرف قراءت کے چرچے بلند ہونے لگے۔یہاں کے زمانۂ قیام میں الفوائد المحبیة، الفوائد المتممة، الفوائد المكملة، الفوائد التجويدية، شانِ مصطفیٰؐ وغیرہ متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں اور طلبہ کو فنی باریکیوں سے آگاہ فرمایا۔آپ حد درجہ عاشقِ قرآن وعاشقِ رسولؐ،خاموش طبع،اکابر کی روایتوں کے پاس دار اور فنِ قراءت کے بے مثال مدرس تھے۔افسوس ہے کہ علم وفن کا یہ آفتاب ۱۶؍نومبر ۱۹۹۰ء بروز جمعہ قُبیلِ نمازِ عصر جگن پور کے اُفق میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحبؒ کی تمام خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور آپ کے فیض کو تاابد دوام بخشے۔آمین!

فن تجوید وقراءت کی اہمیت وعظمت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذي علم القرآن و زیّن الإنسان بنطق اللسان، فطوبٰی لمن یتلو کتاب اللّٰہ حق تلاوتہ، ویواظب آناء الّیل وأطراف النھار علی دراستہ. وھو کلام اللّٰہ تعالٰی الذي أنزل علی عبدہ ورسولہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم النبي الأمي المختار. أمابعد!

شکریہ:

قابلِ صد احترام علمائے کرام، قرائے عظام، مہمانانِ ذو احترام اور طلبۂ عزیز! میں سب سے پہلے اراکینِ دارالعلوم کا خصوصاً مدیرِ محترم مولانا شبیر احمد صاحب(۱) کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس ناچیز کو مدعو کر کے یہاں کے تعلیمی

---

(۱) **حضرت مولانا شبیر احمد صاحب سالوجی زیدت معالیہ:** مہتمم دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ، مُجاز حضرت فقیہ الامتؒ، رکنِ شوریٰ دارالعلوم آزادویل ودارالعلوم نیوکاسل وجمعیۃ علمائے افریقہ، نائب صدر جمعیۃ علمائے ناٹال و فاضل بنوری ٹاؤن کراچی۔ ۲۶/مارچ ۱۹۵۱ء کو بمقام جنوبی افریقہ ولادت ہوئی، آپ کا آبائی وطن ڈابھیل صوبہ گجرات ہے۔ ابتدائی تعلیم جنوبی افریقہ میں حاصل فرمائی، پھر ڈابھیل تشریف لاکر حفظ اور ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھیں۔ بعدہٗ ''الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن'' کراچی تشریف لے جاکر علامہ بنوریؒ، مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، مولانا ادریس صاحبؒ اور مفتی رضاء الحق صاحب وغیرہ اکابر سے کسبِ فیض فرمایا۔ حضرت شیخؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا؛ مگر حضرت فقیہ الامتؒ سے اجازتِ بیعت حاصل ہوئی؛ نیز آپ کو مولانا خواجہ جان محمد صاحب اور حضرت =

حالات سے واقف ہونے کا موقع فراہم فرمایا اور آج اس مبارک جلسہ میں شرکت کرنے اور اصحابِ علم وفضل کے اس عظیم اجتماع میں بات کرنے کا شرف بخشا۔

فجزاهم الله خير الجزاء!

اظہارِ مسرت:

حضرات! اس میں شک نہیں کہ آج اس مبارک جلسہ میں شریک ہوکر اور قراءاتِ سبعہ کے طلبا کا قرآن مجید سن کر ہم سب کو قلبی مسرت محسوس ہورہی ہے، اس لیے کہ اس فنِ قراءاتِ سبعہ کی چند سالوں پہلے جو بنیاد ڈالی گئی تھی، الحمدللہ! آج اس کا ثمرہ ہمارے سامنے آرہا ہے۔ باغ کا مالی پھل دار درخت لگاتا ہے اور اس کی آب یاری کرتا ہے اور چند سالوں بعد جب اس درخت کا میٹھا پھل اس کے ہاتھوں میں آتا ہے تو اس کا دل خوشی اور مسرت سے جھومنے لگتا ہے۔ یقیناً اسی طرح آج ہمارے دل بھی مسرت سے لبریز ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں یہ کامیابی عطا فرمائی۔

اللّٰهم لك الحمد و لك الشكر على ما أنعمت علينا بهذه النعمة العظيمة ......

= شاہ نفیس الحسینیؒ سے بھی اجازتِ حاصل ہے۔ حضرت مولانا کی مساعئ جمیلہ کی برکت سے شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ، ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیفؒ، شیخ عبدالرحمٰن الحذیفی، شیخ محمد بن محمد عوامہ المدنی حفظہم اللہ اور دیگر مشائخ وائمۂ حرمین کی سرزمین افریقہ پر تشریف آوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حیاتِ طیبہ وطویلہ سے مشرف فرمائے، اور آپ کا فیض جاری وساری رہے۔ آمین!

ایک روایت:

موصلی کی کتاب "الوسیلة" میں ایک روایت آئی ہے:

"روي أن النبي صلى اللّٰه وسلم كان ينتظر عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها، فأبطئت عليه، فلما جاء ت، قال: ماحبسك؟ فقالت: يارسول اللّٰه! كنت أسمع قراء ة رجل من أصحابك، ما سمعت أحسن صوتًا منه، فقام رسول اللّٰه صلى عليه وسلم، وقمت معه حتى استمع إليه طويلا، ثم رجع وقال: هذا سالم مولى أبي حذيفة. الحمد للّٰه الذي جعل في أمتي مثله ......(۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو اپنے امتی کی اچھی قراءت سے مسرت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرمائی۔

اسی طرح مجاہدؒ فرماتے ہیں:

كنا نفخر على الناس بقارئنا عبد اللّٰه بن السائب، و بفقيهنا عبد اللّٰه بن عباس، و بمؤذننا أبي محذورة، و بقاضينا عبيد بن عمر.(۲)

تو ہم کو بھی اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمارے تلامذہ میں ایسے اچھے قرا پیدا فرمائے۔ آج ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ:

---

(۱) رواه أحمد: ۳۵۳۵۹، و البزار في مسنده: ۱۸/۲۱۵، الرقم،۲۱۵، و قال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح. مجمع الزوائد: ۹/۲۶۵، و ذكره الغزالي في الإحياء بطوله: ۲/۴۲.

(۲) سير أعلام النبلاء: ۳/۳۹۰، غاية النهاية في طبقات القراء: ۱/۱۸۶.

الحمد لله الذي جعل في تلامذتنا مثله.

اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں مزید برکت عطا فرمائے۔ آمین!

وحی کی ابتدا ہی ”اِقْرَأْ“ سے ہوئی ہے:

محترم حضرات! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً پانچ سو سال کا زمانہ وحی کے نزول سے محروم رہا، پانچ سو سال کے بعد جب وحی کی ابتدا ہوئی تو اس کا پہلا لفظ ”اقرأ باسم ربك الذي خلق...... الآية“ تھا۔ تو جس امت کو وحی کا پہلا لفظ قراءت کا دیا گیا ہو اور جس کے دین کی اساس ہی ”اقرأ“ پر ہو، وہ امت اس فن سے کیسے غافل رہ سکتی ہے؛ چناں چہ قرآن مجید کا نزول ہوتا رہا اور صحابۂ کرامؓ اس کو یاد کرتے رہے اور قرنِ اول سے آج تک قرآن مجید کا ایک ایک حرف، اس کا ایک ایک اعراب اور اس کے طرقِ ادا پوری دیانت اور ذمے داری کے ساتھ بالکل صحیح صحیح انداز میں منتقل ہوتے رہے؛ چناں چہ مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے ”کتاب التبصرة“ کے مقدمہ میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

”إن هذا الدين خليق بأن تكون عنايته وعناية حامليه مركزة على قراءة الصحيفة التي نزلت من السماء، فكانت خاتمة الصحف. و على حفظها و قراءتها، و على إتقان هذه القراءة و تصحيحها، و ضبطها و تحقيقها، والبحث عن الأحرف التي نزلت بها، و تدوين العلوم التي تنبثق عن هذا العلم، و تحري الصحة و الدقة و الأمانة في نقلها من جيل إلى جيل، و من عصر إلى عصر، و من رجال إلى رجال، و من طبقة إلى

طبقة، و من كتاب إلى كتاب، و من صدرٍ إلى صدر، و من فم إلى فم، و من لسان إلى لسان .... الخ.“ (۱)

اس دین کے لیے یہی مناسب تھا کہ اس کی اور اس کے ماننے والوں کی پوری توجہ اس کتاب کے پڑھنے پر جو آسمان سے نازل ہوئی اور اس کے یاد کرنے اور اس کی قراءت سیکھنے اور اس کو پختہ کرنے پر مرکوز ہو؛ نیز اس کی صحت اور ضبط و تحقیق پر توجہ ہو، اس کے نازل شدہ حروف پر بحث کرے اور ان علوم کی تدوین کرے جو اس کتاب سے مستنبط ہوتے ہوں اور اس کے نقل میں صدق و دیانت کا خیال کر کے اس کو ایک نسل سے دوسری نسل تک، ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک اور ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ تک، ایک کتاب سے دوسری کتاب تک، ایک سینہ سے دوسرے سینہ تک، ایک منہ سے دوسرے منہ اور ایک زبان سے دوسری زبان تک پہنچائے۔

خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے قاری پسند تھے۔

قرنِ اوّل میں اس فن کے ائمہ:

حضرات! مختلف قراءتوں کی ابتدا عہدِ صحابہؓ سے شروع ہوگئی تھی۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد قرنِ اول میں بہت سے علمائے کبار اس فن کی خدمت میں لگ گئے تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”تجرد قوم واعتنوا بضبط القراء ة أتم عناية حتى صاروا أئمة يقتدى بهم و يرحل إليهم. فكان بالمدينة أبو جعفر يزيد بن القعقاع، ثم

(۱) كتاب التبصرة لمكي ابن أبي طالب، تحقيق دكتور محمد غوث الندوي:۱۸

شيبة بن النصاح، ثم نافع بن أبي نعيم. و بمكة عبد الله بن كثير، وحميد بن قيس الأعرج، و محمد بن محيصن. و بالكوفة يحيٰى بن وثاب، و عاصم بن أبي النجود، و سليمان الأعمش، ثم حمزة، ثم الكسائي. و بالبصرة عبد الله بن أبي إسحاق، و عيسٰى بن عمر، و أبو عمرو بن العلاء، و عاصم الجحدري، ثم يعقوب الحضرمي. و بالشام عبد الله بن عامر، و عطية بن القيس الكلابي، و إسماعيل بن عبد الله بن المهاجر، ثم يحيٰى بن الحارث الذماري، ثم شريح بن يزيد الحضرمي ...... (۱)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ایک جماعت نے ضبطِ قراءت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرلیا، یہاں تک کہ وہ اس فن کے ایسے امام بن گئے جن کی اقتدا کی جاتی تھی اور جن کے پاس اس علم کے حصول کے لیے لوگ سفر کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں یزید بن قعقاع، پھر شیبہ بن نصاح، پھر نافع بن ابونعیم تھے۔ مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن کثیر، حمید بن قیس اور محمد بن محیصن تھے۔ اور کوفہ میں یحییٰ بن وثاب اور عاصم بن ابوالنجود، سلیمان الاعمش، حمزہ اور کسائی تھے۔ بصرہ میں عبداللہ بن ابواسحاق، عیسیٰ بن عمر، ابوعمرو بن العلاء اور یعقوب حضرمی تھے۔ شام میں عبداللہ بن عامر، عطیہ بن القیس الکلابی، اسماعیل بن عبداللہ المہاجر، پھر یحییٰ بن الحارث، ان کے بعد شریح بن یزید الحضرمی تھے۔

ان میں قرائے سبعہ نے زیادہ شہرت پائی (جن کی قراءتیں آپ نے تلاوت فرمائیں)۔

---

(۱) الإتقان في علوم القرآن: ۱/ ۱۹۷

قرا کی تعداد:

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرنِ اول سے لے کر آج تک بلامبالغہ ہزاروں قرا اس فن کی آب یاری کرتے رہے ہیں، اس فن کی تعلیم، تدوین اور تصنیف میں انہوں نے پوری پوری زندگیاں بسر کردیں۔ آپ علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد الجزریؒ (م۸۳۳ء) کی کتاب "غاية النهاية في طبقات القراء" کا مطالعہ فرمائیں، اس گراں قدر تصنیف میں نویں صدی کے تقریباً نصف تک کے زمانہ کے قرا کا تذکرہ لکھا گیا ہے؛ مگر آپ اس میں (۳۹۵۵) قرا کے احوال سے واقف ہوسکیں گے۔ علامہ جزریؒ ۸۳۳ء میں وفات پاگئے، اس کے بعد پندرہویں صدی تک کتنے قرا پیدا ہوئے ہوں گے اس کا اندازہ مشکل ہے۔

ہندوستان کے شہر حیدرآباد سے ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' کے نام سے ایک کتاب تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے، جس میں برصغیر کے قرا کا تذکرہ ہے اور اس میں بھی سب قرا کا احاطہ نہیں ہوسکا ہے تو دنیا کے دوسرے ممالک اور خطوں میں کتنے قرا پیدا ہوئے ہوں گے (اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے)۔

کتبِ قراءت:

ان قرائے کرام اور ائمۂ فن نے قراءت اور تجوید کی سیکڑوں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں اس فن کی تمام ضروری بحثیں شامل کرلی گئی ہیں، اس فن کے عظیم امام مکی ابوطالبؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے: له ثمانون تأليفا۔

اور علامہ دانیؒ نے جو محقق قرا میں گزرے ہیں، اس فن میں بیس سے زائد کتابیں تحریر فرمائی ہیں، "کتاب التبصرۃ" کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"و لـذالك تكونت مكتبة من أوسع المكتبات في علم القراء ات السبع لا يوجد لها نظير في تاريخ أي أمة." (۱)

مختلف قراءتوں کا علم مفسر کے لیے ضروری ہے:

عزیز دوستو! ہمارے مدارس میں اس فن پر زیادہ توجہ کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ مختلف قراءتوں کا علم علمِ تفسیر میں مہارت کے لیے بھی بہت ضروری ہے۔ قراءتوں کے اختلاف سے احکام کے استنباط میں بھی فرق پڑتا ہے، صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی بغدادیؒ نے تحریر فرمایا ہے:

"والسـابع علم القراء ات، لأنه به يعرف كيفية النطق بالقرآن، و بالقراء ات ترجح بعض الوجوه المحتملة على بعض." (۲)

اور ساتویں چیز "علمِ قراءات" ہے جس کے ذریعہ قرآن مجید کے نطق کی کیفیت کا علم ہوتا ہے اور قراءتوں کے ذریعہ وجوہِ مختلفہ میں ایک دوسرے پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔

مثال کے طور پر آیت وضو کو ہی لیجیے، اس آیت میں "وامسحوا برؤسكم و أرجلـكـم" میں اختلافِ قراءت کے سبب علما کے اقوال میں کتنا فرق ہوگیا ہے، جس کی تفصیلات آپ پڑھ چکے ہیں۔ اور اسی لیے مشہور کتب تفاسیر میں اختلافِ

(۱) كتاب التبصرة : ص۱۸ (۲) روح المعاني: ۱/۷، ط. دار الكتب العلمية

قراءات کو ذکر کیا جاتا ہے، افسوس ہے کہ اس کے باوجود بہت سے لوگ اس فن کی طرف توجہ نہیں کرتے؛ بل کہ بعض تو اس کو غیر ضروری سمجھ رہے ہیں۔ إنا للّٰه و إنا إليه راجعون، اور بعض کم علم تو تمسخر کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔

متواتر قراءتوں کا انکار کفر تک پہنچاتا ہے:

حالاں کہ علامہ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) نے تحریر فرمایا ہے کہ قراءاتِ متواترہ کا انکار کفر ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

”القراء ات المروية بطريق التواتر مدى القرون منذ آخر عرضة عرض فيها القرآن على النبي صلى الله عليه وسلم في اٰخر رمضان من عمره الكريم، هي أبعاض القرآن المروية بواسطة الأئمة السبعة، بل العشرة تواترًا، فيكون إنكار شيء من تلك القراء ات في غاية الخطورة، إلا أن من القراء ات المتواترة ما يعلم الجماهير تواتره بالضرورة، ومنها ما يعلم تواتره حذاق القراء المتفرغون لعلوم القراء ة فقط دون عامتهم، فإنكار شيء من القسم الأول يكون كفرًا باتفاق، وأما إنكار شيء من القسم الثاني فإنما يعد كفرًا عند إصرار المنكر على الإنكار بعد إقامة الحجة عليه.“(۱)

یہ فن صرف کتابوں کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتا:

عزیز بھائیو! فنِ قراءت سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی ماہر استاذ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کریں اور ان کے سامنے تلاوت کر کے اجرا مکمل کریں، یہ فن

---

(۱) مقالات الكوثري: ص۳۸، ط. مكتبة التوفيقية.

صرف مطالعہ کر لینے سے حاصل نہیں ہوگا۔ جتنے بھی ماہر قرا گزرے ہیں، انہوں نے اپنے اساتذہ کے ساتھ کئی کئی سال تک رہ کر اجرا کیا ہے۔ علامہ جزریؒ نے لکھا ہے کہ بعض قرا نے دس سال میں نوّے مرتبہ اپنے استاذ کو قرآن مجید سنایا۔ عبدالحق بن علی بن عبداللہ الغرناطی مشہور قاری ہیں، ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ:

لازمـه أبـوحيان وانتفع به، و قال: قرأت عليه السبع في نحوٍ من عشرين ختمة إفرادًا وجمعًا. و لازمته نحوًا من سبعة أعوام.(۱)

نیز ابو محمد خیاط جو قراءت عاصم کے امام تھے اور ان کے ایک شاگرد نقارؒ تھے، انہوں نے اپنے استاذ کے سامنے چالیس مرتبہ قرآن مجید ختم کیا۔(۲)

ابن مندہ الاصبہانی نے سترہ سو اساتذہ سے یہ علم حاصل کیا۔

علامہ جزریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"قد كتب عن ألف وسبع مأة شيخ، و معه أربعون حملا من الكتب."(۳)

ایک اور قاری ابو محمد الخزاعیؒ ہیں، ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"سمعنا الخزاعي (رحمه الله) يقول: قرأت على ابن فليح سبعًا و عشرين ختمة، وقرأت على البزي ثلاثين ختمة."(۴)

---

(۱) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ۱/۳۲۵، ط. دارالكتب العلمية.

(۲) قال النقار: قرأت عليه أربعين ختمة. (۲/ ۱۶-۱۷)

(۳) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ۲/ ۸۹، ط. دارالكتب العلمية.

(۴) أيضًا: ۱/ ۱۴۲

پھر اس فن میں ان کا انہماک زندگی بھر رہتا تھا؛ چناں چہ احمد بن عمر ابوالعباس الباجی النحویؒ فرماتے ہیں:

قرأت عند قبر النبي صلى الله عليه وسلم ألف ختمة.(۱)

اللہ اکبر! کیا لگاؤ تھا ان بزرگوں کو اس فن کے ساتھ۔

بہت سی عورتیں بھی قراءاتِ سبعہ میں کمال رکھتی تھیں:

بھائیو! مردوں میں تو ہزاروں قاری گزرے ہیں، مگر اس امت میں تو بعض عورتیں بھی قراءات سبعہ میں کمال رکھتی تھیں؛ حتی کہ بعض علما ان سے اجازت حاصل کرتے تھے، مثلاً ''ہجیمہ بنت حیی الاوصابیہ'' کے تذکرہ میں آیا ہے کہ:

"أخذت القراءة عن زوجها، و أخذ القراءة عنها إبراهيم بن أبي عبلة، و عطية بن قيس، ويونس بن هبيرة، وكانت فقيهة كبيرة القدر، توفيت بعد الثمانين." (۲)

ان کے علاوہ فاطمہ جزری اور ان کی بہن عائشہ جزری؛ نیز ابوالفتح کی دو صاحب زادیاں فاطمہ اور زینب؛ اور فاطمہ بنت ابی بکر احمد اور میمونہ بنت ابی جعفر مشہور قاریہ ہیں۔ اسی طرح ابوجعفر الاندلسی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

فسمع الشاطبية من فاطمة بنت اليونيني بإجازتها من الكمال الضرير.(۳)

---

(۱) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ۱/۸۷، ط. دارالكتب العلمية.

(۲) أيضًا: ۲/۳۰۸ (۳) أيضًا: ۱/۱۳۸

بعض فوجی عہدے دار بھی قاری تھے:

مسلمانوں کو اس فن سے کتنا لگاؤ رہا ہے، اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ فوج کے ساتھ تعلق رکھنے والے بھی قراءاتِ سبعہ کے ماہر گزرے ہیں۔

علامہ جزریؒ نے ''طبقات القرا'' میں لکھا ہے:

''محمد بن يوسف بن أحمد بن عبد الدائم ناظر الجيوش بالديار المصرية.''

إمام كبير عالم العربية وغيرها – سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس کتاب کی حفاظت فرمائی ہے۔(۱)

یہ فن بہت نازک ہے:

طلبائے عزیز سے گزارش ہے کہ اس فن کو اپنے اساتذہ سے محنت سے سیکھ لیں اور قراءت میں افراط اور تفریط سے بچیں۔ بعض مرتبہ پڑھنے والا بہت اچھی آواز سے پڑھتا ہے؛ مگر حروف کی ادائیگی یا مد کے کھینچنے میں یا بعض صفات میں مبالغہ کرتا ہے اور کبھی آواز کے اتار چڑھاؤ میں حد اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے؛ چناں چہ اصحابِ فن کے نزدیک ایسے قاری کا درجہ ساقط ہو جاتا ہے۔ علامہ جزریؒ نے امام حمزہ کوفیؒ کے حالات میں لکھا ہے:

''إن رجلًا ممن قرأ على سليم حضر مجلس ابن إدريس، فقرأ، فسمع ابن إدريس ألفاظًا، فيها إفراطٌ في المد و الهمز وغيرذالك من

---

(۱) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ۲/ ۲٤٨، ط. دارالكتب العلمية.

التكلف، فكره ذالك ابن إدريس وطعن فيه. قال محمد بن الهيثم: و قد كان حمزة يكره هذا وينهى عنه. قلت: أما كراهته الإفراط من ذالك، فقد روينا عنه من طرق أنهٗ كان يقول لمن يفرط عليه في المد و الهمز: لا تفعل، أما علمت أنّ ما كان فوق البياض فهو برص، و ما كان فوق الجعودة فهو قطط، وما كان فوق القراءة فليس بقراءة."(۱)

اس سے اندازہ لگائیے کہ قراءت میں اعتدال کی کتنی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم اور فن کی ترویج میں عمریں صرف کردو:

عزیز دوستو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کے حفظ اور اس کی مختلف قراءتوں کا قیمتی علم عطا فرمایا ہے، اس پر زیادہ سے زیادہ اللہ کا شکرادا کرو اور اس کی تعلیم کے لیے اپنے آپ کو وقف کردو، چاہے دنیا کی دولت کم حاصل ہو۔ ہمارے اسلاف نے سالہا سال پوری یکسوئی کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کرتے ہوئے اس خدمت کو انجام دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ ابوعبدالرحمٰن السلمی الضریر الکوفیؒ جو امام عاصمؒ کے استاد ہیں اور انھوں نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ سے قرآن مجید پڑھا ہے؛ کوفہ کی مسجد میں چالیس برس تک قرآن مجید کا درس دیتے رہے۔

قال السبيعي: كان أبو عبد الرحمٰن يقرئ الناس في المسجد

(۱) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ۲۳۸/۱، ط. دار الكتب العلمية.

الأعظم أربعين سنة.(۱)

عبداللہ بن یزید القرشیؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"لقّن القرآن الكريم سبعين سنة."(۲)

ابومنصور الخیاط بغدادی مؤلف ''کتاب المہذب'' مشہور قاری تھے، ابن النجار فرماتے ہیں:

"بلغ عدد من أقرأهم أبومنصور القرآن سبعين ألفًا."

ان ہی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو سوال کیا:

"ما فعل الله بك؟ قال: غفر لي بتعليمي الصبيان فاتحة الكتاب."(۳)

شیخ صالح بن ابراہیم دمشقیؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"إن الذي قرأ عليه القرآن نيف و عشرون ألفًا." (۴)

قیراط بن اسماعیل البصری کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"إن قيراط بن إسماعيل البصري يقرئ الناس من ستين سنة لم نسمعه يخطئ."(۵)

اسی طرح محمد بن خلف الاشبیلیؒ کے بارے میں لکھا ہے:

"إنه أقرأ الناس نحو خمسين سنة."(۶)

---

(١) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ١/٣٧١، ط. دارالكتب العلمية. (٢) أيضًا: ١/٤١٣

(٣) أيضًا: ٢/٦٨ (٤) لم أجد هذا النص في الغاية في ترجمته

(٥) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ٢/٢٦، ط. دارالكتب العلمية. (٦) أيضا: ٢/١٢٢

ایک اور مشہور قاری ہیں محمد بن ابی محمد البغدادیؒ جو ''ابن مقرون'' سے مشہور ہیں، ان کے تذکرہ میں لکھا ہے:

''تصدّر للإقراء والتلقين ستين سنة، حتى لقن الآباء والأبناء والأحفاد احتسابًا لله تعالىٰ، فكان لا يأخذ من أحدٍ شيئًا، و يأكل من كسب يمينه.''(۱)

علامہ ابوعمرو الدانی کے شاگرد حسین بن محمد الانصاری جو ''ابن الامام'' کے نام سے معروف تھے، حاذق مجوّد تھے، سرقسطہ کی مسجد میں چالیس سال تک قراءت پڑھاتے رہے۔

''تصدر للاقراء بسرقسطة بالجامع نحوًا من أربعين سنةً.''(۲)

قرا نے اس فن کے حصول کے لیے بہت قربانی دی ہے:

عزیز بھائیو! حضرات قرائے کرام نے اس فن کے حصول کے لیے دور و دراز کے اسفار کیے ہیں اور بعضوں نے زبردست مالی قربانی بھی دی ہے، دو نمونے عرض کرتا ہوں۔ علامہ جزریؒ نے ابوالعلاء الہمدانی العطارؒ کے تذکرہ میں تحریر فرمایا ہے:

''قد رحل في طلب القراء ات والحديث إلىٰ أصبهان، و بغداد، و واسط، وحفظ كتاب الجمهرة في اللغة. و كان من أبناء التجار، فأنفق جميع ما ورثه في طلب العلم حتىٰ سافر إلىٰ بغداد وأصبهان مرات ماشيا، وكان يحمل كتبه علىٰ ظهره.''

(۱) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ۲/۲۲۷، ط. دارالكتب العلمية. (۲) أيضًا: ۱/۲۲۸

اورانہی کے بارے میں آگے تحریر فرمایا ہے کہ:

"ثم عظم شأنه، حتٰى كان يمرّ بالبلد فلايبقٰى أحدٌ راٰه إلاقام ودعا لهٗ حتٰى الصبيان واليهود، وكان يقرئ نصف نهاره القرآن و العلم و نصفه الآخر الحديث، وكان لا يغشى السلاطين، و لا يأخذه في الله لومة لائم.(۱)

اسی طرح علامہ اصبہانی کے حالات میں لکھا ہے:

"دخلت إلٰى مصر و معي ثمانون ألفًا، فأنفقتها علٰى ثمانين ختمة......".(۲)

ان دومثالوں سے اندازہ لگائیے کہ ہمارے اسلاف نے کتنی عظیم جانی اور مالی قربانیاں پیش کرکے اس کوسیکھا ہے۔ فجزاهم الله خير الجزاء!

قرآن کریم کا معجزہ:

ابوالیمن کندیؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے صرف سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا اور دس سال کی عمر میں عشرہ سے فارغ ہوگئے اور ۸۳/سال تک قرآن مجید کا درس دیتے رہے۔(۳)،(۴)

قرائے کرام دیگرعلوم میں بھی ممتاز تھے:

عزیز دوستو! ہمارے دور میں جوطلبا قراءت سے دلچسپی رکھتے ہیں، زیادہ ترصرف اسی فن کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور دیگر دینی وعربی علوم کی طرف توجہ نہیں

(۱) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري:۱/۱۸۷، ط.دارالكتب العلمية. (۲) أيضًا:۲/۱۵۱

(۳) قال الجزري: و هذا لا يعرف لأحد قبله.

(٤) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري:۱/۲٦۹، ط.دارالكتب العلمية.

کرتے، یہ بات مناسب نہیں۔ آپ ’’طبقات القراء‘‘ میں سیکڑوں قرا کے بارے میں پڑھیں گے کہ وہ قراءت کے ساتھ فقہ، حدیث، تفسیر اور علومِ عربیہ کے بھی ماہر ہوتے تھے۔ خود علامہ شاطبیؒ جن کی کتاب آپ نے پڑھی ہے، ان کے تذکرے میں آیا ہے:

’’كان إمامًا كبيرًا، أعجوبة في الذكاء، كثير الفنون، آية من آيات اللّٰه تعالىٰ، غاية في القراءات، حافظًا للحديث، بصيرًا بالعربية، إمامًا في اللغة، رأسًا في الأدب مع الزهد والولاية والعبادةِ، و الانقطاع والكشف، مواظبًا على السنة.‘‘(۱)

اس لیے طلبا کو دیگر علوم میں بھی محنت اور جد وجہد کر کے کمال حاصل کرنا چاہیے۔

قرا کی عملی زندگی پختہ ہونی چاہیے:

دوسری اہم بات یہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ اس فن کو صرف شہرت اور دنیا طلبی کے لیے نہیں بل کہ عمل کے لیے حاصل کرنا چاہیے۔ ہمارے اسلاف قرآن مجید کو عمل ہی کے لیے سیکھتے سکھاتے تھے، دنیوی شہرت اور واہ واہ مقصود نہیں تھی۔

علامہ جزریؒ نے کتنی عمدہ بات نقل فرمائی ہے:

’’روى حماد بن زيد عن عطاء بن السائب، أن أبا عبد الرحمن السلمي، قال: أخذنا القرآن عن قوم أخبرونا أنهم كانوا إذا تعلموا عشر آيات لم يجاوزوهن إلى العشر الآخر حتى يعلموا ما فيهن، فكنا نتعلم القرآن والعمل به، و أنه سيرث القرآن بعدنا قوم يشربونه شرب الماء لا

(۱) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ۲/ ۲۰، ط. دار الكتب العلمية.

يجاوز تراقيهم، بل يجاوز هٰهنا و وضع يده على حلقه.....(۱)

یہی ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ اس مشہور حدیث کے راوی ہیں جو سیدنا عثمانؓ سے مروی ہے: خيركم من تعلم القرآن وعلمه؛ چناں چہ انہوں نے صرف اس حدیث شریف کی روایت پر اکتفا نہیں کیا؛ بل کہ عمر بھر تعلیم قرآن مجید کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ فرماتے تھے:

”هذا الذي أقعدني هذا المقعد، و لايزال يقرئ الناس من زمن عثمان (رضي الله عنه) إلى أن توفي سنة أربع وسبعين، وقيل ثلاث و سبعين...... (۲)

اکثر قرا عابد وزاہد تھے:

قرا کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اکثر عابد، متقی اور مستجاب الدعوات تھے۔ مثلاً امام حمزہ الکوفیؒ کے بارے میں یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن فضیل کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

”ما أحسب أن الله يدفع البلاء عن أهل الكوفة إلا بحمزة.“(۳)

اس سے اندازہ لگائیے کہ امام حمزہ تقویٰ کے کس بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

خود علامہ شاطبیؒ ولایت کے بلند مقام پر فائز تھے، ان کا یہ واقعہ آپ نے سنا ہوگا ان کی عادت صبح غلس میں تدریس کے لیے بیٹھ جانے کی تھی، طلبا سبق شروع

(۱) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ۳۷۱/۱، ط. دارالكتب العلمية.

(۲) أيضًا: ۳۷۱/۱ (۳) أيضًا: ۲۳۸/۱

کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرنے میں جلدی کرتے۔ امام شاطبیؒ فرماتے: من أتٰی أولًا فلیقرأ — موصوف دونوں آنکھوں سے نابینا تھے۔ایک مرتبہ درس کے لیے تشریف فرما ہوئے تو فرمایا من جاء ثانیًا فلیقرأ — جو طالب پہلے آیا تھا اس کو بہت تعجب ہوا کہ خلافِ معمول آج دوسرے کو پڑھنے کی اجازت کیوں ہوئی؟ پھر اس کو یاد آیا کہ رات غسل کی حاجت ہوگئی تھی اور غسل کرنا بھول گیا، نادم ہوا اور فوراً اٹھ کر جلدی سے غسل کر کے واپس آیا، دوسرا سبق سنا چکا تو فرمایا: من جاء أولًا فلیقرأ، تو علامہ شاطبیؒ ولایت اور کشف کے اس مقام پر تھے۔(۱)

آپ خوش قسمت ہیں کہ ایسے اولیا کی کتابیں پڑھتے ہیں، کیا کسی کالج اور یونی ورسٹی میں ایسے پارسا اور متقی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں؟

علامہ جزریؒ ان کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ: "رأیت برکة الدعاء عند قبره بالإجابة، رحمه الله تعالٰی و رضي عنه."(۲)

علامہ عبدالمنعم بن عبیداللہ جو ''ابن غلبون'' کے نام سے مشہور تھے، صاحبِ تصنیف قاری گزرے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب پر یہ شعر لکھا:

صنفت ذا العلم أبغي الفوز مجتهدًا لکي أکون مع الأبرار والسعدا
في جنة في جوار اللّٰه خالقنا في ظل عیش مقیم دائم أبدًا(۳)

ابو محمد سبط الخیاط چھٹی صدی کے مشہور قاری تھے، انہوں نے بہت کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) غایة النهایة في طبقات القراء لابن الجزري: ۲/۲۱، ط. دارالکتب العلمیة.

(۲) أیضًا: ۲/۲۲ (۳) أیضًا: ۱/۴۲۰

كتبت علومًا ثم أيقنت أنني سأبلٰى ويبقى ما كتبت من العلم
فإن كنت عند الله فيها مخلصًا فذاك لعمر الله قصدي في الحكم
و إن كانت الأخرىٰ فبالله فاسئلوا إلهي غفرانا من الذنب والجرم (۱)

ان مثالوں سے ان کی عملی زندگی کی پختگی اور اخلاص کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور تقویٰ نصیب ہو۔آمین!

مبارک باد اور دعا:

میں آخر میں دوبارہ اراکینِ مدرسہ اور استاذ درجۂ تجوید قاری محمد ایوب صاحب (۲) کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔قاری صاحب دارالعلوم فلاحِ دارین کے ممتاز طلبا میں سے تھے اور ہم شروع سے ان سے اچھی توقع رکھتے تھے۔الحمد للہ! آج اس کا ثمرہ ہمارے سامنے آیا، اللہ تعالیٰ ان کے اجر میں ہم سب کو شامل فرمائے اور فارغ ہونے والے طلبا کو بھی علم وعمل میں برکت اور استقامت فی الدین نصیب فرمائے۔آمین یارب العالمین!

---

(۱) غاية النهاية في طبقات القراء لابن الجزري: ۱/ ۳۸۹، ط. دارالكتب العلمية.

(۲) حضرت قاری ایوب اسحاق صاحب مدظلہ: ۱۸؍دسمبر ۱۹۶۱ء کو بمقام ''ساؤتھ افریقہ'' پیدا ہوئے۔آپ کا آبائی وطن ''کٹھور''، ضلع سورت، گجرات ہے۔۱۹۸۵ء میں ''فلاحِ دارین'' سے سندِ فضیلت حاصل کی۔اسی دوران حفص، سبعہ اور عشرۂ صغیر کی تکمیل کی۔پھر مزید ایک سال قیام کر کے تخصص فی التجوید کیا، اور عشرۂ کبیر پڑھا۔اس وقت ''ساؤتھ افریقہ'' کی عظیم علمی دانش گاہ ''دارالعلوم زکریا'' میں صدر القراء کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔تقریباً چالیس سے زیادہ ملکوں میں آپ کے تلامذہ کثیر تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔خاموش طبع، سنجیدہ مزاج اور متواضع شخصیت کے حامل ہیں۔آپ اِنہی اوصاف کی وجہ سے عوام وخواص میں یکساں طور پر مقبول ومحبوب ہیں۔آپ کا ''درسِ فوائد مکیہ'' بھی زیر ترتیب ہے۔خدا تعالیٰ طولِ عمر کے ساتھ حسنِ قبول سے نوازے۔آمین!

قراءاتِ سبعہ وعشرہ کے ساتھ سلف کا والہانہ تعلق

خطاب برموقع

جلسۂ ختم قراءاتِ سبعہ وعشرہ دَر دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر

بروز جمعرات ۶؍اکتوبر ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم حضرات! سب سے پہلے میں حضرات قرائے کرام اور سبعہ عشرہ کے عزیز طلبا واراکینِ مدرسہ کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ ان حضرات نے اس ناچیز کے ساتھ اپنی خصوصی محبت وتعلق کی وجہ سے سبعہ وعشرہ کی اس بابرکت مجلس میں شرکت کرنے اور چند باتیں پیش کرنے کی دعوت پیش کی۔

مجھے اس بات کے اعتراف میں کوئی جھجک نہیں کہ اس مجلس میں بہت سے علما واصحابِ فن ایسے موجود ہیں جو ایسے مبارک اور مؤقر اجلاس کی صدارت کو رونق بخشیں، میرے جیسے کم علم اور بے بضاعت انسان کے لیے تو اس جلسہ میں شامل ہوکر ان عزیز طلبا اور محترم اساتذہ کی مقبول دعاؤں میں شرکت ہی باعثِ خیر وسعادت ہے؛ مگر آپ نے ازراہ ذرہ نوازی جو اکرام کا معاملہ فرمایا، یہ آپ حضرات کی وسعتِ ظرفی، خردنوازی اور بلند اخلاق کی نشانی ہے۔ فجزاكم الله جميعًا أحسن الجزاء!

اظہارِ مسرت ومبارک باد:

اس کے بعد میں حضرات قرائے کرام اور سبعہ عشرہ کے عزیز طلبا کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے فنِ قراءت سے بے رغبتی و بے توجہی کے اس دور میں محنت شاقہ برداشت کر کے اس فن کو سیکھنے اور اس کو عام کرنے کی جو سعی فرمائی ہے، وہ ساری امت کی طرف سے شکریہ کی مستحق ہے، کہ آپ نے اس فرضِ کفایہ کو ادا فرما کر ہم سب کو سبک دوش فرمایا، جیسا کہ مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمایا کہ ایک شعبہ اختلافِ قراءت کا ہے، یہ مجموع امت پر واجب علی الکفایہ ہے، اگر بعضے جاننے والے موجود ہیں، یا بعض ایک قراءت کے حافظ ہوں، بعض دوسری قراءت کے تو یہ واجب سب کے ذمے سے ادا ہو جاتا ہے۔(۱)

تعلیم قراءات کی تاکید:

حضرت اقدس تھانویؒ قرآن مجید کی صحت اور تجوید کی تعلیم پر ہمیشہ زور دیتے رہے۔ حضرتؒ نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا کہ اگر بادشاہ کسی کے ہاتھ میں شاہی قانون دے کر کہے کہ اس کو پڑھو تو اس کی حالت پڑھنے کے وقت یہ ہوگی کہ ہر ہر لفظ کو صاف صاف پڑھے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کو اس کا پڑھنا ناپسند ہو اور ہر لفظ کے معنی ومطلب کو بھی سمجھتا جائے گا، ایک تو اس خیال سے کہ بے سمجھے اچھے لہجے سے پڑھا نہیں جاتا، دوسرے اس خیال سے کہ شاید بادشاہ پوچھ بیٹھے کہ کیا مطلب سمجھا تو ذلت ہوگی۔

---

(۱) امداد الفتاوی: ص ۳۰۵

ارشاد فرمایا کہ ”جیسے اولاد کے اور حق آپ پر ہیں، ویسے ہی یہ بھی حق ہے، اگر آپ نے یہ حق ادا نہ کیا اور وہ تمام عمر غلط قرآن پڑھتے رہے تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ کو دینا پڑے گا۔

لیکن افسوس کہ قرآن کی طرف توجہ ہی نہیں، اس کا پڑھنا بہت کم ہوتا چلا جاتا ہے، پھر قراءت کیا سیکھیں گے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ مسلمانوں میں ہزار میں بھی ایک قاری نہیں، افسوس کہ اس طرف توجہ ہی نہیں رہی۔ اسی طرح حضرت والاؒ کو ایک صدمہ عربی زبان کو ترک کرنے کا رہا اور کئی بار افسوس کا اظہار فرمایا کہ کاش ہمارے گھروں کی زبان عربی ہوتی، جو ہماری اصل مذہبی زبان ہے۔

حقوقِ تلاوت:

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ”الذین اٰتیناھم الکتاب یتلونَہ حقَّ تِلاوتہ“ (البقرہ: آیت ۱۲۱) اگرچہ آیت کا نزول توریت کے بارے میں ہوا، قرآن مجید کی تلاوت کے سلسلہ میں مفسرین نے اسی آیت کے پیشِ نظر چند حقوق بیان فرمائے ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

و تلاوة القرآن حق تلاوته هو أن يشترك فيه اللسان، و العقل، والقلب، فحظ اللسان تصحيح الحروف بالترتيل، و حظ العقل تفسير المعاني، وحظ القلب الاتعاظ والتأثر و الإنزجار والائتمار.(۱)

(۱) احیاء علوم الدین: ۱/ ۲۸۷، ط. دار المعرفہ بیروت

قرآن مجید کا حقِ تلاوت یہ ہے کہ اس تلاوت میں زبان، عقل اور قلب شامل ہوں، زبان تصحیح حروف کے ذریعہ، عقل معانی کے فہم وادراک کے ذریعہ اور دل تأثر اور نصیحت پذیری کے ذریعہ شامل ہوتا ہے۔

صرف ایک استاذ کے دس ہزار ورق:

ہمارے اسلاف نے اسی حق کی ادائیگی کے لیے تجوید وقراءت کی تعلیم پر مکمل توجہ فرمائی تھی اور قرآن مجید کے الفاظ کی صحت اور طریقِ ادا کی حفاظت کے لیے انہوں نے پوری پوری عمریں صرف کردیں۔ ابومحمد یحییٰ بن مبارک الیزیدی کے بارے میں آیا ہے کہ:

كان اليزيدي خير رواة قراءة أبي عمرو و علمه، قيل: إنه أملى عشرة الاف ورقة عن أبي عمرو خاصة.(۱)

ابومحمد یزیدی ابوعمرو کی قراءت اور ان کے علوم کے بہترین راوی تھے، ان کے بارے میں کہا گیا کہ صرف ابوعمرو کی قراءت کے دس ہزار اوراق لکھے تھے۔

اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلاف نے قرءات کے سلسلہ میں کتنی جاں فشانی کی تھی۔

دس سال کی عمر میں عشرہ کا ختم:

اس فن کے ساتھ امت کا جو لگاؤ تھا، اس کی مثال کسی دوسری امت میں نہیں مل سکتی۔

---

(۱) تاریخ بغداد: ۱۴/۱۴۶، سیر اعلام النبلاء: ۹/۵۶۳، غاية النهايه: ۲/۳۲۸، معرفة القراء الكبار: ۱/۱۵۲

امام تاج الدین ابو الیُمن الکندی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

”زيد بن حسن بن زيد بن حسن بن زيد بن حسن الإمام تاج الدين أبو اليُمن الكندي، النحوي، اللغوي، المقري، المحدث، الحافظ ولد ببغداد ٥٢٠ھ، و حفظ القرآن و هو ابن سبع سنين، و أكمل القراء ات العشر و هو ابن عشر. و كان أعلى الأرض إسنادًا في القراء ات، قال الذهبي: لا أعلم أحدًا من أئمة عاش بعد ما قرء القرآن ثلاثا و ثمانين سنة غيره الخ.“(۱)

زین بن حسن بن زید بن حسن بن زید بن حسن امام تاج الدین ابوالیمن الکندی، نحوی، لغوی اور مقری، محدث وحافظ ۵۲۰ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور دس سال کی عمر میں عشرہ کو مکمل کرلیا۔ اس سرزمین پر قراءت میں ان سے اعلیٰ سند کسی اور کی نہیں تھی۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میں کسی ایسے شخص کو جس نے قرآن مجید سیکھنے کے بعد ۸۳ سال کی عمر پائی ہو، ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا۔

علمِ قراءت کے سلسلہ میں مالی قربانی:

اس فن کے حصول کے لیے ہمارے اسلاف نے جو مالی قربانی پیش کی، اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

قال محمد بن عبد الرحيم الأصبهاني: ارتحلت إلى مصر،

(۱) معرفة القراء الكبار: ۵۸۷/۲، ط. مؤسسة الرساله بيروت.

و معي ثمانون ألف درهم، فانفقتها على ثمانين ختمة.(۱)

محمد بن عبدالرحیم الاصبہانی فرماتے ہیں کہ میں نے مصر کا سفر کیا تو میرے پاس اَسّی ہزار درہم تھے، میں نے وہ سب کے سب اَسّی ختم پر خرچ کر دیئے۔

فنِ قراءت کے حصول پر قلبی مسرت اور خدا کا شکر:

آج ہمارے بہت سے طلبا کو اس نعمت کی کما حقہ قدر نہیں؛ بل کہ بعض اوقات قراءت پر محنت سے اُکتا جاتے ہیں؛ مگر اسلاف کو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی جو قدر و قیمت تھی، اس کی بھی مثال سن لیجیے:

شیخ الاسلام سلیمان بن مہران الاعمش رحمۃ اللہ کے تذکرہ میں لکھا گیا ہے:

سليمان بن مهران الأعمش الإمام الجليل، كان من أقرء الناس للقرآن، قرأ عليه حمزة الزيات أحد السبعة. وروي عنه أنه قال: إن الله زين بالقرآن أقوامًا، و إني ممن زينه الله بالقرآن، و لو لا ذالك لكان على عنقي دن أطوف به في سكك الكوفة.(۲)

سلیمان بن مہران الاعمش لوگوں میں بہترین قرآن مجید کے قاری تھے، حضرت حمزۃ الزیات جو قرائے سبعہ میں ہیں، ان کے شاگرد ہیں۔

انہی سلیمان سے نقل کیا گیا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو قرآن مجید کے ذریعہ زینت بخشی ہے اور میں بھی ان لوگوں میں ہوں جن کو

---

(۱) غاية النهاية:۲/۱۵۱

(۲) غاية النهاية:۱/۲۸۶

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دولت سے مزین فرمایا ہے۔اگر یہ دولت وانعام نہ ہوتا تو شاید میری گردن پر ایک بڑا امٹکا ہوتا،جس کو لے کر میں کوفہ کی گلیوں میں گشت لگا تا ہوتا۔

محدث کبیر امام علی القاریؒ کا مجاہدہ:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو شارحِ مشکاۃ ہیں اور جلیل القدر محدث ہیں،ان کے تذکرہ میں لکھا ہے:

قال الشيخ محمد عبد الحليم بن عبد الرحيم العماني: قرأ القرآن العظيم بمكة المكرمة على القراء الأجلاء، و أتقن الحفظ أبدع إتقان، وحفظ الشاطبية، و قرأ السبعة من طريقها، و أتقن القراء ات بوجوهها، وتلا و رتل القرآن العظيم أحسن ترتيل حتى اشتهر بالقاري.(۱)

انہوں نے مکہ مکرمہ میں بڑے بڑے قرا سے قرآن مجید کا علم حاصل کیا اور جید حافظ بنے۔شاطبیہ کو حفظ کر کے قراءات سبعہ کی تکمیل کی اور قراءتوں کے مختلف وجوہ کو پختگی کے ساتھ یاد کیا اور قرآن مجید کی تلاوت اور ترتیل عمدہ آواز کے ساتھ فرماتے رہے، یہاں تک کہ قاری کے لقب سے شہرت پائی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ تھا کہ قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اور اس کو فروخت کر کے زندگی گزارتے تھے۔

قال الشيخ عثمان العرياني: و ما كان يأكل إلا من عمل يده، و كان له خط من عجائب الدنيا، و كان يكتب في كل عام مصحفًا عليه

(۱) الإمام العلي القاري: ص ٤٥

طرر من القراء ات والتفاسير، و يكفيه في القوت من العام إلى العام.(۱)

ملاعلی قاریؒ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے، ان کا خط دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا، ہر سال ایک قرآن مجید لکھتے تھے جس پر قراءتوں کے طرے اور تفاسیر ہوتیں، اس کی اجرت ان کو ایک سال کے لیے کافی ہو جاتی۔

ان کی سیکڑوں تصنیفات میں علم وتجوید وقراءت کی یہ کتابیں بھی ہیں:

(۱) شرح الشاطبية

(۲) الضابطية للشاطبية

(۳) الفيض السماوي في تخريج قراء ات البيضاوي

(٤) المنح الفكرية لشرح المقدمة الجزرية

(٥) الهبات السنية العلية على أبيات الشاطبية الرائية

اس آخری کتاب کے بارے میں لکھا ہے:

”وهو شرح على القصيدة الرائية المسماة ”عقيلة أتراب القصائد في أسنى المقاصد“ في علم رسم المصحف الشريف للإمام الشاطبي، والتي هي نظم المقنع للإمام أبي عمرو الداني.“

---

(۱) الإمام العلي القاري: ص۵۷